امام نووی کی مایہ ناز تصنیف "بُستانُ العارفین" کا ترجمہ شرح بنام
"نُزھَۃُ العارِفین"
المعروف
اللہ والوں کا گلشن
مع
تذکرہ شیخ المحدثین
ابو زکریا یحییٰ ابن شرف المعروف امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
مترجم و شارح
ابو الحسن خضر حیات عطاری
شبیر برادرز

فہرست مضامین

شرفِ انتساب

راقم الحروف اپنی اس تالیف کو اس عظیم ہستی کے نام کرتا ہے جو مُدَبِّرو مُفَکِّرِ امت ہیں،......جن کا دل اصلاحِ امت کے لیے ہر لحظہ تڑپتا ہے، جنہوں نے نیکی کی دعوت عام کرنے کے مقدس جذبہ کے تحت دنیا بھر میں اپنے تربیت یافتہ مبلغین کو علم......شکر......اخلاص......صبر......دنیا کی بے ثُباتی......اور قرآن واحادیث کے فیضان......کا عَلَم بلند کرنے کے لیے روانہ فرمایا......اور اصلاحِ امت کا کام بخوبی سرانجام دیا......میری مراد شیخِ طریقت امیرِ اہلسنّت حضرت علامہ مولانا ابو بلال

محمد الیاس عطّار قادری رضوی ضیائی

دامت برکاتہم العالیہ

ان کے ساتھ میں اپنی اس کاوش کو اپنے والدین کریمین اور تمام اساتذہ دامت برکاتہم العالیہ کے نام کرتا ہوں۔ جن کے دم قدم سے اس گناہ گار کو علمِ دین کی مجالس میسر آئیں۔

ابو الحسن خضر حیات عطاری

حال مدرس: جامعۃ المدینہ صحرائے مدینہ

مدینۃ الاولیاء، ملتان شریف، پاکستان

03006759125

تقریظِ جلیل

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ العالی

شیخ الحدیث والافتاء بجامعۃ النور جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان)

متصل نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

دنیا فانی ہے جو شخص بھی دنیا میں آیا اس نے ہمیشہ یہاں نہیں رہنا یہ تو صرف ایک گزرگاہ ہے جس سے ہر ایک کو گزرنا ہے۔ جو شخص یہاں سے گزرتے ہوئے اس کی رنگینی میں کھو گیا وہ ناکام ہو گیا اور دنیا ایک دھوکہ ہے جو شخص اس دھوکے میں آ گیا وہ تباہ ہو گیا۔ جس نے دنیا کو اپنا مقصد بنالیا اس نے آخرت کو بھلا دیا جس نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی اس نے خسارے کا کام کیا۔

کامیاب وہی ہے جو دنیا کی رنگینی کی جانب متوجہ نہ ہو جو دنیا کے دھوکے کو حقیقت نہ سمجھے، اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَالِہٖ وَسَلَّم کی رضا کا حصول جس کا مقصود ہو جو آخرت کو دنیا پر ترجیح دے

اہلِ اسلام کو دنیا کی چمک سے بچانے اور دھوکے میں آنے سے روکنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے صوفیا کرام اور علما عظام کو پیدا فرمایا یہ لوگ تقریر و تحریر، عمل و اخلاص کے ذریعے عوام المسلمین کی خیر خواہی کرتے رہے اور کرتے رہیں گے۔ ان میں سے ایک امام نووی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ ہیں، جو بیک وقت ایک محدث اور فقیہ تھے جبکہ عقائد، لغت، طب اور دیگر علوم و فنون میں بھی مہارت تامہ رکھتے ہیں۔ ساتھ ہی ایک باکرامت صوفی بھی تھے آپ نے جس طرح اپنی زبان سے امت کی اصلاح فرمائی

اسی طرح اپنی تحریر کے ذریعے بھی امت کی اصلاح کا سامان کر گئے ان میں سے ایک تحریر ''بستان العارفین'' ہے جو کہ عربی زبان میں تھی، جسے علامہ ابوالحسن خضر حیات عطاری سلّمہ الباری نے اردو زبان میں منتقل کیا اور اس میں وارد نصوص کی تخریج بھی فرمائی اور امام نووی کی اس تحریر کی جہاں ضرورت محسوس کی شرح کی ہے۔ برادرم علامہ ابوالحسن عطاری صاحب نے یہ حکم فرمایا کہ میں ان کی اس کاوش پر چند الفاظ لکھوں میں نے باوجود فرصت نہ ہونے کے ان سے ہاں کردی اور انہوں نے ڈاک کے ذریعے اس کا مسودہ بھی بھجوا دیا اگرچہ میں اس کا بالکل بھی اہل نہیں ہوں مگر حضرت کے اصرار پر میں نے چند روز متعدد مقامات سے اسے دیکھا کچھ حصے پڑھے الحمد للہ اسے بہت عمدہ اور عوام وخواص کے لیے مفید پایا

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب امام نووی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ کو بندوں کی اصلاح پر جزاء عطا فرمائے تو مترجم وشارح حضرت علامہ ابوالحسن زید مجدہ کو بھی اس میں سے وافر حصہ عطا فرمائے اور ان کی اس کاوش کو اپنے حبیب کے صدقے قبول فرمائے اور اسے ان کی اور ان کے والدین کی نجات کا ذریعہ بنائے اور اسے عوام وخواص کے لیے مفید بنائے۔ آمین ثم آمین

فقط

محمد عطاء اللہ نعیمی

خادم الحدیث والافتاء بجامعۃ النور

جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان)

متصل نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی

تقریظِ جلیل

مصنفِ کتب کثیرہ جامع العلوم رکن اسلامی نظریاتی کونسل، پاکستان

حضرت علامہ مولانا **محمد صدیق ہزاروی** سعیدی اظہری مدظلہ العالی

استاذ الحدیث جامعہ ہجویریہ دربار عالیہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالی علیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ہمارے اکابر اسلاف امت مسلمہ کے وہ محسنین ہیں جن کی علمی اور روحانی فیوض و برکات سے امت رہتی دنیا تک استفادہ کر کے اپنی اصلاح کرتی رہے گی۔

ان نفوس قدسیہ نے جہاں قرآن وسنت اور علومِ دینیہ کے سمندر میں غوطہ زن ہو کر علمی موتی حاصل کر کے اربابِ ذوق کے علمی ذوق کی تسکین کا سامان کیا، وہاں اصلاحِ امت کے لیے اپنے قلم کو حرکت دی۔ حضرت امام نووی کی شخصیت علمی دنیا بالخصوص حدیث کے میدان میں روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ (کتاب کی ابتدا میں آپ کا تفصیلی تعارف مذکور ہے) آپ نے زیرِ نظر کتاب "بستان العارفین" میں اخلاص سے لے کر دنیا کی بے ثباتی تک عملی زندگی کا ایک جامع نظام دیا ہے۔

حضرت علامہ خضر حیات عطاری زید مجدہ نے اس کتاب مستطاب کی شرح اور ترجمہ "نزہۃ العارفین" کے نام سے تحریر کیا، یقیناً علامہ نووی کی تصنیفِ لطیف کی توضیح و تبیین کی یہ ایک قابل کوشش ہے۔ بہر حال علامہ خضر حیات زید مجدہ مبارک باد کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو شرفِ قبول عطا فرمائے اور ملت اسلامیہ کو اس سے بھرپور استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ نبیہ الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم

محمد صدیق ہزاروی سعیدی ازہری جامعہ ہجویریہ، لاہور

مقدمہ

از: فاضل جلیل، عالمِ باعمل، اخی فی اللہ مولانا محمد فاروق عامر عطاری مدنی سَلَّمَہُ الْغَنِی

(فاضل درسِ نظامی، ایم اے، اسلامیات، بی ایڈ، سابقہ مدرس و ناظم جامعۃ المدینہ فیضان مدینہ صادق آباد)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

امام نووی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے زیرِ نظر کتاب میں درج ذیل امور پر بالخصوص گفتگو فرمائی ہے: (۱)......اخلاص کی اہمیت، (۲)......مصائب پر صبر، (۳)......اثباتِ کرامات، (۴)......مدارِ اسلام احادیث، (۵)......علم کی اہمیت، (۶)......اخلاص کی اہمیت، (۷)......دنیا کی حقیت۔ ہم ذیل میں مختصراً ان پر کچھ کلام کرتے ہیں جس سے اس کتاب کی اہمیت وافادیت واضح ہو جائے گی۔

﴿1﴾......اخلاص کی اہمیت

نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے جاںنثار صحابہ مٹھی بھر ہونے کے باوجود بڑے بڑے لشکروں پر غالب آ جاتے کیونکہ وہ ﴿وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۔ ترجمہ کنزالایمان: تمہیں غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو﴾ کے صحیح مصداق تھے۔

رب کریم نے قرآن مجید میں ایمان والوں سے ارشاد فرمایا: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ۔ یعنی: اے ایمان والو اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے پیچھے نہ چلو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔﴾ اس فرمانِ ربانی کا منشا یہ ہے کہ بندہ مسلم اسلامی احکامات پر عمل پیرا ہو اور ان سے سرمو (بال برابر) بھی انحراف نہ کرے۔

فرمانِ نبوی ہے: لا یؤمن احدکم حتی یکون ھواہ تبعالما جئت بہ. یعنی: تم اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک تمہاری خواہشات اس کے تابع نہ ہو جائیں جو میں لے کر آیا ہوں۔

اس آیتِ قرآنی اور حدیث نبوی نے مسلمانوں کے لیے نصابِ زندگی کو واضح انداز میں بیان فرمادیا کہ اگر تم ایمانِ کامل رکھتے ہو! اللہ اور اس کے رسول کو راضی کرنا چاہتے ہو! تو اپنے ہر ہر عمل میں خواہشِ نفس کو مقدم رکھنے کے بجائے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی رضا کو اپنا شعار بناؤ تبھی تم کامیاب و کامران ہو گے۔

آج کے دور میں مسلمان اپنے رب تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کو پس پشت ڈال کر اغیار کی اندھی تقلید میں پڑا ہے۔ برائے نام جو چند کام اسلام کے نام پر سرانجام دے بھی دیتا ہے ان میں نفس و شیطان کے ہاتھوں اس طرح کھلونا بن جاتا ہے کہ اپنے نیک اعمال کو ضائع کر بیٹھتا ہے۔

وہ مسلمان کہ جس کے لیے ہر کام کے لیے کلام ربانی نے یہ معیار مقرر کیا تھا: ﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ ترجمہ: تم فرماؤ بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لئے ہے جو رب سارے جہان کا۔ ﴾ اپنے ہر کام کو محض رضائے الٰہی کے حصول کے لیے کرنے کے بجائے نام و نمود، سستی شہرت کے حصول کے لیے انجام دے کر دنیا و آخرت میں خسارے کا مستحق بن جاتا ہے۔

سوشل میڈیا، الیکٹرانک و پرنٹ میڈیا پر سرخیوں کا عنوان و موضوع بننا اب اس کے لیے ہر اہم سے اہم فرض ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ غرض وہ ارکانِ اسلام کا کون سا رکن ہے جو ہماری اس بے حسی کا شکار نہیں؟

کسی کی مدد کرنا جو اسلام کی ایک نمایاں خصوصیت تھی، غریبوں کی غمگساری، مریضوں اور یتیموں کی خبر گیری اس نام ونمود اور ستی شہرت کی بے جا طلب کی وجہ سے ایک فیشن کا درجہ پا چکی اور ان امور کی انجام دہی کے لیے اخلاص کی بجائے اب میڈیا کے افراد نے سنبھال لی جو جہاں اس کے اس عمل کو غارت کرنے کا باعث بن رہی ہے وہیں پر ان سفید پوش غربا و مساکین کے لیے جو اپنی عزتِ نفس کو برقرار رکھ کر اس معاشرے میں سر اٹھا کر جینے کے خواہش مند ہیں ایک بہت بڑی رکاوٹ ثابت ہو رہی ہے۔
نام ونمود و ستی شہرت کے حصول کے اس ناپاک و مذموم جذبے کی کارفرمائی تو دیکھیے کہ بسترِ مرگ پر پڑے ہوئے آخری سانسیں لیتے ہوئے عبرت کا نشان بنے شخص کی عیادت کا موقع ہو یا سفرِ آخرت پر سدھارے بندہ مومن کی آخری رسومات ان مواقع پر بھی نام ونمود اور ستی شہرت کے رسیا اپنے ناپاک ہتھکنڈوں سے لیس ہو کر ستی شہرت کے حصول کے لیے اخلاقی اقدار کو بھی پامال کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

﴿2﴾......مصائب پر صبر

انسان زندگی میں مختلف قسم کی آزمائشوں سے دوچار ہوتا ہے، کوئی مالی اعتبار سے تنگدستی و بے روزگاری سے نبرد آزما ہے......تو کوئی جسمانی خدوخال یا صحت و مرض کے مسائل سے دوچار......کوئی اولاد کا طلبگار ہے تو کوئی اپنی ہی نافرمان اولاد سے نالاں و بیزار ہے اور......کوئی رتبے، مرتبے، اعزاز، مال و متاع، صحت و فراغت، آرام و آسائش کے چھن جانے پر پریشان۔ الغرض ہر انسان کو اپنی زندگی کے کسی نہ کسی مرحلے پر کسی نہ کسی قسم کی پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے یہ معمولی سے لے کر جان لیوا اور تباہ کن پریشانیوں کو شامل ہے. اسلامی نقطہ نظر سے جو مصیبت یا پریشانی ہمیں

پہنچے ہمیں اس پر صبر کرکے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے اجر حاصل کرنا چاہیے۔ آج معاشرتی رویوں کا اگر اس حوالے سے بنظرِ غائر نہیں طائرانہ ہی جائزہ لیا جائے تو ہر دوسرا شخص عدم برداشت، صبر و تحمل کے ناپید ہونے کی وجہ سے معمولی معمولی باتوں پر لڑتا جھگڑتا نظر آتا ہے۔ سڑک پر روز اس کی مثالیں ہم دیکھتے ہیں، مثلاً: غلط سمت سے آنے والا، اوورٹیک کرنے والا، ذراسی بے دھیانی کی وجہ سے ہماری گاڑی سے ٹکرا جانے والا، رش میں غلط انداز سے گاڑی کو پھنسانے والا، ان تمام افعال کا مرتکب یقیناً لائقِ مذمت ہے کہ بسا اوقات وہ بہت زیادہ نقصان کا سبب بنتا ہے۔

مگر اس کے مدِ مقابل ہمارے رویے؟ اللہ کی پناہ! ہم فوراً ایسے لوگوں کے ساتھ گالی گلوچ اور ہاتھا پائی بلکہ مرنے مارنے پر تُل جاتے ہیں۔ رش میں پھنسی ہوئی گاڑیوں کے مسلسل بجتے ہارن جو سمع خراشی کا فریضہ بڑی عمدگی سے سرانجام دیتے ہیں اس کی ایک چھوٹی سی مثال ہے۔ ہماری زندگی کی جو مشکلات دوسروں کی وجہ سے آتی ہیں ان پر صبر کرنے کی بجائے ہم گلے شکوے کرنے اور اگر مصیبت و پریشانی کا سبب بننے والا معاشرے میں کسی خاص مقام کا حامل نہیں اور نہ ہی اس کے پاس کسی قسم کا کوئی اختیار ہے تو پھر اس کو ذلیل و رسوا کرنے اس کے ساتھ ہر قسم کی نازیبا حرکات و اقدامات کرنے سے بھی ہم نہیں چوکتے۔ بلکہ عجیب و غریب معاملہ تو یہ ہے کہ اگر مشیتِ ایزدی سے کچھ ہماری مرضی یا منشاء کے خلاف ہو جائے، ہمارا کوئی پیارا داغِ مفارقت دے جائے یا کوئی اور نعمت زائل ہو جائے تو ہم اللہ تعالیٰ پر بھی اعتراض کرنے سے نہیں چوکتے اور ہمارا یہ مجموعی رویہ ہمارے لیے مشکلات و مصائب میں مزید اضافے کا باعث بنتا ہے۔

وہ مسلمان جسے اس کے رب نے واضح انداز میں ارشاد فرمایا: ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ۝ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۝ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ. **ترجمۂ کنزالایمان:** اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے اور خوشخبری سنا ان صبر والوں کو، کہ جب ان پر کوئی مصیبت پڑے تو کہیں ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا۔ یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی دُرودیں ہیں اور رحمت اور یہی لوگ راہ پر ہیں۔﴾

وہ اس فرمانِ خداوندی پر عمل کرنے کی بجائے شکوہ کناں نظر آتا ہے۔ اس رسول عربی صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلم کا غلام جس پر طائف میں پتھر برسائے گئے وہ زخموں سے چور چور ہوگئے مگر پھر بھی زبان پر ان کے لیے دعائے مغفرت ہی تھی، تھوڑی سی مصیبت پر گالی گلوچ، کوسنے اور ہاتھا پائی پر اتر آتا ہے۔

وہ رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلم جن پر کوڑا کرکٹ پھینکا جاتا تو پھینکنے والی بوڑھی مائی کی عیادت کے لیے جاتے، وہ رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلم جو اپنے چچا امیر حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قاتل کو معاف فرمادیں، ان کا کلیجہ چبانے والی ہندہ کو معافی سے نوازدیں آج ان کا پیروکار کس روش پر گامزن ہے؟

وہ مسلمان جس کے سامنے حضرت ایوب و حضرت یعقوب علیہما السلام کے صبر کی درخشاں مثالیں موجود ہیں آج وہ اس عالی صفات سے عاری نظر آتا ہے۔

بیٹے کی وفات سے دل برداشتہ لوگ نبیِ رحمت صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلم کے بیٹے

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات کے منظر کو یاد کریں۔

مال ومتاع اور صحت کے چھن جانے پر ہر کسی سے شکایت کرنے والے لوگ حضرت ایوب علیہ السلام کے واقعہ کو دیکھیں۔

ظالموں کے مظالم کے شکار، دشمنوں کے نرغے میں پھنسا ہوئے، ان کی ریشہ دوانیوں سے عاجز لوگ حضرت خبیب، حضرت خباب حضرت صہیب اور حضرت بلال رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنہُم پر ہونے والے مظالم کو یاد کریں۔

حکومتی عہدیداران کے عتاب کا شکاران کی سازشوں کا شکار ہونے والے حضرت امام اعظم وامام احمد بن حنبل رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنہُمَا کی عزیمت واستقامت کو یاد کریں۔

کلمۂ حق کی سربلندی کی خاطر جدوجہد کرنے کی پاداش میں پابندِ سلاسل ومصائب امام ربانی مجدد الف ثانی رَحمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیہ کی سیرت سے رہنمائی حاصل کرے۔

الغرض زندگی کے ہر شعبہ میں ہر لمحہ ولحظہ ہمہ اقسام کی پریشانیوں سے دوچار ہر ہر فرد کے لیے تاریخ اسلامی میں بے شمار مثالیں موجود ہیں۔

3...... اثباتِ کرامات

اللّٰہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر اپنی خلافت کا تاج اس کے سر پر سجایا اور اسی ابنِ آدم کو اپنی صفات کا مظہر بھی بنایا۔ بندہ مومن جب اللّٰہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے دنیا ومافیہا سے بیگانہ ہو کر صرف اسی کی بارگاہ کی طرف رجوع کرتا ہے اور فرائض وواجبات کی بجا آوری کے ساتھ ساتھ نوافل کی بھی پابندی کرتا ہے تو اللّٰہ تعالیٰ اسے مقامِ قرب پر فائز فرما کر اپنی صفات کا مظہر بنا دیتا ہے اب اس بندہ مومن کے ہاتھوں ایسے کارنامے سرانجام پاتے ہیں جو عقل و دانش سے ماوراء اور خلافِ

عادت ہوتے ہیں۔ اس بات کو حدیثِ قدسی میں یوں بیان کیا گیا ہے: "ما تقرب الی عبدی بشی احب الی مما افترضته علیه وما یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبه فاذا احببته کنت سمعه الذی یسمع به و بصره الذی یبصر به و یده التی یبطش بها و رجله التی یمشی بها. یعنی: میرے کسی بندے نے میرے فرض کردہ احکام کی بجا آوری سے زیادہ محبوب شے سے میرا قرب حاصل نہیں کیا۔ میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں، جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے، اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے"۔

اس حدیثِ قدسی کے مطابق مقربانِ بارگاہِ الٰہی سے خلافِ عقل واقعات کا صدور ممکن ہے، لیکن ایک طبقہ اس بات سے انکار کرتا ہے ان کے لیے قرآن پاک میں سورۂ نمل میں حضرت سلیمان علیہ السلام اور ملکہ بلقیس کے تخت والے واقعے میں عبرت ہے: چنانچہ قرانِ مجید فرقانِ حمید میں ارشاد ہوتا ہے: ﴿قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ، یعنی، اس نے عرض کی: جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے حضور میں حاضر کر دوں گا ایک پل مارنے سے پہلے۔ پھر جب سلیمان نے تخت کو اپنے پاس رکھا دیکھا، کہا: یہ میرے رب کے فضل سے ہے﴾ ملکہ بلقیس کے منوں من وزنی تخت کو پلک جھپکنے سے پہلے سینکڑوں میل کی دوری سے لے آنا کرامت ہی ہے جسے اللہ

تعالٰی نے قرآن پاک میں بیان فرمایا ہے۔

ذخیرۂ احادیث میں صحابۂ کرام علیھم الرضوان کی بہت سی کرامتوں کا ذکر ملتا ہے۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہ تعالٰی عَنْہ کا مدینہ منورہ سے سرزمین نہاوند پر لڑتے ہوئے لشکر کو ملاحظہ فرما کر ''یا سَارِیَۃُ الْجَبَلَ'' کی صدا لگانا اور حضرت ساریہ کا اس کو سن کر عمل کرنا۔ دریائے نیل کے نام خط کی برکت سے دریا کا رواں ہو جانا اور کبھی خشک نہ ہونا، زمین میں زلزلہ آنے پر صرف کوڑا مار کر اس زلزلے کو ختم کر دینا اس کی چند نظیریں ہیں۔

﴿4﴾...... مدارِ اسلام احادیث

اللہ تعالٰی نے انسانوں کی رہنمائی کے لیے ہر دور میں اپنے مقرب بندوں انبیاورسل کو مبعوث فرمایا جنہوں نے اللّٰہ تعالٰی کے احکامات کو بندوں تک انتہائی ذمہ داری اور خوش اسلوبی کے ساتھ پہنچایا۔ اس سلسلۂ نبوت کو ہمارے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہ تعالٰی عَلَیْہ وَالہ وَسَلَّم پر اللہ تعالٰی نے ختم فرمایا، آپ کی بعثت کے مقصد کو جا بجا قرآن پاک میں بیان کیا گیا، چنانچہ ارشاد فرمایا: ﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ۔

(اٰل عمران: ۱۶۴، پ: ۴)

آپ صَلَّی اللّٰہ تعالٰی عَلَیْہ وَالہ وَسَلَّم نے اس منصب عالی کو بخوبی نبھایا اور احکامات خداوندی کی ایسی عمدہ و دلنشین پیرائے میں تشریح فرمائی کہ وہ صحابہ کے دلوں میں راسخ ہو گئے۔ آپ کے ان فرامین کو احادیث کا نام دیا گیا، رب کریم نے اپنے محبوب کی زبان سے نکلنے والے ہر ہر لفظ کو وحی سے تعبیر فرمایا۔

ارشادِ ربانی ہے: ﴿وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی﴾ اور وہ کوئی

بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے، وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے ﴾

اسی اہمیت کے پیشِ نظر صحابۂ کرام علیھم الرضوان نے تحریری شکل میں احادیث نبویہ کے مجموعے تیار کیے۔ ایک صحابی بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوکر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے فرامین کو تحریر کرتے تھے۔ کچھ لوگوں نے کہا ہر بات نہ لکھا کرو کیونکہ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کبھی جلال میں ہوتے ہیں، تو وہ صحابی لکھنے سے رک گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے استفسار پر ان کی بات عرض کی تو آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس زبان سے صرف حق ہی نکلتا ہے۔

اسلام کے ماننے والوں کو جہاں اور بہت سے فتنوں کا سامنا ہے وہاں فتنۂ انکارِ حدیث بھی لوگوں کو فرامینِ نبوی سے دور کرنے میں مصروفِ عمل ہے اس فتنہ کی طرف ایک حدیث میں آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اشارہ کردیا تھا: چنانچہ ارشاد فرمایا: خبردار! میں نہ پاؤں تم میں کسی کو اپنے تخت پر تکیہ لگائے کہ میرے حکم سے کوئی حکم اس کے پاس آئے جس کا میں نے امر فرمایا یا اس سے نہی فرمائی ہو، تو کہنے لگے: میں نہیں جانتا ہم تو جو کچھ قرآن میں پائیں گے اسی کی پیروی کریں گے۔ (امام احمد، ابوداؤد، ترمذی)

دینِ اسلام کے بہت سے احکامات ایسے ہیں کہ جن کی صحیح تعبیر و تشریح احادیث مبارکہ کے بغیر ممکن ہی نہیں جیسے قرآن کریم میں نماز کی ادائیگی کا مطلق حکم تو دیا گیا ہے مگر اس کے اوقات کی تعیین، ادائیگی کا طریقہ، رکعتوں کی تعداد احادیثِ نبویہ میں بیان کی گئی ہے، اسی طرح دیگر بہت سے اسلامی احکامات کی تعبیر و تشریح احادیثِ نبویہ کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

﴿5﴾......علم کی اہمیت

عقل ودانش حیران وششدر بلکہ نوحہ کناں ہے کہ وہ قوم کہ جس کے نبی صَلَّی اللّٰہ تعالٰی عَلَیْہِ وَالِہٖ وَسَلَّم کی اولین وحی کی ابتداء ہی لفظ ''اِقْرَاْ'' سے ہوئی۔جس میں وحیِ الٰہی کے ذریعے بار بار کائنات میں مظاہر قدرت وفطرت میں غوروفکر کرنے کی دعوت دی گئی۔

وہ قوم جس کے محسن وآقا صَلَّی اللّٰہ تعالٰی عَلَیْہِ وَالِہٖ وَسَلَّم نے اپنی بعثت کا مقصدان الفاظ میں بیان کیا: ''اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّماً''......انہوں نے راہِ علم کے راہی کوراہِ جنت کا راہی بتایا،......جنہوں نے جنگی قیدیوں کی آزادی کوعلم سکھانے سے مشروط کیا،......جن کے تربیت یافتہ اورصحبت یافتہ افراد نے ایک عظیم معاشرتی انقلاب برپا کردیا......جن کے ماننے والے کئی صدیوں تک آسمانِ علم پرمہرو ماہ کی شکل میں جگمگاتے رہے......جہالت کی وادیوں میں بھٹکنے والوں کے لیے مینارہ نور بنے رہے......جن کی علمی موشگافیوں سے خوشہ چینی کرکے مغرب ویورپ نے ترقی کے شاہراہوں پرسرپٹ دوڑنا شروع کردیا۔افسوس آج اسی قومِ مسلم کا علمی فضل وکمال میں نام مٹتا چلا جارہا ہے،آج بین الاقوامی طورپر جہالت کے جس قدر دبیز اندھیروں کی زد میں یہ قوم سرگرداں ہوتی جارہی ہے شاید ہی کوئی اورقوم سرگرداں ہو۔

جن کی تحقیقاتِ علمیہ نے ساری دنیا کونت نئی حقائق سے آگاہی بخشی آج اس قوم کے فرزند شراب وشباب،رقص وسروراورکھیل کود کے اس قدر رسیا ہوچکے کہ ان کے طورو اطوار دیکھ کرمغرب کے باشندے بھی شرمائیں۔

توہم پرستی،خلافِ مذہب رسم ورواج پرقرآن وحدیث کے مقابل اندھا اعتقادوعمل کرنا جہالت ہی کا شاخسانہ ہے،فرقہ واریت وقوم پرستی،لسانی وصوبائی تعصب جوقوم

مسلم کے لیے ناسور بن چکے ہیں اور عالمی طاقتوں کے ہاتھوں میں کھلونا بننے کا ایک بنیادی سبب ہیں نورِ علم سے محرومی کا ہی صلہ ہیں۔

آج ہمیں اپنے معاشرے سے ظلم و جبر،...... ظلم و ناانصافی،...... چوری ولوٹ کھسوٹ،......رشوت وعزت کی پامالی......اور قتلِ ناحق کے واقعات کو مکمل طور پر ختم کرنے کے لیے دین اسلام کی حقیقی تعلیمات کو معاشرے میں عام کرنا بہت ضروری ہے کہ یہ وہی تعلیمات ہیں کہ جنہوں نے ظلمت و جہالت میں ڈوبے ہوئے عرب کو امن وآشتی اور علم کا گہوارہ بنادیا۔اوس وخزرج جیسے بدترین دشمن قبائل کو آپس میں شیر وشکر کردیا،عزتوں کے لٹیروں کو شرم وحیا کا پیکر بنادیا۔

﴿6﴾......اخلاص کی اہمیت

نبی اکرم صَلَّی اللّٰہ تعَالٰی علَیْہ وَاٰلہٖ وَسَلَّم نے ان بے اعتدالیوں سے بچنے کے لیے اپنی تعلیمات کے ذریعے ہماری احسن انداز میں رہنمائی فرمائی ہے،اور''انما الاعمال بالنیات''سے یہ واضح فرمادیا کہ جس نیت سے جو عمل کیا گیا اسی کے مطابق اس کا ثمرہ حاصل ہوگا۔اخلص فی دینک یکفیک العمل القلیل (اپنے دین میں مخلص ہو جاؤ تھوڑا عمل بھی کفایت کرے گا) کے ذریعے رضائے الٰہی کے حصول اور حقیقی خیر خواہی کے جذبے کی تحسین فرمائی۔علیکم بالصدق (تم پر صدق لازم ہے)فان الصدق یھدی الی البروان البر یھدی الی الجنۃ (صدق نیکی کی طرف لے جاتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے) کے اعلان سے صدق وراست گوئی کی اہمیت کو ظاہر وطاہر فرما کر اس کے حصول کے لیے کوشاں رہنے کی ترغیب بھی ارشاد فرمادی۔

لہٰذا انفرادی واجتماعی اعتبار سے ہر عمل میں نیت واخلاص اور صدق وراست گوئی جیسی

صفات کو اگر اپنا لیا جائے تو ہمارا معاشرہ تمام برائیوں سے مکمل طور پر پاک وصاف ہو سکتا ہے۔

﴿7﴾......دنیا کی حقیقت

عالمی منظر نامے پر نظر دوڑائی جائے تو ایک حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ دنیا کے اندر جاری خانہ جنگی اور وحشت و بربریت کی بہیانہ کاروائیاں اقتدار و دولت کے حصول کا ایک ذریعہ ہیں۔ داخلی طور پر انفرادی سطح سے لے کر معاشرے کی اجتماعی کیفیت کا بغور جائزہ لینے سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ تمام معاشرتی و اخلاقی اقدار کی پامالی کے پیچھے جو قوت کارفرما ہے وہ دنیاوی زندگی میں آسائشات و تعیشات کے حصول کا جذبہ ہے۔

دنیاوی مال و دھن کو جمع کرنے کی حرص،......سب سے زیادہ امیر بننے کی خواہش،...... اور اپنا بینک بیلنس بڑھانے کی خواہش کو پورا کرنے کی دوڑ میں ہر طبقہ بلکہ معاشرے کا ہر ہر فرد یوں شریک ہے کہ اس کے لیے حلال و حرام کی تمیز بھی اٹھا دی گئی۔ رشوت، ...... ملاوٹ...... حتی کہ اشیائے خورد و نوش تک میں ناقابلِ استعمال اشیا تک کی ملاوٹ،...... مضرِ صحت بلکہ مردار اشیا تک کی خرید و فروخت،...... دھوکہ دہی،...... ذخیرہ اندوزی،...... ہوشربا مہنگائی...... الغرض کس کس بات کا ذکر کیا جائے یہ حرصِ دنیا و حبِ دنیا ہی کی مرہونِ منت ہے۔

آج کا مسلمان اگر قرآن و احادیث کی تعلیمات سے آگاہی حاصل کرتا تو اسے معلوم ہوتا کہ ربِ کریم نے اس دنیا کی زندگی کو دھوکے کا سامان قرار دیا ہے۔ چنانچہ ﴿وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ، ترجمۂ کنز الایمان: اور دنیا کی زندگی تو یہی دھوکے کا مال ہے﴾ فرما کر

دنیا کے ساز وسامان، آرائش وتعیش کے اسباب کو قلیل وحقیر فرمایا اور آخرت کو بہتر قرار دیا، اور فرمایا ﴿قُلْ مَتٰعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰی۔ ترجمۂ کنزالایمان: تم فرمادو کہ دنیا کا برتنا تھوڑا ہے، اور ڈر والوں کے لئے آخرت اچھی۔﴾ جبکہ دنیاوی زندگی کو لھو ولعب سے یوں تشبیہ دی: ﴿وَمَا هٰذِهِ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَاۤ اِلَّا لَهْوٌ وَّ لَعِبٌ﴾ اور مال ومتاع کے متوالوں، شیدائیوں، اس کی خاطر ہر طرح کی برائیوں کے ارتکاب کو جائز جاننے والوں کو یوں تنبیہ فرمائی: ﴿اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ۔ ترجمۂ کنزالایمان: تمھیں غافل رکھا مال کی زیادہ طلبی نے، یہاں تک کہ تم نے قبروں کا منھ دیکھا۔﴾ اس دنیا کی نعمتوں کو ہی سب کچھ جاننے ماننے والوں اور آخرت سے غافل رہنے والوں کے متعلق ارشاد فرمایا: ﴿بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ۝ وَالْاٰخِرَةُ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰی، ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ تم جیتی دنیا کو ترجیح دیتے ہو اور آخرت بہتر اور باقی رہنے والی۔﴾

نبی اکرم نے ''الدنیا مزرعة الاخرة'' فرما کر دنیا کو آخرت کی کھیتی قرار دیا کہ جو عمل یہاں کروگے آخرت میں اس کی فصل کاٹو گے، کس قدر نادان ہے وہ انسان جو اپنی آخرت کے لیے دھوکے،...... سرکشی،...... قتلِ ناحق،...... ظلم وستم،...... ذخیرہ اندوزی،...... دل آزاری،...... دھوکہ وملاوٹ جیسی برائیوں کی فصل بوتا ہے۔

امام نووی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے اپنی اس کتاب (بستان العارفین) میں نیت کی اہمیت، اخلاص، صدق، مصائب پر صبر، مدارِ اسلام احادیث کی معرفت، علم کی اہمیت اور دنیا کی حقیقت وغیرہ کے حوالے سے آیات قرآنی اور فرامین نبوی کو سہل انداز میں پیش کیا ہے اور بزرگان دین کے اقوال واحوال کے ذریعے عملی نمونہ بھی ہمارے سامنے رکھ دیا ہے۔ یہ کتاب اس بے راہ روی کے دور میں ان صفاتِ عالیہ کے حصول کے لیے بہت معاون ہے۔

پیش لفظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فرمانِ مصطفیٰ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم: ''جو شخص صبح وشام مجھ پر دس دس بار دُرُود شریف پڑھے گا بروزِ قیامت میری شفاعت اُسے پہنچ کر رہے گی۔''

(رسالہ: باحیا نوجوان ص:1، بحوالہ: التَّرغیب وَالتَّرہیب)

محترم قارئینِ کرام! زیرِ نظر کتاب دو عربی کتابوں کے ترجمہ کا مجموعہ ہے ان کے متعلق چند اہم باتیں پیشِ خدمت ہیں۔

﴿1﴾ نُزْهَةُ السَّوِی (تذکرۂ شیخ المحدثین): اس میں آپ شیخ عبدالغنی الدقر کی کتاب ''الامام النووی'' کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں گے، اس کے ترجمہ میں درج ذیل باتوں کا لحاظ رکھا گیا۔

(۱)......یہ ترجمہ مکمل کتاب کا نہیں بلکہ منتخب حصوں کا ہے۔

(۲)......ترجمہ کے لیے ''دارالقلم، دمشق'' کا نسخہ استعمال کیا گیا ہے۔

﴿2﴾ نزهة العارفين: اس میں آپ امام نووی کی کتاب بستان العارفین'' کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں گے، اس کے ترجمہ میں درج ذیل باتوں کا لحاظ رکھا گیا۔

(۱)......یہ ترجمہ مکمل کتاب کا ہے۔

(۲)......ترجمہ کے لیے ''دارالکتب العلمیہ، بیروت'' کا نسخہ استعمال کیا گیا ہے۔

(۳)......لغوی ابحاث وفقہ شافعی کی مسائل کو ترجمہ میں ذکر نہیں کیا گیا۔

معاونین کا شکریہ: مَنْ لَّمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ کے پیشِ نظر یہاں پر ان

تمام احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو اس کارِ خیر میں بندہ کے معاون بنے۔

(۱)......محمد قاسم چشتی صاحب: ان دونوں کتابوں کا ترجمہ انہی کے مدنی مشورہ کی برکت سے ہوا۔علم وعلما سے ان کی محبت کو اللہ تعالی مزید ترقی عطا فرمائے۔

(۲)......مولانا فاروق عامر مدنی عطاری: آپ نے ایک تفصیلی مقدمہ لکھ کر اس کتاب کی اہمیت کو خوب اجاگر کیا۔اللہ تعالی زورِ قلم فرمائے اور زیادہ۔

(۳)......قبلہ مفتی عطاء اللہ نعیمی اور مفتی صدیق ہزاروی صاحب: دونوں بزرگوں نے اس کتاب کے لیے تقریظ لکھ کر کرم فرمایا۔

(۴)......طلبۂ کرام: وہ تمام طلبہ جنہوں نے اس کتاب کی تصحیح میں خوب معاونت فرمائی اور پروف ریڈنگ کی اغلاط کو درست کیا۔

(۵)......مزید ان افراد کا شکریہ ادا کرتا ہوں جن کے تعاون سے یہ کتاب شائع ہو کر آپ کے ہاتھوں میں پہنچ سکی۔ فَجَزَاھُمُ اللّٰہُ خَیْرًا.

نزہۃ السوی کا مختصر تعارف

اس کتاب میں درج ذیل امور زیرِ بحث ہوں گے:

جائے پیدائش ومسکن ونسب......امام نووی کی دمشق آمد......آپ کے شیوخ......امام نووی کا جن مدارس سے تعلق رہا......آپ کی عبادات......کرامات......نیکی کی دعوت، ......تصنیفات......وصال......وغیرہ وغیرہ۔

نزہۃ العارفین کا مختصر تعارف

اس کتاب میں درج ذیل امور زیرِ بحث ہوں گے:

(۱)......دنیا کی حقیقت کا بیان۔

(۲)......اخلاص اور نیت کی اہمیت کا بیان۔

(۳)......ان احادیث کا بیان جو مدارِ اسلام ہیں۔

(۴)......علم کی اہمیت کا بیان۔

(۵)......اسلاف کے خوفِ خدا کا بیان۔

(۶)......احادیث کا مذاق اڑانے والوں کے انجام کا بیان۔

(۷)......اسلاف کے صبر کا بیان۔

(۸)......کرامت کی حقیقت و اثبات کا بیان۔

(۹)......ولی اور صالح کے معنی کا بیان۔

(۱۰)......حضرت ابو مسلم خولانی کا تعارف۔

(۱۱)......اولیا کے مواہب کا بیان۔اس کے علاوہ اور بھی بہت کچھ۔۔۔۔۔۔۔۔

رب تعالی کی بارگاہ میں دعا ہے کہ رب تعالی بندہ کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور اخروی نجات کا ذریعہ بنائے، نیز اسے مؤلف اور قارئین کے لیے فائدہ مند بنائے۔امین

ابوالحسن خضر حیات عطاری مدنی

حال مدرس: جامعۃ المدینہ صحرائے مدینہ ملتان شریف

03006759125

یکم دسمبر 2017 2ربیع الاول1439ہجری

کچھ امام نووی کے بارے میں

شیخ عبدالغنی الدقر کی کتاب ''الامام النووی'' کا تلخیصاً اردو ترجمہ بنام

نُزْهَةُ السَّوِی فِی ترجمةِ الامامِ النووی

المعروف

تلخیص: ابوالحسن خضر حیات عطاری مدنی

حال مدرس: جامعۃ المدینہ صحرائے مدینہ ملتان شریف

جائے پیدائش و مسکن: ''لوگوں کی نسبت ان کے شہروں کی طرف اس لیے کی جاتی ہے کہ شہر کے ذریعے ان کی معرفت حاصل ہو جائے لیکن امام نووی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ کا معاملہ اس کے برعکس ہے کہ شہر کی وجہ سے آپ کی نہیں بلکہ آپ کی وجہ سے شہر کی پہچان ہوتی ہے۔ ''نوا'' کو آپ کی ذات کی وجہ سے یہ شرف حاصل ہے کہ جب تک زمین پر اسلام باقی ہے، جب تک فقہ شافعی، علماءِ شافعی اور علماءِ حدیث دنیا پر باقی ہیں اس وقت تک کے لیے اس شہر کا نام جگمگاتا رہے گا کیونکہ لوگ آپ کو آپ کے نام، کنیت یا لقب سے نہیں بلکہ نسبت سے جانتے ہیں۔ ہر ایک کی زبان پر یہی آتا ہے: امام نووی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ۔

لہٰذا جب تک اسلام، فقہ شافعی، علماءِ شوافع، علماءِ حدیث باقی ہیں آپ کا تذکرہ باقی ہے اور جب تک آپ کا تذکرہ باقی ہے تب تک ''نوا'' کا بھی تذکرہ باقی رہے گا۔

آپ کے آباو اجداد کی ''نوا'' میں آمد: ''آپ کے جدِ اعلیٰ ''حزام''، ''نوا'' تشریف لائے تو یہیں کے ہو کر رہ گئے اور یہیں پر آپ کی اولاد پلی بڑھی حتی کہ اس خاندان کے افراد کی کثرت ہوگئی، ''حزام'' کی چھٹی پشت میں امام نووی ہوئے۔

آپ کا نسب: ابوزکریا یحییٰ ابن الشیخ الزاھد الورع ولی اللّٰہ ابو یحییٰ شرف بن مری بن حسن بن حسین بن محمد بن جمعہ بن الحزام الحزری النووی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ۔

لقب: آپ کا لقب محی الدین ہے، آپ اپنے لیے اس لقب کے استعمال کو ناپسند جانتے تھے۔ آپ کی یہ تواضع وانکساری تھی یا پھر اس لیے کہ دین تو ثابت وقائم ہے کسی کے زندہ کرنے کا محتاج نہیں۔

والدِ محترم: آپ کے والد صاحب شرف بن مری رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ ایک دکان

دار تھے۔علاء الدین بن عطار نے ان کو الشیخ، الزاھد، الورع، ولی اللہ کے القاب سے یاد کیا، جبکہ امام ذہبی رَحْمَۃُ اللہ تعالٰی عَلَیْہ نے ان کو شیخِ مبارک کا خطاب دیا۔
آپ کے والد صاحب کا وصال 685 ہجری میں ہوا اور خلقِ کثیر نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھی جس سے آپ کی شہرت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔
ان کی تاریخ وصال سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی وفات امام نووی رَحْمَۃُ اللہ تعالٰی عَلَیْہ کی وفات کے 9 سال بعد ہوئی اور اس وقت ان کی عمر ستر سال سے زائد تھی۔
امام نووی کی ولادت: آپ رَحْمَۃُ اللہ تعالٰی عَلَیْہ کی ولادت ''نوا'' میں 631 ہجری کو محرم کے پہلے یا دوسرے عشرے میں ہوئی۔
ابتدائی تربیت: ''آپ رَحْمَۃُ اللہ تعالٰی عَلَیْہ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد صاحب سے حاصل کی، جب آپ کی عمر سات سال کی ہوئی تو یہ واقعہ پیش آیا کہ آپ 27 رمضان المبارک کی شب اپنے والد صاحب کے قریب سو رہے تھے، اچانک آدھی رات کو آپ بیدار ہوگئے اور اپنے والد صاحب کو جگا کر فرمانے لگے: ابا جان! یہ روشنی کس چیز کی ہے؟ اس نے تو سارے گھر کو روشنی سے بھر دیا ہے۔
سارے گھر والے جاگ گئے، لیکن امام نووی رَحْمَۃُ اللہ تعالٰی عَلَیْہ کے علاوہ کسی کو بھی کوئی چیز نظر نہ آئی۔ آپ کے والد صاحب رَحْمَۃُ اللہ تعالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: (علامات سن کر) مجھے یہ بات معلوم ہوگئی کہ وہ ''لیلۃ القدر'' کی روشنی تھی۔
جب آپ کی عمر دس سال کی ہوئی تو آپ کے والد صاحب نے آپ کو اپنے ساتھ دکان پر کھڑا کرلیا لیکن خرید و فروخت میں مشغولیت نے آپ کو قرآن پاک کی تلاوت سے غافل نہ کیا۔

یہ بچہ اپنے زمانہ میں سب سے بڑا عالم اور زاہد ہوگا: ایک بار شیخ یاسین بن یوسف مراکشی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ آپ کے شہر "نوا" تشریف لائے، اس وقت امام نووی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ کی عمر دس سال تھی۔ شیخ مراکشی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ نے دیکھا کہ بچے امام نووی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ کو اپنے ساتھ کھیلنے پر مجبور کر رہے ہیں۔ جبکہ آپ ان کے مجبور کرنے کی وجہ سے روتے ہوئے ان کے آگے بھاگ رہے ہیں اور اس حال میں بھی ان کی زبان پر تلاوتِ قرآن جاری ہے۔

شیخ مراکشی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ نے جب یہ منظر دیکھا ان کے دل میں آپ کی محبت نے گھر کر لیا لہذا جو استاد امام نووی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ کو قرآن پڑھاتے تھے ان کے پاس گئے اور فرمایا مجھے امید ہے کہ یہ بچہ اپنے زمانہ میں سب سے بڑا عالم اور زاہد ہوگا اور لوگ اس سے مستفید ہونگے۔ استاد نے کہا: کیا آپ نجومی ہیں؟ شیخِ مراکشی نے فرمایا: میں نجومی تو نہیں ہوں لیکن یہ بات اللّٰہ تعالیٰ نے مجھ سے کہلوائی ہے، آپ کے استاد صاحب نے یہ واقعہ آپ کے والد صاحب کو بتایا۔

امام نووی کی دمشق آمد: امام نووی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ کے سیرت نگاروں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ 649 ہجری میں آپ کے والد صاحب نے آپ کو 18 سال کی عمر میں تحصیلِ علم کی خاطر دمشق بھیجا۔ اس وقت دمشق علما کا مرکز تھا اور اطرافِ عالَم سے تحصیلِ علم کی خاطر طلبہ دمشق کا رخ کرتے تھے۔

دمشق بطور علمی مرکز: دمشق کی طرف علما و طلبہ کا کس قدر رجحان تھا اس کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ علامہ ابنِ عساکر رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ نے دمشق کے علماء، ادبا، عالم شعرا، اس شہر میں تشریف لانے والے اور اس شہر کے پاس سے گزرنے

والوں کے تذکرہ پر تاریخِ دمشق تحریر کی تو اس کی اسّی (80) جلدیں بن گئیں۔

دمشق میں آپ کے اولین شیخ: دمشق پہنچ کر امام نووی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ کی سب سے پہلے یہ کوشش ہوئی کہ ان کو کسی متبحر عالمِ دین کی صحبت حاصل ہو جائے اور رہنے کے لیے کوئی ٹھکانا بھی مل جائے۔ دمشق میں دوسرے شہروں سے آنے والے مسافر طلبہ کی یہ عادت تھی کہ وہ دمشق کی کسی مسجد کا رخ کرتے تاکہ وہاں عارضی طور پر رہائش اختیار کرسکیں، اسی عادت کے پیشِ نظر امام نووی بھی ''جامع مسجد الکبیر'' میں پہنچے۔

آپ کی دمشق میں سب سے پہلی ملاقات جامع مسجد اموی کے امام وخطیب جمال الدین عبد الکافی بن عبد الملک ربعی دمشقی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ سے ہوئی۔ انہوں نے جب امام نووی کے عظیم مقصد اور علم سیکھنے کے جذبہ کو ملاحظہ کیا تو ان کو مفتی شام تاج الدین عبد الرحمان بن ابراہیم المعروف امام فرکاح رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ کی بارگاہ میں بھیج دیا۔ علامہ نووی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ امام فرکاح کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور ایک عرصہ تک آپ سے علمِ دین حاصل کرتے رہے، لہذا یہ امام نووی کے پہلے شیخ کہلائے۔ شیخ فرکاح رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ کے پاس علم حاصل کرتے ہوئے آپ کے پاس رہنے کے لیے کوئی جگہ نہ تھی جب کہ اس وقت کے دیگر طلبہ کے پاس کوئی نہ کوئی رہنے کی جگہ ہوتی تھی۔ آپ نے اپنے شیخ سے رہائش کی جگہ کا عرض کیا لیکن اس وقت شیخ فرکاح رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ کے پاس جو مدرسہ تھا اس میں طلبہ کی رہائش کے لیے کمرے نہ تھے جہاں آپ رہائش اختیار کرتے، اس لیے آپ کے شیخ نے مزید علم حاصل کرنے کے لیے آپ کو کمال اسحاق مغربی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ (جو کہ رواحیہ میں تھے ان) کی بارگاہ میں بھیج دیا۔ امام نووی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ ان کی بارگاہ میں حاضر

ہوگئے اور ان سے علمِ دین حاصل کرنے لگے، شیخ اسحاق رَحْمَۃُ اللہ تعالٰی عَلَیْہ نے اپنے مدرسہ میں امام نووی رَحْمَۃُ اللہ تعالٰی عَلَیْہ کو نہایت اعلیٰ طرز کا کمرہ بنوا کر دیا۔

زیارتِ حرمین شریفین: دمشق میں آنے کے دو سال بعد یعنی 651 ہجری میں آپ نے اپنے والد صاحب رَحْمَۃُ اللہ تعالٰی عَلَیْہ کے ساتھ حجِ بیت اللہ کی سعادت حاصل کی اس وقت آپ کی عمر 20 سال تھی۔ اس سفر میں آپ مدینہ منورہ میں بھی حاضر ہوئے اور ڈیڑھ ماہ تک یہاں برکتیں، رحمتیں سمیٹتے رہے، بعض حضرات کے مطابق امام نووی رَحْمَۃُ اللہ تعالٰی عَلَیْہ نے اس حج کے بعد ایک اور حج کی بھی سعادت حاصل کی۔

تحصیلِ علم میں مشغولیت کا عالم: امام نووی رَحْمَۃُ اللہ تعالٰی عَلَیْہ نے جب مدرسہ دوامیہ میں کچھ وقت گزار لیا اور آپ کا دل وہاں مطمئن ہوگیا تو تحصیلِ علم میں اپنے دل اور عقل کے ساتھ اس انداز میں مشغول ہوئے کہ آپ کے علمی مشاغل لوگوں کے لیے مثال بن گئے۔

دو سال تک پیٹھ زمین پر نہ لگائی: آپ رَحْمَۃُ اللہ تعالٰی عَلَیْہ خود فرماتے ہیں میں تحصیلِ علم میں اس قدر مشغول ہوگیا کہ دو سال تک میں نے اپنی کروٹ زمین کے ساتھ نہ لگائی۔ امام ذہبی کے مطابق آپ رَحْمَۃُ اللہ تعالٰی عَلَیْہ دن رات علمی مشاغل میں مصروف رہتے صرف غلبۂ نیند کے وقت آرام فرماتے حتی کہ اپنے تمام اوقات کو پڑھنے، لکھنے، مطالعہ کرنے اور شیوخ کے پاس آنے جانے میں صرف کرتے۔

راہ چلتے بھی مطالعہ: علامہ قطب یونینی کے مطابق دن ہو یا رات ہر وقت آپ تحصیلِ علم میں مشغول رہتے حتی کہ راستہ میں آتے جاتے بھی آپ کسی کتاب کے مطالعہ میں یا پھر یاد کی ہوئی علمی باتوں کی تکرار میں مصروف رہتے چھ سال آپ نے اسی حالت

میں گزارے۔آپ رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ سے نیند کے بارے میں کسی نے سوال کیا تو فرمایا: جب مجھ پر نیند کا غلبہ ہوتا تو میں ایک لمحہ کے لیے ٹیک لگاتا اور پھر فوراً ہی بیدار ہو جاتا۔علما فرماتے ہیں:''جب آپ نیند سے بیدار ہوتے تو بہت زیادہ پریشان ہوتے گویا کسی نے سوتے میں آپ کی کوئی قیمتی چیز چرا لی ہو۔''مفتاح السعادۃ میں ہے:''علم وعمل میں مصروفیت کے سبب آپ راتیں جاگ کر گزارتے۔''

علم کی شان ہی یہی ہے کہ اس پر بندہ اپنا سب کچھ نچھاور کردے کیونکہ ایمان کے بعد سب سے اعلیٰ وارفع عبادت علم حاصل کرنا ہے۔قرآن مجید میں 90 سے زائد مرتبہ علم کا مختلف معنیٰ میں ذکر فرمایا گیا.

چند آیات ملاحظہ ہوں: ﴿1﴾......**علم والے ہی متقی ہیں:**

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا۔(پارہ:۲۲،فاطر:۲۸)

ترجمہ کنزالایمان: اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔

﴿2﴾......**جاننے والے اور انجان برابر نہیں:**

ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ۔(پارہ:۲۳،الزمر:۹)

ترجمہ کنزالایمان: کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان؟

﴿3﴾......**علم والوں کے درجے بلند ہوں گے:**

یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ۔ (پارہ:۲۸،المجادلۃ:۱۱)

ترجمہ کنزالایمان: اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا۔

﴿4﴾......**فرشتوں کے پر:** علم کی شان و عظمت پر احادیث نبویہ اور صحابہ کرام کے اقوال بے شمار ہیں ایک حدیث مبارک ملاحظہ ہو: ''طالب علم کے عمل سے خوش ہو کر فرشتے اس کے لیے اپنے پر بچھا دیتے ہیں۔''

ساڑھے چار ماہ میں کتاب ''التنبیہ'' حفظ کرلی: تحصیلِ علم میں آپ کی مشغولیت کا یہ عالم تھا آپ نے علامہ ابو اسحاق شیرازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی کتاب ''التنبیہ'' ساڑھے چار ماہ میں حفظ کرلی اور سال کے بقیہ حصہ میں آپ نے ابو اسحاق کی ''المھذب'' کا چوتھائی حصہ حفظ کرلیا۔

امام نووی کے روزانہ کے اسباق: آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ ہر روز 12 اسباق پڑھا کرتے تھے: (1،2)......2 درس ''الوسیط'' کے، (3)......ایک درس ''المھذب'' کا (4)...... ایک درس ''الجمع بین الصحیحین'' کا، (5)......ایک درس ''صحیح المسلم'' کا، (6)......ایک درس ''اللمع لابن جنی'' کا علم نحو کے متعلق، (7)......ایک درس علامہ ابن سکیت کی ''اصلاح المنطق'' کا، (8)...... ایک درس علم صرف کا، (9)......ایک درس علمِ اصولِ فقہ کا، (10)......ایک درس ابو اسحاق کی ''اللمع'' کا یا فخر الرازی کی ''المنتخب'' کا، (11) ......ایک سبق اسماء الرجال کا اور (12)......ایک سبق علم عقائد کا۔

امام نووی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''میں ان تمام اسباق میں مشکل عبارات کی شرح اور عبارت کی وضاحت لکھتا مزید لغوی ابحاث کو بھی تحریر کرتا، اللّٰہ تعالیٰ نے میرے وقت میں برکت دے کر مجھے خوب نوازا۔

امام نووی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ ہر روز 12 اسباق اپنے مشائخ کے پاس شرح اور تصحیح کے

ساتھ پڑھتے اس کے ساتھ ان کے متعلقات کی شرح و وضاحت بھی کرتے اس کام کے لیے کم از کم بارہ گھنٹے ضروری ہیں۔

پھر آپ ان اسباق کا تکرار کرتے اور جن امور کو یاد کرنا ضروری ہوتا ان کو یاد کرتے لہذا اس کے لیے بھی کم از کم 12 گھنٹے ضروری ہیں، لہذا 24 گھنٹے ہوئے۔

لیکن آپ سوتے کب ہوں گے؟

کھاتے کب ہوں گے؟

عبادات کب کرتے ہوں گے؟

اور رات میں تہجد کب ادا کرتے ہوں گے؟

حالانکہ یہ بات معروف ہے کہ آپ عبادات بھی بھرپور انداز میں کیا کرتے تھے۔

ان تمام امور کو 24 گھنٹوں کے اندر کر لینا اس بات پر دلیل ہے کہ اللہ عزوجل کا آپ پر خصوصی فضل و کرم تھا اور آپ کے وقت میں بے انتہاء برکت تھی کہ آپ دو دن کا کام ایک دن میں اور دو سالوں کا کام ایک سال میں کر لیتے تھے۔

امام نووی کے اساتذہ کا بیان

جب تک کسی عالم کے اساتذہ معلوم نہ ہوں اس وقت تک اس عالم کے علم کو کوئی اہمیت حاصل نہیں ہوتی کیونکہ اساتذہ ہی سے علم وعلما کے علمی نسب کا پتہ چلتا ہے۔ کسی عالم کے اساتذہ کا معلوم نہ ہونا نہایت قبیح ہے کیونکہ آدمی کے اساتذہ اس کے دینی آباؤ اجداد ہوتے ہیں، اس کے اور ربّ تعالیٰ کے مابین وسیلہ ہوتے ہیں، اسی لیے بندہ کو حکم ہے کہ وہ اپنے شیوخ کے لیے دعا کرے، ان کے ساتھ خیر خواہی کرے، ان کی جائز تعریف کرے اور ان کا شکریہ ادا کرے۔

امام نووی نے جن علوم کو حاصل کیا ان میں آپ کے متعدد شیوخ ہیں۔ خاص طور پر علمِ فقہ اور علمِ حدیث میں آپ کے متعدد شیوخ ہیں اور علمِ فقہ وحدیث ہی کے سبب آپ اپنے زمانہ کے امام بنے۔

علمِ فقہ میں آپ کے اساتذہ

﴿1﴾...... مفتیِ شام تاج الدین فزاری المعروف شیخ فرکاح رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ ، یہ آپ کے سب سے پہلے شیخ ہیں۔

﴿2﴾...... الشیخ الکمال اسحاق مغربی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ ، ان کے بارے میں امام نووی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ خود فرماتے ہیں: میں نے ان کی بارگاہ میں حاضری کو اپنے اوپر لازم کرلیا، جب انہوں نے میرے علم میں مشغول ہونے اور لوگوں کے ساتھ میل جول کے نہ ہونے کو دیکھا تو مجھ سے بے حد محبت فرمانے لگے اور مجھے اپنے حلقۂ علم میں درس کا تکرار کرنے کے لیے مقرر فرمادیا۔

﴿3﴾...... مفتیِ دمشق عبدالرحمٰن بن نوح رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ۔

﴿4﴾......عمر بن اسعد اربلی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ۔

﴿5﴾......ابوالحسن سلار بن حسن اربلی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ۔

علمِ حدیث میں آپ کے اساتذہ وشیوخ

﴿1﴾......ابراہیم بن عیسیٰ مرادی اندلسی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ۔ ان کے بارے میں امام نووی خود فرماتے ہیں: میں آپ کی بارگاہ میں دس سال تک حاضر رہا لیکن میں نے آپ سے کوئی خلافِ شرع کام سرزد ہوتے نہ دیکھا۔

﴿2﴾......ابواسحاق ابراہیم بن ابوحفص عمر بن مضر واسطی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ۔

﴿3﴾......زید الدین ابوالبقاء خالد بن یوسف بن سعد نابلسی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ۔

﴿4﴾......رضی بن برھان رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ۔

﴿5﴾......عبدالعزیز بن محمد انصاری حموی، شافعی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ۔

﴿6﴾......زید الدین ابوالعباس بن عبدالدائم مقدسی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ۔

﴿7﴾......ابوالفرج عبدالرحمن بن ابوعمر مقدسی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ۔

﴿8﴾......قاضی القضاۃ، عماد الدین، ابو الفضائل عبد الکریم بن عبد الصمد حرستانی خطیب خطیبِ دمشق رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ۔

﴿9﴾......تقی الدین ابومحمد اسماعیل بن ابواسحاق ابراہیم رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ۔

﴿10﴾......جمال الدین ابوزکریا یحییٰ بن ابوالفتح صیرفی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ۔

علمِ اصول میں آپ کے استاذ

امام نووی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ نے بہت سے علما سے علمِ اصولِ فقہ حاصل کیا ان میں سے سب سے زیادہ مشہور قاضی ابوالفتح عمر بن بندار ابن عمر رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ، ہیں۔

ان کے پاس آپ نے امام رازی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ کی کتاب ''المنتخب'' اور امام غزالی کی کتاب ''المستصفی'' کا کچھ حصہ پڑھا۔

علم نحو ولغت میں آپ کے اساتذہ

﴿1﴾......شیخ احمد بن سالم مصری رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ.

﴿2﴾......امام النحو ابن مالک رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ.

﴿3﴾......شیخ الفخر مالکی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ. ان کے پاس ابن جنی کی ''اللمع'' پڑھی۔

﴿4﴾......شیخ احمد بن سالم مصری رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ. ان کے پاس آپ نے ابن سکیت کی کتاب ''اصلاح المنطق۔'' پڑھی۔

امام نووی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ بطورِ فقیہ

آپ رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ فقیہ بنے تاکہ علمِ فقہ کے ذریعے اللّٰہ تعالٰی کا تقرب حاصل ہو، مزید یہ کہ علمِ فقہ سے بندے کو خود بھی فائدہ ملتا ہے اور دیگر افراد کو بھی۔

فقہ بہت ہی بلند رتبہ اور عالی شان علم ہے اس علم کے ذریعے علما و صلحا اللّٰـــــہ و رسول کی مخالفت سے بچتے ہیں اور قیامت کے حساب سے امان میں رہتے ہیں، علم فقہ عبادت بھی ہے اور ذکر بھی۔

حضرت ابودرداء رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے، فرمایا: '' ما نحن لولا کلمات الفقهاء. اگر فقہا کے ارشادات نہ ہوتے تو ہم بھی نہ ہوتے۔

اور حضرت عطاء سے مروی ہے: '' ذکر کی مجالس تو وہ ہیں جن میں حلال وحرام کا بتایا جاتا ہے، جن میں یہ بتایا جاتا ہے بیع وشراء کس طرح کریں،......روزہ و نماز کس طرح ادا کریں،......نکاح وطلاق کے معاملات کیسے سرانجام دیں،......حج اور دیگر عبادات

کس طرح ادا کریں۔

امام نووی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اپنے زمانہ کے کبار فقہاء سے علم فقہ حاصل کیا۔ مختصر عرصہ میں آپ نے علمِ فقہ میں خوب مہارت حاصل کی، فقہ کے قواعد و اصول کی معرفت حاصل کی، حتی کہ علمِ فقہ کے دلائل کی معرفت میں آپ نے ہم عصر علما پر فوقیت حاصل کر لی۔ عوام وخواص میں آپ ایک ماہر فقیہ کی حیثیت سے جانے پہچانے جانے لگے حتی کہ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ شافعی مذہب میں اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم بن گئے، اطراف عالم میں آپ کا چرچہ ہونے لگا، طلبہ وعلما آپ کی کتابوں پر اعتماد کرتے ہوئے ان سے استفادہ کرنے لگے، آپ کی کتب سے استفادہ کرنے کا عمل اس وقت سے آج تک مسلسل جاری ہے۔

امام نووی کی فقاہت کے متعلق ائمہ کے اقوال

﴿1﴾......امام اسنوی طبقات میں فرماتے ہیں: ''علامہ نووی محرِّرِ مذہب، مہذِّبِ مذہب، منقّحِ مذہب اور مرتّبِ مذہب تھے۔

﴿2﴾......علامہ ابنِ کثیر کہتے ہیں: ''آپ شیخ المذہب اور اپنے زمانے کے سب سے بڑے فقیہ تھے۔

﴿3﴾......امام ذہبی فرماتے ہیں: ''معرفتِ مذہب میں علامہ نووی بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں۔

﴿4﴾......قاضی محمد بن عبدالرحمن عثمانی فرماتے ہیں: ''امام نووی شیخ الاسلام، گروہِ شافعیہ کی برکت، محیِ مذہب اور منقح مذہب تھے۔

﴿5﴾......علامہ ابو العباس بن ہاشم فرماتے ہیں: ''امام نووی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ

علامہ، حافظ، فقیہ، مذہب کو تحریر کرنے والے، اسے مہذب کرنے والے اور مرتب کرنے والے تھے۔

﴿6﴾......علامہ ابن عطار فرماتے ہیں: امام نووی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه مذہب شافعی کے قواعد اور اصول و فروع کے حافظ تھے۔ اسی طرح آپ صحابہ و تابعین کے مذاہب، علما کے اختلاف و اجماع کے بھی حافظ تھے۔

﴿7﴾......امام جعفر ادفوی فرماتے ہیں: ''ایک مرتبہ امام نووی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه سے کسی نے کتاب ''الوسیلہ'' کی نقل میں اختلاف کیا، تو آپ نے فرمایا: تم مجھ سے ''الوسیلہ'' کے بارے میں جھگڑا کرتے ہو؟ حالانکہ میں نے اس کا چارسو مرتبہ مطالعہ کیا ہے۔''

امام نووی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه علم کے شہسوار ہونے کے باوجود علمی گفتگو میں جھگڑے کو اچھا نہیں سمجھتے تھے اور نہ ہی ایسا کرنے والوں کو پسند فرماتے، اگر کوئی علمی گفتگو میں جھگڑا کرتا تو آپ اس کو نظر انداز کرتے ہوئے اس سے روگردانی فرماتے تھے۔

فقہا کے اقوال کے متعلق ہنگامہ آرائی کرنے اور علمی ابحاث میں شور وغل کرنے سے کوسوں دور رہتے، آپ اپنے مؤقف کو ظاہر کرنے کے لیے سنجیدگی و وقار سے بھرپور کلام فرمایا کرتے تھے۔

امام ذہبی سیر النبلاء میں فرماتے ہیں: ''وسعتِ علمی میں امام نووی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه کا کوئی مثل نہ تھا، آپ (علمی ابحاث میں) جھگڑا کرنے کو اچھا نہ سمجھتے، بحث میں بے جا مبالغہ نہ فرماتے، جھگڑا کرنے والوں سے آپ کو اذیت پہنچتی تو آپ ان سے اِعراض فرمالیتے۔

امام نووی بطورِ محدث

علما کا اس بات پر اجماع ہے کہ کتاب اللہ کے بعد حدیث سب سے افضل ہے بلکہ قرآن پاک میں کئی ایسے احکام ہیں، (مثلاً خصوص وعموم اور ناسخ ومنسوخ) جو حدیثِ رسول کے بغیر واضح نہیں ہو سکتے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ۔	ترجمہ کنز الایمان: اور اے محبوب! ہم نے تمہاری طرف یہ یادگار اتاری کہ تم لوگوں سے بیان کردو جوان کی طرف اترا اور کہیں وہ دھیان کریں۔
(پارہ:۱۴، النحل:۴۴)	

محدثین کرام نے پہلی صدی سے ہی حدیث کی تنقیح اس کے صحیح وحسن وضعیف ومعضل وموضوع ہونے کی تحقیق میں اپنی ساری کوششیں صرف فرمادیں۔

امام بخاری رَحْمَةُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے چھ لاکھ احادیث میں سے غیر مکرر چار ہزار احادیث کو اپنی صحیح میں نقل فرمایا اور اسی کی مثل امام مسلم رَحْمَةُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے بھی کیا جبکہ امام احمد بن حنبل رَحْمَةُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ساڑھے سات لاکھ احادیث میں سے اپنی مسند میں صرف تین ہزار احادیث نقل فرمائیں۔

ہر زمانے میں محدثین علمِ حدیث میں خدمات سرانجام دیتے رہے اور آٹھویں صدی ہجری میں ابنِ صلاح، امام نووی، امام ذہبی اور حافظ ابنِ حجر عسقلانی شارحِ بخاری کی مثل محدثین رَحْمَةُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِم نے احادیث کی شرح وتصحیح میں خوب جدوجہد فرمائی۔

لیکن ان محدثین میں امام نووی رَحْمَةُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو ممتاز حیثیت حاصل ہے کہ آپ

اس امت کے فقیہ ہیں اور ایسا بہت ہی کم ہوتا ہے کہ کسی عالم کو علمِ فقہ و علمِ حدیث دونوں ہی میں مہارت حاصل ہو۔

آپ رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ کے شاگرد ابن عطار فرماتے ہیں کہ میں نے بخاری،...... مسلم،...... ابوداؤد،...... ترمذی...... اورنسائی، امام نووی رَحْمَۃُ اللّٰہ تعالٰی علَیْہ کی قرأت سے سماعت کیں۔ جبکہ موطا امام مالک،...... مسند شافعی،...... مسند احمد بن حنبل،...... مسند دارمی،...... مسند ابوعوانہ،...... مسند ابویعلیٰ موصلی،...... سنن ابن ماجہ،...... سنن دارقطنی،...... سنن بیہقی،...... شرح السنہ للبغوی،...... معالم التنزیل للبغوی،...... کتاب الانساب،...... الخطب النباتیہ،...... رسالہ قشیریہ،...... عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی،...... آداب السامع والراوی للخطیب،...... وغیرہ کتب امام نووی کے خط سے نقل کیں۔

امام نووی نے مشہور کتب احادیث کو اسناد عالیہ کے ساتھ ان کے مصنفین سے روایت فرمایا ہے۔

امام نووی کے متعلق محدثین کے تاثرات

﴿1﴾......امام ذہبی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہی: ’’امام نووی گروہ محدثین کے سردار ہیں۔

﴿2﴾......علامہ ابنِ عطار رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ’’آپ ’’حافظ الحدیث‘‘ تھے، احادیث کی صحیح وضعیف اقسام، ان کے غریب الفاظ و درست معانی اور ان سے حاصل ہونے والے فقہی مسائل کو جاننے والے تھے۔

امام نووی اور حدیث کی فقاہت

ہر زمانے میں زیادہ تر محدثین کا یہی طریقہ رہا کہ وہ احادیث کو جمع کرنے اور ان کے

راویوں کے حالات جاننے کا خوب اہتمام فرماتے اور حدیث کی سندِ عالی میں سبقت لے جانے کی کوشش فرماتے اور جب کسی حدیث کی سند کا اتصال کم راویوں کے ساتھ سرکار صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تک پہنچ جائے تو سرکار صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے قریب ہو جانے کے سبب وہ حدیث قیمتی ہو جاتی ہے، ایسی اسناد محدثین کے لیے سرمایہ افتخار ہوتی ہیں حتی کہ اس کی جستجو میں محدثین اپنی تمام عمر صرف کر دیتے ہیں، لیکن جب ان سے کسی حدیث کی فقاہت کے متعلق سوال کیا جائے تو کوئی معقول جواب نہیں دے سکتے۔''

امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''اگر امام شافعی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ نہ ہوتے تو حدیث کی فقاہت کو پہچاننا ہمارے لیے ناممکن ہوتا۔'' غور فرمایئے کہ یہ امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ فرما رہے ہیں حالانکہ آپ ''محدثِ دنیا'' ہیں۔ لیکن امام نووی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ نے علمِ حدیث میں محدثین کے مذکورہ طریقہ کار کو اختیار نہ فرمایا بلکہ ضروری امور کی معرفت کے بعد آپ حدیث کی فقاہت کی طرف توجہ فرماتے، فقہِ حدیث میں آپ کے متعدد شیوخ ہیں جن میں سے ایک شیخ محقق ابو اسحاق ابراہیم بن عیسٰی اندلسی بھی ہیں۔

امام نووی سے احادیث لینے والے

﴾1﴿......ابن عطار رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''امام نووی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ سے علما و حفاظ کی ایک بہت بڑی تعداد نے حدیث لی۔''

﴾2﴿......امام ذہبی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''آپ سے ابن ابو الفتح، المزی اور ابن عطار نے احادیث لی ہیں۔''

﴿3﴾......امام سبکی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''امام نووی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ سے ہمارے شیخ المذی نے احادیث لی ہیں۔

﴿4﴾......ابوالحسن عطار رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''محدث ابوالعباس احمد بن فرح رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ امام نووی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ کے پاس منگل اور ہفتہ کے دن آتے تھے، آپ ایک دن بخاری کی اور ایک دن مسلم کی شرح فرماتے۔

﴿5﴾......امام نووی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ کے پاس الرشید اسماعیل بن معلم حنفی نے امام طحاوی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ کی شرح معانی الاثار پڑھی۔

﴿6﴾......آپ رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ سے ابوعبداللہ محمد بن ابوالفتح حنبلی نے احادیث کی سماعت کی۔

امام نووی کا عقائد میں مذہب

علمِ کلام میں امام نووی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ کا کوئی معین شیخ معلوم نہیں ہے، اگرچہ کہ عالمِ شرعی کے لیے ضروری ہے کہ وہ عقائد کے متعلق علما کی کتب کو جاننے والا ہو، لہٰذا خیال یہی ہے کہ آپ نے یہ علم کسی ماہر سے ضرور پڑھا ہوگا۔

عقائد میں آپ متقدمین کے مذہب پر ہیں لیکن بسا اوقات آپ متاخرین کے طرز پر تاویلات بھی فرماتے ہیں۔

امام یافعی اور تاج الدین سبکی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ آپ ''اشعری'' تھے۔

امام ذہبی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: صفاتِ سمعیہ میں آپ کا مذہب سکوت تھا لیکن بسا اوقات شرح مسلم میں آپ ان کی تاویل بھی فرماتے ہیں۔

علمِ کلام میں آپ نے ایک رسالہ بھی تحریر فرمایا ہے جس کا نام آپ نے ''المقاصد'' رکھا۔

امام نووی بطور عالمِ لغت

کوئی بھی شخص جب تک عربی لغت مثلاً علمِ نحو وعلمِ صرف اور علمِ اشتقاق وعلمِ معانی میں مہارت حاصل نہ کرلے اس وقت تک وہ قرآن وحدیث کی فہم، ان سے مسائل کے استخراج، ائمہ متقدمین بلکہ ائمہ متاخرین کے کلام کی فہم پر بھی قادر نہیں ہوسکتا۔

امام نووی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنی کتاب'' تھذیب الاسماء و اللغات '' کے مقدمہ میں فرماتے ہیں: ''لغت عرب کا نہایت اعلیٰ مقام ہے کیونکہ اس کے ذریعے قرآن و حدیث کی سمجھ آتی ہے۔''

امام نووی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ نے مذہب شافعی کی چھ بڑی اور معتمد فقہی کتب(۱) ......مختصر المزنی،(۲)......ابواسحاق شیرازی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ کی ''المھذب''،اور(۳)......''التنبیہ''،(۴)......امام غزالی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ کی ''الوسیلہ''،(۵)......''الوجیز''اور(۶)......''الروضۃ''میں موجود مشکل اسماو لغات کی وضاحت کے لیے'' تھذیب الاسماء و اللغات '' کے نام سے نہایت شاندار کتاب تالیف فرمائی۔

اسی طرح آپ رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فقہ شافعی کی کتب میں موجود مبہم الفاظ کی تشریح کے لیے'تحریر التنبیہ'' کے نام سے کتاب تحریر فرمائی۔

یہ دونوں کتابیں امام نووی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ کی علمِ لغت میں مہارت کوخوب واضح کرتی ہیں کہ اس زمانے میں علمِ لغت میں بھی آپ بے مثل تھے۔

علامہ ابن قاضی شہبہ اپنی کتاب'طبقات النحاۃ و اللغویین ''میں فرماتے ہیں:

''ابوزکریانووی ،فقیہ، حافظ الحدیث، شیخ الاسلام، صاحب تصانیف مشہورہ اورلغت و نحو کے امام تھے۔''

امام نووی کی علمِ طب میں مشغولیت

امام شافعی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ کاارشاد ہے: ''حلال وحرام کے علم کے بعدسب سے عمدہ علم علمِ طب ہے، لیکن اہلِ کتاب اس علم میں ہم پر غالب آ گئے ہیں۔''

امام شافعی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ کے مذکورہ فرمان کے سبب علامہ نووی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ نے علمِ طب سیکھنے کا ارادہ فرمایا،لیکن آپ کا مزاج صرف اُس علم کو سیکھنے پر آمادہ ہوا جو بروزِ قیامت نجات کا ذریعہ بنے مثلاً علومِ دینیہ اوروہ علم جو علومِ دینیہ کو سیکھنے کا سبب بنیں۔یہی وجہ ہے کہ جب آپ نے علمِ طب کو سیکھنے کا ارادہ فرمایا تو آپ نے دل میں اندھیرا محسوس کیا اورآپ کو اس سے نفرت ہوگئی۔

مذکورہ معاملہ کے بارے میں امام نووی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ خودفرماتے ہیں: ''میرے دل میں علمِ طب سیکھنے کا خیال آیا تو میں نے علامہ ابن سینا کی کتاب ''القانون'' خرید لی اورعلمِ طب سیکھنے کا پختہ ارادہ کرلیا۔اس ارادے کے سبب میرے دل پر اندھیرا چھا گیا کئی دن اس حال میں گزرے کہ میں کسی بھی نیک کام کو دل جمعی سے نہ کرسکا، میں نے اس معاملہ میں غوروفکر کیا کہ میرے دل پر یہ اندھیرا کس وجہ سے چھا گیا ہے؟ تو اللّٰہ تعالٰی نے میرے دل پر یہ بات القاء فرمائی کہ علمِ طب سیکھنے کی نیت کی وجہ سے یہ معاملہ پیش آیا ہے۔لہذا میں نے فوراً مذکورہ کتاب ''القانون'' کو بیچ دیا اورعلمِ طب سے متعلق جتنی بھی چیزیں میرے گھر میں تھیں میں نے ان سب کو گھر سے نکال دیا، جیسے ہی میں اس سے فارغ ہوا میرا دل نور سے جگمگانے لگا اور میں اپنی پہلی حالت کی

طرف لوٹ آیا۔"

امام سخاوی رَحْمَۃُ اللّٰہ تعالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: "اگر یہ کہا جائے کہ

اعتراض: امام نووی رَحْمَۃُ اللّٰہ تعالٰی عَلَیْہ کے ساتھ مذکورہ معاملہ کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ ربیع بن سلیمان رَحْمَۃُ اللّٰہ تعالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام شافعی رَحْمَۃُ اللّٰہ تعالٰی عَلَیْہ کو فرماتے ہوئے سنا: علم دو ہی ہیں: (۱)...... علمِ فقہ ادیان کے لیے اور (۲)...... علمِ طب ابدان کے لیے۔"

جواب: "امام شافعی رَحْمَۃُ اللّٰہ تعالٰی عَلَیْہ نے جس علمِ طب کی تعریف فرمائی اس سے مراد طبِ نبوی ہے یا اس سے مراد وہ علمِ طب ہے جو فلاسفہ کے ان باطل اصولوں سے خالی ہو جن کی تصریح "القانون" کے مصنف ابن سینا نے اپنی کتاب کے شروع میں کی ہے اور فلاسفہ کے انہی باطل اصولوں پر ہی "القانون" کا دارومدار ہے۔

تنبیہ: امام نووی رَحْمَۃُ اللّٰہ تعالٰی عَلَیْہ کے علمِ طب نہ سیکھنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ کو علمِ طب کا بالکل بھی علم نہ تھا بلکہ حق یہ ہے کہ آپ اپنے زمانے کے علمِ طب کی بہت ساری باتوں کے بارے میں جانتے تھے۔

جیسا کہ "شرح مسلم" میں آپ نے حدیثِ مبارک "لکل داء دواء فاذا اصیب دواء الداء برئ باذن اللّٰہ" اور حدیثِ مبارک "ان کان فی شیء من ادویتکم خیر ففی شرطة محجم او شربة من عسل او لذعة بنار" کے تحت علمِ طب کے نہایت عمدہ و اہم نکات بیان فرمائے ہیں۔ (تفصیل شرح مسلم للنووی ملاحظہ فرمائیں)

ان مدارس کا بیان جن میں امام نووی نے سکونت اختیار فرمائی یا ان کے متولی رہے یا ان میں درس دیا۔

﴿1﴾......مدرسہ رواحیہ: اس مدرسہ کا تذکرہ اول میں گزرا، کہ امام نووی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ کے شیخ اول امام فرکاح رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ کے مدرسہ میں رہائش گاہیں نہ ہونے کی وجہ سے انہوں نے آپ کو شیخ ابو اسحاق مغربی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ کی بارگاہ میں روانہ کر دیا جو کہ ''مدرسہ رواحیہ'' کے شیخ تھے۔ انہوں نے علامہ نووی کو رہائش کے لیے ''مدرسہ رواحیہ'' میں ایک کمرہ بنوا دیا تا کہ آپ دل جمعی کے ساتھ وہاں پڑھ سکیں۔

﴿2﴾......**مدرسہ اقبالیہ:** یہ فقہ شافعی کا مشہور بہت بڑا مدرسہ تھا، اس مدرسہ میں بہت سے علماء کبار نے درس دیا مثلاً (۱)......علامہ بدر الدین خلکان، (۲)......شمس الدین بن خلکان، وغیرہ۔ اس مدرسہ میں آپ 669 ہجری تک ابن خلکان کے نائب رہے۔

﴿3﴾......**مدرسہ فلکیہ۔**

﴿4﴾......**مدرسہ رکنیہ:** ان دو مدارس میں بھی امام نووی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ نائب کے عہدے پر فائز رہے۔

﴿5﴾......**دار الحدیث الاشرفیہ:** بلادِ شام میں علم حدیث کے لیے یہ مدرسہ سب سے زیادہ مشہور ہے۔ اصل میں یہ جگہ صارم الدین قایماز بن عبد اللہ نجمی کا مکان تھا، اس نے اس مکان کے ساتھ اپنے لیے ایک حمام بھی بنا رکھا تھا۔ سلطنتِ ایوبیہ کے بادشاہ مظفر الدین موسیٰ بن عادل نے عبد اللہ نجمی سے اس مکان کو خرید کر اسے ''دار

الحدیث‘‘ بنادیا جبکہ مکان کے ساتھ جو حمام بنا ہوا تھا اسے گرا کر اس مدرسہ کے ایک مُدرِس کی رہائش گاہ بنادی۔

630 ہجری 15 شعبان المعظم کی مبارک رات میں اس مدرسہ کا افتتاح ہوا اور شیخ تقی الدین ابن صلاح رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ نے حدیث کی املا کروائی۔

بادشاہ نے اس مدرسہ کے نام متعدد املاک وقف کر دیں اور اس مدرسہ میں نبی کریم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف منسوب نعلِ پاک رکھ دیا۔

اس عظیم الشان مدرسہ کے درج ذیل مشائخ ترتیب وار متولی رہے۔

(۱)......الامام، المحدث، الفقیہ، تقی الدین ابن صلاح، تیرہ سال تک متولی رہے۔

(۲)......جمال الدین عبدالصمد بن محمد الانصاری خزرجی تا حیات 662 ہجری تک متولی رہے۔

(۳)......شہاب الدین ابو شامہ عبدالرحمن بن اسماعیل مقدسی تا حیات 665 ہجری تک متولی رہے۔

(۴)......امام نووی تا حیات 676 ہجری تک متولی رہے۔

ظاہر یہی ہے کہ آپ نے مدرسہ کے متولی ہونے کا عہدہ طلب نہیں فرمایا بلکہ آپ کو بغیر مطالبہ کے یہ عہدہ دیا گیا اور بھرپور اصرار کے بعد ہی آپ نے یہ عہدہ قبول فرمایا۔

علامہ تاج الدین سبکی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ’’میرے والد صاحب نے فرمایا: ’’دارالحدیث الاشرفیہ‘‘ میں امام مزی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ سے بڑھ کر کوئی عالم و حافظ نہیں آیا اور امام نووی و ابن صلاح رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا سے بڑھ کر کوئی متقی و پرہیزگار نہیں آیا۔

ساری زندگی بلاعوض تدریس

علامہ سبکی رَحْمَۃُ اللہ تعَالٰی عَلَیْہ مزید فرماتے ہیں: ''امام نووی رَحْمَۃُ اللہ تعَالٰی عَلَیْہ دارالحدیث الاشرفیہ اور دیگر مدارس میں درس دیتے رہے لیکن اس کے عوض آپ نے ایک سکہ بھی نہ لیا۔

(۵)......امام نووی رَحْمَۃُ اللہ تعَالٰی عَلَیْہ کے بعد شیخ زین الدین ابو محمد عبد اللہ بن مروان بن عبداللہ فاروقی رَحْمَۃُ اللہ تعَالٰی عَلَیْہ ''دارالحدیث الاشرفیہ'' کے متولی بنے۔ آپ رَحْمَۃُ اللہ تعَالٰی عَلَیْہ نے ''فتنہ قازان'' کے بعد دارالحدیث کی از سر نو تعمیر کروائی اور تاحیات 27 سال تک یہاں متولی رہے۔

(۶)......کمال الدین ابن زملکانی صرف 15 دن اس مدرسہ کے شیخ رہے۔

(۷)......کمال الدین ابن شریشی 8 رمضان المبارک 816 ہجری تک متولی رہے۔

(۸)......ابوالحجاج مزی آپ 23 سال تک متولی رہے۔

(۹)......قاضی تقی الدین ابوالحسن علی بن قاضی زین الدین سبکی خزرجی کچھ عرصہ تک متولی رہے۔

ان کے بعد دیگر کثیر مشائخ دارالحدیث الاشرفیہ کے متولی بنے مثلاً ابن کثیر وغیرہ۔

امام نووی اور عبادت

امام نووی علم سیکھنے کو سب سے بڑی عبادت سمجھتے تھے کیونکہ علم ہی کے ذریعے حلال و حرام کا علم حاصل ہوتا ہے۔امام محمد رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے کسی نے عرض کی کہ آپ ہمارے لیے زہد پر ایک کتاب تحریر فرما دیں تو آپ نے فرمایا: میں نے ''کتاب البیوع'' لکھ تو دی ہے۔گویا آپ کا مطلب یہ تھا کہ زہدِ حقیقی اللّٰہ تعالٰی کی حرام کردہ اشیاء سے بچنے اور لوگوں کا مال باطل طریقے سے کھانے سے بچنے کا نام ہے۔

علم سیکھنا اگرچہ بہت بڑی عبادت ہے لیکن اس کے باوجود آپ دیگر عبادات میں بھی مشغول رہا کرتے تھے۔علامہ ابن عطار رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''مجھے ابو عبداللہ محمد بن ابوالفتح حنبلی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے بتایا کہ ایک مرتبہ جامعہ مسجد دمشق میں رات کے آخری حصہ میں میں نے دیکھا کہ امام نووی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ ایک ستون کے پاس کھڑے ہوکر نوافل پڑھ رہے ہیں اور خشوع و خضوع کے ساتھ اس آیت: ''وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْــٴُـوْلُوْنَ،(ترجمہ کنزالایمان: اور انہیں ٹھہراؤ! ان سے پوچھنا ہے۔)'' کا تکرار کر رہے ہیں، مجھے آپ کی اس حالت سے ایسی روحانیت نصیب ہوئی کہ جسے اللہ تعالٰی ہی جانتا ہے، یعنی میں الفاظ میں بیان نہیں کرسکتا۔

علامہ ابن کثیر البدایہ والنہایہ میں فرماتے ہیں: ''آپ عبادت، تلاوت اور تصنیف کی غرض سے راتیں جاگ کر گزارتے تھے۔

علامہ ابن عطار رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''مجھے میرے شیخ محمد بن عبدالقادر انصاری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: اگر امام قشیری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ آپ کے شیخ علامہ نووی اور ان کے شیخ ابو اسحاق ابراہیم بن عثمان مغربی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا کو

پالیتے تو اپنی کتاب ''الرسالۃ القشیریۃ ''میں ان پر کسی بھی شیخ کو مقدم نہ کرتے کیونکہ ان میں علم، عمل، زھد و تقویٰ اور حکمت سے بھرپور گفتگو وغیرہ سب کچھ جمع ہے۔

علامہ ذہبی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''امام نووی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ علم کے سمندر تھے، آپ حدیث وفقہ ولغت وغیرہ علوم میں وسعتِ علمی رکھنے کے ساتھ ساتھ زہد و تقویٰ میں بھی امام تھے۔

علامہ ذہبی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ سیر النبلاء میں فرماتے ہیں: ''امام نووی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ نے نہ تو مال جمع کیا اور نہ ہی آپ نے مال کی فراوانی و آسودہ حالی میں زندگی گزاری، لیکن آپ تقویٰ و قناعت کے اعلیٰ درجہ پر فائز رہے، اچھے کپڑے، اچھے کھانے اور زیب وزینت کے ذریعے آپ نفس کی خواہشات کو پورا نہ فرماتے۔''

رشید الدین اسماعیل بن معلم حنفی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''ایک مرتبہ میں نے کھانے، پینے، لباس و دیگر معاملات میں تنگدستی کی زندگی گزارنے پر امام نووی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ سے عرض کی: مجھے ڈر ہے کہ کہیں آپ اس تنگدستی کی وجہ سے کسی مرض میں مبتلا نہ ہوجائیں اور وہ مرض آپ کی علمی مصروفیات میں رکاوٹ نہ بن جائے۔

آپ نے فرمایا: ''فلاں شخص نے تو اتنی عبادت کی تھی کہ اس کی ہڈیاں خشک ہوگئی تھیں۔

اسماعیل بن معلم حنفی فرماتے ہیں کہ آپ کے اس جواب سے میں نے جان لیا کہ آپ کو ہمارے درمیان مقام حاصل کرنے کی کوئی تمنا نہیں ہے اور نہ ہی ہمارے پاس جو مال کی فراوانی ہے اس کی طرف آپ کی کوئی توجہ ہے۔

دمشق کے پھل: امام نووی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ دمشق کے پھل نہ کھاتے تھے۔ آپ سے کسی نے اس کے بارے میں پوچھا تو فرمایا: دمشق میں اکثر وقف کے درخت ہیں یا

پھر یہ ان کی ملکیت ہیں جو شرعاً مجبور ہیں، تو یہ پھل میرے لیے کیسے جائز ہو سکتے ہیں؟

دنیوی مال سے روگردانی: آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کسی بھی طریقہ سے مال وغیرہ نہ لیتے اور نہ ہی کسی سے کوئی شے قبول کرتے۔ امام ذہبی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''امام نووی نے تمام دنیوی جہات کو ترک فرما دیا، آپ نے کسی بھی طریقہ سے کبھی بھی ایک درہم تک نہ لیا بلکہ آپ کو اگر کچھ ملتا تو اس سے کتابیں خرید کر ان کو وقف کر دیتے۔ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے والد صاحب آپ کی طرف کچھ مال بھیجا کرتے تھے آپ اسی مقدار پر اپنا گزراوقات کرتے۔

یہی ہمارا زادِ راہ ہے: علامہ ابن عطار رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے وصال سے تقریباً دو ماہ قبل میں آپ کی بارگاہ میں حاضر تھا کہ ایک فقیر آپ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی فلاں شیخ نے آپ کو سلام عرض کیا ہے اور آپ کے لیے یہ جگ تحفہ میں بھیجا ہے۔ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس سے اس تحفہ کو قبول فرما لیا اور مجھے حکم فرمایا کہ اس کو گھر میں رکھ دو! خلافِ عادت آپ کے تحفہ کو قبول کرنے سے مجھے بے حد تعجب ہوا کہ آپ عادۃً کسی کا تحفہ قبول نہ فرماتے تھے، آپ کو میرے متعجب ہونے کا پتہ چل گیا اور مجھ سے فرمایا: یہ جگ اور جوتے کسی فقیر کو دے دو کہ یہی ہمارا زادِ راہ ہے۔

دنیوی لذات سے لطف اندوز ہونے میں امام نووی کا موقف

امام نووی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اس قدر قناعت، توکل، تقوی کے باوجود اس بات کے قائل تھے کہ لذیذ کھانے کھانا جائز ہے اور یہ چیز زہد کے منافی نہیں ہے۔

حدیث پاک میں ہے: سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میٹھی چیز اور شہد کو پسند فرماتے

تھے۔اس کے تحت شرح مسلم میں امام نووی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه فرماتے ہیں:"اس حدیثِ پاک میں اس بات پر دلیل موجود ہے کہ لذیذ کھانے کھانا جائز ہے اور یہ زہد کے منافی نہیں ہے۔

امام نووی کے متعلقین کے لیے خوشخبری

علامہ ابن عطار رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه فرماتے ہیں:"نوی میں موجود آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه کے رشتہ داروں اور دوستوں نے مجھے بتایا کہ ایک دن ہم نے آپ سے عرض کی قیامت کے دن ہمیں بھول نہ جائیے گا! تو آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه نے ہم سے فرمایا: قیامت کے دن اللّٰہ تعالٰی نے مجھ کو کوئی مرتبہ عطا فرمایا تو اللّٰہ کی قسم میں جن کو جانتا ہوں ان کو جنت میں داخل کرنے کے بعد ہی جنت میں داخل ہوں گا۔

امام نووی کی کرامات

اگر امام نووی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه اور آپ کی مثل علما اللّٰہ تعالٰی کے ولی نہیں ہیں تو پھر اللّٰہ تعالٰی کا ولی کون ہوگا؟

اللّٰہ تعالٰی اپنے اولیا کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا یَتَّقُوْنَ۔	ترجمہ کنزالایمان: سن لو بیشک اللّٰہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم ۝ وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے ہیں۔

(پارہ:۱۱، یونس ۶۲، ۶۳)

محمد بن حسن لخمی فرماتے ہیں:"امام نووی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه کی ذاتِ مبارکہ سے بہت ساری کرامات ظاہر ہوئیں، مثلاً: (۱)...... ہاتفِ غیبی سے آواز آنا، (۲)...... تالا

لگے ہوئے دروازہ کا خود بخود کھل جانا اور بند ہو جانا، (۳)......رات میں دیوار کا پھٹنا اور اس سے کسی خوبصورت شخص کا نکلنا اور آپ سے دنیا و آخرت کے معاملے کے متعلق بات چیت کرنا، (۴) آپ کا اولیا اور اصفیا کے ساتھ حالتِ مکاشفہ میں اس طرح جمع ہونا جس کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، (۵)......دمشق میں آپ کا اپنی موت کی خبر دینا۔''

آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی چند کرامات تفصیلی طور پر ملاحظہ ہوں:

﴿1﴾......**سانپ کی آپ کی بارگاہ میں حاضری:** آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی بہادری کا عالم یہ تھا کہ ''دوامیہ'' میں آپ اپنے گھر میں ایک بہت بڑے سانپ کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ وہ کبھی کبھار آپ کے پاس آتا تھا تو آپ اس کے لیے گری رکھ دیتے جسے وہ کھا لیتا، یہ معاملہ یوں ہی چلتا رہا حتی کہ بے خبری میں آپ کو ایک شخص نے اس حال میں دیکھا کہ آپ اس سانپ کو گری کھلا رہے ہیں۔ اس منظر کو دیکھ کر وہ شخص بہت ہی زیادہ خوفزدہ ہوا اور آپ سے عرض کی: یا سیدی یہ کیا ہے؟ فرمایا: یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہے جو نہ تو نقصان پہنچاتی ہے اور نہ ہی نفع دیتی ہے۔ آپ نے اس شخص سے مزید فرمایا: میں آپ کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا واسطہ دیتا ہوں کہ جو تم نے دیکھا ہے اس کو چھپانا اور اس کے بارے میں کسی کو کچھ بھی نہ بتانا۔''

امام نووی کی عادت مبارکہ: آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کلام کی ابتدا حمد و ثنا سے کرتے تھے اور جب نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ذکر مبارک آتا تو بلند آواز سے درود شریف پڑھتے تھے۔

﴿2﴾......**آپ کی گفتگو کی برکت سے مرض سے شفا مل گئی:** شیخ ولی الدین ابوالحسن

علی رَحْمَۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ کا بیان ہے کہ میں ''نقرس'' نامی مرض میں مبتلا ہوا تو امام نووی رَحْمَۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ میری عیادت کے لیے تشریف لائے اور میرے پاس بیٹھ کر مجھے صبر کی تلقین فرمانے لگے۔ آپ جیسے جیسے گفتگو فرماتے جارہے تھے میرا درد بھی ختم ہوتا جارہا تھا، آپ گفتگو فرماتے رہے حتی کہ میرا درد ایسے ختم ہوگیا جیسے کبھی ہوا ہی نہ تھا حالانکہ اس سے قبل درد کی شدت کی وجہ سے میں ساری رات سو بھی نہیں سکا تھا لیکن آپ کی میٹھی گفتگو کی برکت سے مجھے اس تکلیف سے شفا مل گئی۔''

﴿3﴾......علامہ شرف بارزی رَحْمَۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: ''میں نے خواب میں امام نووی رَحْمَۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ کی زیارت کی تو آپ سے ''صومِ دھر'' کے متعلق سوال کیا، آپ نے جواب دیا کہ اس کے بارے میں علماء کے بارہ اقوال ہیں۔

علامہ شرف بارزی فرماتے ہیں: اس خواب کے بعد میں ایک سال تک ''صومِ دھر'' کے متعلق مختلف کتب فقہ سے معلومات اکٹھی کرتا رہا، آخرکار وہ بارہ اقوال ہی بنے جیسا کہ امام نووی رَحْمَۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ نے خواب میں ارشاد فرمایا تھا۔

﴿4﴾......**قطب بنادیا گیا:** ابوقاسم ابن عمیر مزی رَحْمَۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: ''میں نے خواب میں دیکھا کہ طبل بجایا جارہا ہے۔ کسی سے میں نے پوچھا یہ طبل کس وجہ سے بجایا جارہا ہے؟ تو مجھے بتایا گیا کہ **آج کی رات ''یحیٰ نووی'' کو قطب بنادیا گیا ہے۔** اس کے بعد میں نیند سے بیدار ہوگیا۔ ابوقاسم فرماتے ہیں: اس وقت تک میں امام نووی رَحْمَۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ کو نہ جانتا تھا اور نہ ہی میں نے آپ کا نام سنا ہوا تھا۔ کچھ عرصہ بعد میں کسی کام کے سلسلے میں دمشق گیا تو ایک شخص کو میں نے اپنا خواب سنایا، اس نے کہا: یحیٰ نووی رَحْمَۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ ''دارالحدیث الاشرفیہ'' کے شیخ ہیں اور اس

وقت وہ ''دارالحدیث'' کے اپنے مکتب میں تشریف فرما ہیں۔ میں آپ کو ڈھونڈتے ہوئے آپ کی مجلس میں حاضر ہو گیا۔

آپ مسند پر تشریف فرما تھے اور آپ کے اردگرد بہت سارے لوگ جمع تھے، آپ کی نظر مجھ پر پڑی تو میرے پاس تشریف لے آئے اور لوگوں کو وہیں چھوڑ دیا، آپ مجھے مدرسے کے ایک کونے میں لے گئے اور مجھ سے فرمایا: جو آپ کو میرے بارے میں بشارت معلوم ہے اس کو چھپایئے گا اور اس کے متعلق کسی کو بھی خبر نہ دیجئے گا یہ کہہ کر آپ اپنی جگہ واپس تشریف لے گئے اور آپ نے مزید کوئی بات نہ کی۔

(ابو قاسم مزید فرماتے ہیں:) میں نے آپ کی اس سے پہلے زیارت نہ کی تھی اور نہ ہی اس کے بعد آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو سکا۔

﴿5﴾...... **مستقبل کی خبر دے دی:** شمس الدین نقیب فرماتے ہیں: ''بچپن میں مَیں امام نووی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو مجھے دیکھ کر آپ نے فرمایا: قاضی القُضاۃ کو خوش آمدید! میں نے اِدھر اُدھر دیکھا لیکن میرے سوا اس وقت آپ کے پاس کوئی بھی موجود نہ تھا۔ آپ پھر مجھ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: اے مُدرِّس شامیہ! بیٹھ جاؤ!

یہ امام نووی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا کشف تھا کہ ابن نقیب کو یہ دونوں منصب حاصل ہوئے۔

﴿6﴾...... **شیطان کے وار سے حفاظت:** علامہ ابن عطار رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: مجھے امام نووی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے بتایا کہ جن دنوں میں مدرسہ دوامیہ میں تھا، ان دنوں کی بات ہے کہ ایک دفعہ میری طبیعت کچھ خراب ہوگئی، رات

کے وقت میں مدرسے کی شرقی جانب تھا جبکہ میرے والدین، بھائی اور دیگر رشتہ دار میری ایک طرف سوئے ہوئے تھے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے کچھ نشاط عطا فرمایا اور مجھے اس مرض کی تکلیف سے عافیت بخشی۔ میرے دل میں ذکر اللہ کرنے کی خواہش پیدا ہوئی تو میں ذکر اللہ میں مصروف ہو گیا۔ میں درمیانی آواز ذکر کر رہا تھا کہ میں نے ایک خوبصورت چہرے والے شخص کو وضو کرتے دیکھا حالانکہ اس وقت آدھی رات بیت چکی تھی۔ وہ نورانی چہرے والا شخص وضو سے فارغ ہو کر میرے پاس آیا اور مجھ سے کہا: بیٹا! اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کر کے اپنے گھر کے افراد اور اس مدرسے میں رہنے والوں کو تشویش میں مبتلا نہ کرو!

میں نے اس سے پوچھا: یا شیخ! آپ کون ہیں؟

اس نے کہا: اس بات کو چھوڑو کہ میں کون ہوں بس میں آپ کو نصیحت کرنے کے لیے آیا ہوں۔ اچانک میرے دل میں خیال آیا شاید یہ شیطان ہے، لہذا میں نے بلند آواز سے "اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ" پڑھا تو وہ مجھے چھوڑ کر مدرسے کے دروازے کی طرف چلا گیا۔ میری آواز کچھ بلند ہوئی تو میرے والد صاحب اور گھر کے دیگر افراد بھی بیدار ہو گئے، میں مدرسے کے دروازے کے پاس گیا تو اس پر تالا لگا ہوا تھا، میں نے اس شخص کو مدرسے کے اندر کافی ڈھونڈا لیکن وہ شخص مجھے کہیں بھی نہ ملا۔

میرے والد صاحب نے مجھ سے پوچھا: بیٹا کیا بات ہے؟

میں نے سارا معاملہ والد صاحب کو بتایا تو ان کو بھی نہایت تعجب ہوا اور ہم سب بیٹھ کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر میں مشغول ہو گئے۔

﴿7﴾......**حضرت خضر** عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام **سے ملاقات:** امام سخاوی رَحْمَۃُ

اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: ''امام نووی رَحْمَۃُ اللہ تعالٰی علیہ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ حضرت خضر علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔''

راہِ سلوک میں امام نووی کے پیر و مرشد

امام نووی صالحین، ان کے ذکرِ خیر، ان کی صحبت میں بیٹھنے اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے کو بے حد پسند فرماتے تھے اگرچہ کہ آپ ان افراد سے زیادہ علم رکھنے والے تھے۔ آپ کی صالحین سے محبت کی وجہ یہ تھی کہ صرف علم ہی پر انحصار کرنا بسا اوقات دل کی سختی کا باعث بن جاتا ہے اور علم ہی پر انحصار کرنا تکبر، خود پسندی اور ریا کا بھی باعث بنتا ہے لہذا عالم کے لیے ضروری ہے کہ وہ کثرتِ عبادت، صالحین کی صحبت، وعظ و نصیحت اور صالحین کی سیرت کے ذریعے اپنے دل پر چڑھنے والے زنگ کو صاف کرتا رہے۔

صالحین کا ذکرِ خیر موجبِ رحمت: حضرت سفیان بن عیینہ رَحْمَۃُ اللہ تعالٰی علیہ کا ارشاد ہے: ''عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ۔ یعنی صالحین کے ذکرِ خیر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔''

محمد بن یونس رَحْمَۃُ اللہ تعالٰی علیہ کا ارشاد ہے: ''اللہ عزوجل کے نیک بندوں کا تذکرہ دل کے لیے سب سے زیادہ نفع بخش ہے۔''

امام نووی کے شاگرد علامہ ابنِ عطار رَحْمَۃُ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: ''امام نووی رَحْمَۃُ اللہ تعالٰی علیہ صالحین کا ذکرِ خیر تعظیم و توقیر اور احترام کے ساتھ کرتے تھے اور ان کے مناقب و کرامات کا ذکرِ خیر فرماتے۔''

امام نووی رَحْمَۃُ اللہ تعالٰی علیہ شیخِ صالح حضرت یاسین مراکشی رَحْمَۃُ اللہ تعالٰی علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا کرتے تھے اور ان کی صحبت و نصیحت سے فیضیاب ہوتے، شیخ

مراکشی آپ کے دل اور عبادات کی نگہبانی فرماتے تھے۔

حضرت شیخ یاسین مراکشی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ صاحبِ کشف بزرگ تھے (آپ نے امام نووی کو بچپن میں دیکھ کر ہی ان کے متعلق فرمادیا تھا کہ یہ بچہ بڑا ہو کر عالم وزاہد بنے گا، اس کا تفصیلی واقعہ شروع میں گزر چکا)، امام نووی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ کے والد واستاد صاحب نے آپ کو ان کی صحبت میں رہنے کی وصیت ارشاد فرمائی تھی، لہذا امام نووی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ پابندی سے ان کی بارگاہ میں حاضری دیتے رہے حتی کہ آپ اپنے استاد کے ساتھ دمشق چلے گئے لیکن اپنے شیخ کے فضل وکرم کو نہ بھولے اور دمشق میں آجانے کے بعد بھی آپ اپنے شیخ کی بارگاہ میں آداب وسلوک سیکھنے کے لیے حاضری دیتے رہے۔ آپ شیخ مراکشی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ کی صحبت سے فیضیاب ہوتے اور اپنے معاملات کے بارے میں ان سے مشورہ کرتے۔

امام نووی کے شیخ یاسین مراکشی کا تعارف

نسب: امام ذہبی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ نے تاریخِ اسلام میں آپ کا نسب یوں بیان فرمایا: ''شیخ یاسین بن عبد اللہ'' لیکن اکثر مؤرخین کے نزدیک آپ کا نسب یہ ہے: ''شیخ یاسین بن یوسف مراکشی۔''

آپ رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ صاحبِ کشف وکرامات بزرگ تھے، آپ نے 20 بار حج کی سعادت حاصل کی اور آپ قراءتِ سبعہ کے عالم تھے

امام سخاوی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''لیکن یہ بات واضح نہیں ہے کہ شیخ مراکشی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ نے قراءتِ سبعہ کا علم کن افراد سے حاصل کیا۔ اسی طرح آپ کا ان کتب میں تذکرہ بھی نہیں ملتا جن میں قراء کی سیرت بیان کی گئی ہے، شاید

اس کی وجہ یہ ہے کہ اولاً آپ علمِ قرآن میں مصروف رہے پھر آپ پر تصوف غالب آ گیا، لہذا مؤرخین نے آپ کی ولایت اور زھد کا تذکرہ تو کیا لیکن آپ کے عالم و قاری ہونے کا تذکرہ نہ کیا۔ جن مؤرخین نے شیخ مراکشی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ کا تذکرہ کیا انہوں نے اس بات کو بھی واضح کیا کہ امام نووی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ان سے راہِ سلوک میں کسبِ فیض کیا لیکن کس سلسلے میں؟ اس بات کا ذکر کسی نے بھی نہیں کیا۔"

امام سبکی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: "راہِ سلوک میں امام نووی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ کے شیخ حضرت یاسین مراکشی تھے، آپ کے پاس سنت سے ثابت کچھ اذکار تھے اور انہیں آپ اپنے مریدین کو تلقین فرمایا کرتے تھے۔

امام نووی اور نیکی کی دعوت

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس امت کو بہترین امت کا لقب عطا فرمایا اور ان کی بہترین صفت امر بالمعروف والنھی عن المنکر کو قرار دیا۔

چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ۔ (پارہ: ۴، آلِ عمران: ۱۱۰)

ترجمہ کنزالایمان: تم بہتر ہو اُن سب اُمتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور بُرائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

اس آیت مبارکہ میں "الامر بالمعروف والنھی عن المنکر" کے وصف کو "تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہ" کے وصف پر مقدم کرنے کی وجہ شاید یہ ہے کہ وصفِ اوّل (نیکی دعوت) کا فائدہ دوسروں کو بھی ملتا ہے جبکہ وصفِ ثانی (ایمان) کا فائدہ صرف بندہ

مومن کی ذات کو ملتا ہے۔

اسی طرح قرآن مجید نے ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان کے دوست ہونے کی علامت اس چیز کو بیان فرمایا کہ یہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور بُرائی سے منع کرتے ہیں۔

چنانچہ: ارشاد ہوتا ہے:

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۤءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ (پارہ:۱۰، التوبۃ:۷۱)

ترجمہ کنزالایمان: اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں۔

قرآن پاک میں یہودیوں اور کافروں پر لعنت کی گئی ہے اور لعنت کا سبب اس چیز کو بنایا گیا ہے کہ وہ بُرائی سے منع نہیں کرتے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ○ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ۔ (پارہ:۶، المائدۃ:۷۸)

ترجمہ کنزالایمان: لعنت کئے گئے وہ جنہوں نے کفر کیا بنی اسرائیل میں داؤد اور عیسٰی بن مریم کی زبان پر یہ بدلہ ان کی نافرمانی اور سرکشی کا، جو بُری بات کرتے آپس میں ایک دوسرے کو نہ روکتے، ضرور بہت ہی برے کام کرتے تھے۔

بندہ مؤمن کے ایمان کے کامل ہونے کا معیار یہ ہے کہ وہ" امر بالمعروف ونہی

عن المنکر ''پر دل وجان سے کاربند ہو، جب مسلمان اس معاملے میں سستی کا شکار ہوں گے تو ان کا ایمان بھی کمزور ہو جائے گا۔ نیکی کا حکم دینا، بُرائی سے منع کرنا تمام لوگوں پر فرضِ کفایہ ہے لہٰذا گناہوں کے مرتکب افراد کو کسی نے بھی منع نہ کیا تو سب کے سب گنہگار ہونگے۔

ہمارے اسلافِ کرام نے اس فریضہ کو کبھی ترک نہ فرمایا اگرچہ اس کی وجہ سے انہوں نے سخت سے سخت تر سزاؤں بلکہ موت تک کو گلے لگایا، ہر زمانے میں علمانے نہ تو امر بالمعروف (نیکی کا حکم دینے) میں بخل سے کام لیا اور نہ ہی نہی عن المنکر (برائی سے منع کرنے) سے خاموش رہے۔

''امر بالمعروف و نہی عن المنکر (نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے)'' میں جو مقام امام نووی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو حاصل تھا ساتویں صدی کے علما میں سے شاید ہی کسی کو وہ مقام حاصل بلکہ اس معامہ میں آپ کی مثل ہر زمانے میں نادر ہی رہی ہے۔ امام ذہبی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''نیکی کا حکم دینے اور بُرائی سے منع کرنے میں آپ کی مثل کوئی نہیں ملتا۔''

سیرت نگاروں کا اس بات پر اجماع ہے کہ امام نووی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نیکی کی دعوت دینے اور بُرائی سے منع کرنے میں کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہ کرتے بلکہ اہانت وقتل کی پرواہ بھی نہ کرتے تھے۔ علماء، امراء، حتیٰ کہ جابر بادشاہ بھی آپ کی نصیحت کو قبول کرتے تھے۔

بادشاہوں کو بُرائی سے منع کرنا: امام نووی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے شاگرد علامہ ابنِ عطار رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''آپ بادشاہوں کے پاس جا کر ان کو بُرائی

پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تجھ پر احسان فرمایا اور تجھے بادشاہ بنا دیا۔ میں نے سنا ہے کہ تمھارے پاس ایک ہزار غلام ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے پاس سونے کی ''کمر بند پٹی'' ہے اور تمہارے پاس دو سو باندیاں ہیں جن میں سے ہر ایک کے پاس زیورات ہیں، جب تم اپنا یہ سارا مال خرچ کر دو گے، تمہارے غلاموں کے پاس سونے کے کمر بند کی بجائے اونی پٹیاں ہوں اور تمہاری باندیوں کے پاس صرف پہننے کے کپڑے ہوں گے، جبکہ بیت المال میں نقدی، سامان اور زمین میں سے کچھ بھی باقی نہ رہے گا تو اس وقت میں تمہیں رعایا کا مال لینے کے جائز ہونے کا فتویٰ دے دوں گا۔

اے بادشاہ! جہاد اور دیگر امور پر تقویت حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات پر توکل کیا جائے اور نبی کریم صَلَّی اللہ تعالٰی عَلَیْہِ وَالہٖ وَسَلَّم کی سنت کی پیروی کی جائے۔
آپ کی اس نصیحت کو سن کر بادشاہ کو غصہ آ گیا اور آپ سے کہا: میرے شہر یعنی دمشق سے چلے جاؤ! آپ نے فرمایا: میں نے سن لیا اور اطاعت کی۔ یہ کہہ کر آپ اپنے آبائی شہر نویٰ تشریف لے گئے۔

علامہ نووی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے چلے جانے کے بعد کسی نے بادشاہ سے پوچھا: آپ نے اپنی عادت کے مطابق ان کو قتل کیوں نہیں کیا؟

بادشاہ نے جواب دیا: میں جب بھی ان کو قتل کرنے کا ارادہ کرتا تو ان کے کندھے پر دو شیر دیکھتا کہ جو مجھ پر جھپٹنا چاہتے تھے اس لیے میں ان کو قتل کرنے سے رک گیا۔

آپ رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ کے براہِ راست بادشاہ کو سمجھانے سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا تو آپ نے بادشاہ کو ترغیب وترہیب کے ساتھ نیکی کی دعوت کے خطوط روانہ فرمائے۔

بادشاہ ابن نجار کے نام خط: علامہ بن عطار رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: بادشاہ ابنِ نجار نے مسلمانوں پر کچھ باطل امور لازم کرنے کی کوشش کی تو امام نووی علما کی ایک جماعت کے ساتھ ان کے خلاف کمر بستہ ہوگئے اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم سے انہوں نے ان امورِ باطلہ کو ختم کردیا اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے حق واہلِ حق کی مدد فرمائی۔ اس پر بادشاہ نہایت غضب ناک ہوا اور آپ کی طرف ایک شخص کو بھیجا جو کہ آپ کو ڈرائے دھمکائے کہ آپ نے علماء کو اس کام پر کیوں ابھارا ہے۔

اس پر علامہ نووی نے بادشاہ کی طرف ایک خط لکھا اس کا متن (مختصرا) ملاحظہ ہو:

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم، الحمد للّٰہ ربِّ العلمین

یحیٰی نووی کی طرف سے:

اے قیامت کے امتحان کی تیاری میں کوتاہی کرنے والے!

اے اپنی حالتِ زار کی اصلاح نہ کرنے والے!

اے آخرت کے لیے زادِراہ تیار نہ کرنے والے!

مجھے یہ بات معلوم نہیں تھی کہ تم دین کی مدد کرنے اور بادشاہ و مسلمانوں کو نصیحت کرنے کو ناپسند کرتے ہو، میرا تمہارے بارے میں یہی حسن وظن رہا کیونکہ مذکورہ امور کو ناپسند کرنا مومن کی شان نہیں ہے اور ہر مسلمان پر حسنِ ظن ہی ہونا چاہیے۔

بسا اوقات میں کسی کو یہ کہتے ہوئے سنتا کہ تم مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہو تو میں زبان اور دل سے اس بات کا انکار کرتا کیونکہ یہ غیبت تھی اور اس کے درست ہونے یا نہ ہونے کا مجھے علم نہ تھا۔ میرا تمہارے متعلق آج تک حسنِ ظن قائم رہا لیکن اب کسی نے مجھے یہ بتایا ہے بعض لوگوں نے تمہیں یہ فتویٰ دیا ہے کہ ان باغات کو ان کے مالکوں سے چھین

لینا تمہارے لیے حلال ہے حالانکہ یہ افتراءِ صریح اور کذبِ قبیح ہے۔ لہذا مجھ پر اور ان تمام علما پر کہ جن کو اس بات کا علم ہے کہ یہ فتوی باطل و قبیح ہے، مسلمانوں کے اجماع کے خلاف ہے اور ائمہ دین میں سے کوئی بھی اس کے جواز کا قائل نہیں ہے، ان سب پر لازم ہوا کہ اس عملِ قبیح سے مسلمانوں کے بادشاہ کو روکیں کیونکہ لوگوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے سلطان کو نصیحت کریں۔ حدیثِ صحیح میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ''دین خیر خواہی کرنے کا نام ہے۔ اللّٰہ، اس کے رسول، مسلمانوں کے اماموں اور عوام کے لیے۔'' اور اس زمانے میں مسلمانوں کا امام ''سلطان'' ہے۔

عوام وخواص میں یہ بات مشہور ہے کہ بادشاہ شریعت کی بہت زیادہ حفاظت کرتا ہے اور اس پر عمل بھی کرتا ہے، اس نے علما کے لیے مدارس بنوائے ہیں، مذاہبِ اربعہ کے قاضی مقرر فرمائے ہیں اور ان کو ''دار العدل'' میں احکام شرعیہ نافذ کرنے کے لیے بیٹھنے کا حکم دیا ہے۔ مسلمانوں میں سے اگر کوئی بادشاہ سے شریعت پر عمل کرنے کا مطالبہ کرے تو وہ اس پر عمل کرتا ہے اور اس کی مخالفت نہیں کرتا۔

لیکن جب ایک شخص نے باغات کے مسئلہ بادشاہ کو دھوکے میں مبتلا کرتے غلط بیانی سے کام لیا کہ ان باغات کو ان کے مالکوں سے چھین لینا بعض علما کے مطابق بادشاہ کے لیے جائز ہے۔ اس معاملے کی خبر جب اس شہر کے علما کو پہنچی تو ان پر لازم ہو گیا کہ وہ بادشاہ کے ساتھ خیر خواہی کریں اور اس معاملے کی حقیقت کو واضح کریں کہ ایسا کرنا مسلمانوں کے اجماع کے خلاف ہے۔ چونکہ ان پر لازم ہے کہ وہ دین، بادشاہ اور عام مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کریں، اس غرض کی خاطر انہوں نے ایک خط لکھا جس میں انہوں نے کسی معین شخص کا ذکر نہیں کیا بلکہ یوں فرمایا: جو یہ گمان کرتا ہے کہ ان

باغات کو ان کے مالکوں سے چھیننا سلطان کے لیے جائز ہے تو اس نے جھوٹ بولا، اور مذاہب اربعہ کے علمانے اسی مضمون کے خطوط تحریر فرمائے کیونکہ ان سب پر نصیحت کرنا لازم تھا۔

پھر مختلف اوقات میں بہت سارے لوگوں کے بتانے سے مجھے یہ بات معلوم ہوئی کہ علما کی مذکورہ کوشش تمھیں پسند نہیں آئی اور ان علما کی تم نے مذمت کی ہے۔ ان لوگوں سے مجھے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ تم نے کہا ہے: یحییٰ سے کہو: اس معاملے میں جس نے بھی روکنے کی کوشش کی ہے وہ اس سے باز آجائے ورنہ میں اس سے "دار الحدیث" واپس لے لوں گا۔

اور اس کے برخلاف مجھے یہ بات بھی معلوم ہوئی ہے کہ تم نے متعدد بار تین طلاقوں کی قسم کھائی ہے کہ تم نے ان باغات کو چھیننے کے معاملے میں کوئی بات نہیں کی اور نہ ہی تمھاری یہ خواہش ہے کہ ان باغات پر قبضہ کیا جائے۔

اے ظالم شخص! کیا تجھے اس تضاد بیانی پر حیا نہیں آئی؟ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک طرف تو تم نے ان باغات کو چھیننے کی نہ تو کوئی بات کی ہو اور نہ ہی تمھاری یہ خواہش ہو کہ ان باغات پر قبضہ کیا جائے اور دوسری طرف علمانے جو نصیحت کی ہے (کہ ان باغات کو چھیننا جائز نہیں) وہ بھی تجھے پسند نہیں ہے۔

اے ظالم شخص! کیا ان علمانے تجھے ناحق نشانہ بنایا ہے؟ یا تیری کوئی غیبت کی ہے؟ علمانے تو یہ بات کی ہے کہ جس شخص نے بادشاہ کو باغات چھیننے کے جواز کا فتویٰ دیا ہے اس نے جھوٹ بولتے ہوئے بادشاہ کو دھوکہ دیا ہے، اس کے ساتھ خیر خواہی نہیں کی۔

تمھارے بارے میں تو ان کا یہ اعتقاد تھا کہ بادشاہ نے یہ کام اس لیے کیا ہے کہ اس

شخص کے دھوکہ دینے کی وجہ سے وہ یہ سمجھتا ہے کہ کچھ علما کے نزدیک ایسا کرنا حلال ہے لہذا ان علما نے اس بات کو واضح کر دیا کہ ایسا کرنا تمام علما کے نزدیک حرام ہے۔

جبکہ تم کہتے ہو کہ میں نے اس کے بارے میں کوئی بات نہیں کی اور اس پر تم نے تین طلاقوں کی قسم بھی کھائی ہے، جب معاملہ ایسا ہے تو پھر تم علما کے اس مستحسن عمل کو ناپسند کیوں کرتے ہو جبکہ جو قادر ہو اس پر یہ بات واضح کرنا واجب ہوتا ہے، پھر مجھے اس بات پر بے حد تعجب ہے تم نے مجھے اپنا مخالف بنا لیا ہے۔

الحمدللہ میں اللہ عزوجل کی رضا کے لیے کسی سے محبت کرتا ہوں اور اللہ عزوجل کی رضا کی خاطر ہی کسی سے نفرت کرتا ہوں، جو اللہ عزوجل کے احکام کی اطاعت کرے میں اس سے محبت رکھتا ہوں اور جو اس کے احکام کی مخالفت کرے میں اس سے نفرت رکھتا ہوں۔ جب تجھے بادشاہ کو نصیحت اور مسلمانوں کی خیر خواہی کی کوشش کرنا پسند نہیں ہے تو پھر تو اللہ عزوجل کے احکام کی مخالفت کرنے والوں میں داخل ہے اور میں اللہ رب العالمین کی خاطر تجھ سے نفرت رکھتا ہوں اور نافرمانوں سے نفرت رکھنا یہ ایمان کا حصہ ہے۔

اے ظالم شخص! نہ تو میرا تجھ سے کوئی جھگڑا ہے اور نہ ہی کوئی تنازعہ ہے، پھر تجھے کیا ہوا ہے کہ تو اس فعلِ خیر کو ناپسند کرتا ہے کہ جو اللہ عزوجل کو پسند ہے۔

اللہ عزوجل قرآن مجید میں فرماتا ہے:

وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ۔ (پارہ: ۳۰، البروج: ۸)

ترجمہ کنزالایمان: اور انہیں مسلمانوں کا کیا برا لگا یہی نہ کہ وہ ایمان لائے اللہ عزت والے سب خوبیوں سراہے پر۔

کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں علما کو مذکورہ عمل سے روک دوں؟

تو سن لو! ایسا ہرگز نہیں ہوگا، میں نہ صرف اس عمل کو پسند کرتا ہوں بلکہ اس کی ترغیب دلاتا ہوں اور بحمدہ تعالیٰ میں خود اس پر عمل پیرا بھی ہوں۔ ہم سب پر لازم ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کی خاطر کسی سے محبت یا نفرت رکھیں۔ مجھے نہیں معلوم کہ اس نیک عمل کو ناپسند کرنے میں تیری کیا غرض ہے، اے ظالم شخص! اس کام سے باز آ جاؤ!

اور مجھے تمہاری اس بات پر بھی تعجب ہوا کہ تم نے کہا ہے: جو اس عمل سے باز نہ آیا میں اس سے ''دارالحدیث'' واپس لے لوں گا۔ اے ظالم شخص! کیا تو نے میرے دل میں جھانک کر دیکھ لیا ہے کہ مجھے ''دارالحدیث'' میں رہنے کی لالچ ہے؟

کیا تیرا یہ خیال ہے کہ میں ''دارالحدیث'' میں رہ کر ہی کچھ کر سکتا ہوں؟

یا ''دارالحدیث'' ہی میرا سہارا ہے؟

یا مجھے ''دارالحدیث'' ہی سے رزق ملے گا؟

بالفرض اگر ''دارالحدیث'' میں مجھے رہنے کی خواہش بھی ہو تو میں اس کو اللہ عزوجل، اس کے رسول، بادشاہ اور تمام مسلمانوں کی خیر خواہی میں قربان کرتا ہوں۔ نیکی کی دعوت کی مخالفت نہ تو میں نے کی ہے اور اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ نہ ہی کبھی میں کروں گا، اور تم نے یہ گمان کیسے کر لیا کہ میں تیرے خیالات سے ڈر سے نیکی کی دعوت ترک کر دوں گا؟ یہ تیری بہت بڑی کم عقلی ہے۔

مجھے تو اس بات پر تعجب ہے کہ تم نے یہ بات کیسے کر دی؟

کیا تو جہانوں کو پالنے والا ہے؟

کیا تیرے ہاتھ میں زمین و آسمان کے خزانے ہیں؟

کیا تو مجھے اور تمام مخلوق کو رزق دیتا ہے؟

بحمدہ تعالیٰ میری یہ خواہش ہے کہ مجھے راہِ خدا میں شہید کردیا جائے۔

کیا تیرا یہ خیال ہے کہ میں تقدیر پر ایمان نہیں رکھتا؟

یا میرا یہ اعتقاد ہے کہ موت مقررہ وقت پر نہیں آئے گی؟

یا میرے مقررہ کردہ رزق میں کوئی تبدیلی آجائے گی؟

(ہرگز نہیں میرا تقدیر پر ایمان ہے اور جو میرے مقدر میں ہے وہ مجھے مل کر رہے گا)

لیکن اس کے باوجود میں اللہ عزّوجلّ کے فضل وکرم سے یہی امید رکھتا ہوں کہ وہ تجھے توفیق عطا فرمائے گا اور تو ان باغات کو ان کے مالکان کے حوالے کر کے مومنوں کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرے گا اور شریعت کی خلاف ورزی کرنے والوں کی ناک کو خاک آلود کردے گا۔

اگر تجھے اپنی خیر خواہی مقصود ہے تو قبل اس کے کہ تجھے ان بُرے اعمال کی سزا ملے ان قبیح اعمال سے اور جو غلط باتیں تو نے کہیں ان سے رجوع کرلے!

والسلام علی من تبع الھدی

امام نووی کا حلیہ شریف

اگر کوئی شخص پہلی مرتبہ آپ رَحْمَۃُ اللہ تعالٰی عَلَیْہ کو دیکھتا تو وہ یہ سمجھتا کہ شاید یہ ''نوی'' کا کوئی کسان ہے اور دمشق میں گھومنے پھرنے آیا ہوا ہے۔ اس زمانے کے علما عظمت و شان کی جو وضع قطع رکھتے تھے آپ اس کو اختیار نہ فرماتے کیونکہ آپ ''دنیا و ما فیہا'' سے بے پرواہ تھے اور آپ کا کوئی بھی عمل دنیا کے لیے نہ ہوتا تھا بلکہ آپ کا ہر ایک عمل خواہ علم حاصل کرنا ہو یا علم سکھانا ہو سب کچھ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے تھا۔ آپ کا اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اپنی ذات سے سچا تعلق تھا، ہر ایک معاملے میں آپ خوفِ خدا رکھا کرتے تھے۔

امام ذہبی رَحْمَۃُ اللہ تعالٰی عَلَیْہ آپ کا حلیہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''امام نووی رَحْمَۃُ اللہ تعالٰی عَلَیْہ کا رنگ گندمی تھا۔ آپ کی گھنی داڑھی (جس میں چند بال سفید تھے) اور درمیانہ قد تھا۔ آپ بارعب شخصیت کے مالک تھے، بہت ہی کم ہنستے اور فضولیات میں بالکل بھی وقت نہ گزارتے۔ حق بات ضرور فرماتے اگرچہ کہ کڑوی ہو اور اس میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا بالکل بھی خوف نہ کرتے۔

امام نووی کا لباس

امام ذہبی رَحْمَۃُ اللہ تعالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''آپ کا لباس سادہ کپڑوں اور عمامے پر مشتمل ہوتا تھا، آپ عموماً پرانے کپڑے پہنتے تھے اور عوامی حمام میں نہ جاتے۔ آپ کی والدہ محترمہ آپ کے لیے قمیص یا اس کی مثل کوئی اور لباس بھیج دیا کرتی تھیں جسے آپ زیب تن فرماتے۔

امام نووی کا کھانا پینا

آپ رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ نے کھانے پینے کی تمام لذاتِ دنیویہ ترک کر رکھی تھیں۔ آپ کے والد صاحب خشک کیک اور انجیر لا کر دیا کرتے تھے انہی کو کھا کر آپ اپنا گزر اوقات فرمایا کرتے تھے، اور کسی بھی قسم کے پھل فروٹ تناول نہ فرماتے۔ آپ ہر روز صرف ایک مرتبہ عشاء کی نماز کے بعد کھانا تناول فرماتے اور صرف ایک مرتبہ سحری کے وقت پانی نوش فرماتے اور ٹھنڈا پانی نہ پیتے۔

علامہ ابن دقاق رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''آپ کے والد محترم آپ کے لیے روٹی بھیجتے جسے آپ تناول فرماتے اور اس روٹی کے ساتھ صرف ایک قسم کا سالن تناول فرماتے مثلاً سرکہ یا زیتون یا کھجور کا شہد۔ گوشت مہینے میں صرف ایک بار تناول فرماتے، آپ نے کبھی بھی کھانے میں دو سالن جمع نہ فرمائے۔ ایک شخص نے آپ کو کھیرا چھیل کر دیا تا کہ آپ اسے تناول فرمائیں لیکن آپ نے اسے نہ کھایا اور فرمایا مجھے ڈر ہے کہ اس کے کھانے سے میرے جسم میں نمی آجائے گی اور اس کی وجہ سے مجھے نیند زیادہ آئے گی۔

ایامِ جوانی میں آپ قاضی القضاۃ سلیمان زرعی کے پاس عید کے دن تشریف لائے اس وقت قاضی صاحب ایک خاص قسم کا کھانا ''خزیرہ'' کھا رہے تھے۔ قاضی صاحب نے آپ سے فرمایا: آیئے! کھانا تناول فرمایئے!

آپ نے وہ کھانا تناول نہ فرمایا تو قاضی صاحب کے بھائی بازار سے آپ کے لیے بھنا ہوا گوشت اور حلوا لے آئے، قاضی صاحب نے یہ کھانا آپ کو پیش کر کے فرمایا: کھایئے! آپ نے یہ کھانا بھی نہ کھایا تو قاضی صاحب فرمانے لگے: اے میرے

بھائی! کیا یہ حرام ہے؟

آپ نے فرمایا: حرام تو نہیں ہے لیکن یہ سرکش لوگوں کا کھانا ہے۔

امام نووی نے شادی کیوں نہ کی؟

امام نووی نے پوری زندگی شادی نہ کی اس کی یہ وجوہات ہو سکتی ہیں:

﴿1﴾...... آپ تمام دنیوی منافع سے بالکل بے پرواہ تھے جیسا کہ آپ طالب علمی کے زمانے میں بہت ہی کم سویا کرتے تھے، حالانکہ نیند سے تو جسم، عقل اور حواس کو راحت ملتی ہے۔ جب آپ پر نیند کا غلبہ ہوتا تو بیٹھے بیٹھے دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر سو جاتے اور تھوڑی ہی دیر بعد اس طرح گھبرائے ہوئے بیدار ہو جاتے جیسا کہ سوتے میں آپ کی کسی کی کوئی قیمتی چیز چرا لی گئی ہے کیونکہ آپ کے نزدیک سب سے قیمتی شئے وقت تھا۔

نیند جو کہ ضروریاتِ زندگی میں سے ہے جب اس میں آپ کا یہ عالم تھا تو آپ کے دل میں شادی کا خیال آنا بہت بعید تھا۔ شادی اور اس طرح کے دیگر معاملات سے آپ بالکل ہی روشناس نہ تھے اس بات کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے۔

طالب علمی کے زمانہ میں جب آپ نے یہ پڑھا کہ غسل واجب ہونے کے اسباب میں سے ایک ''التقاء الختانین، (ختنہ کا ختنہ سے ملنا)'' بھی ہے تو آپ نے اس سے یہ سمجھا کہ اس کا معنی ہے: پیٹ کا بولنا۔ لہذا جب کبھی آپ کا پیٹ بولتا تو آپ غسل کرتے، حتی کہ بار بار غسل کرنے کی وجہ سے بیمار ہو جاتے۔ پھر ایک عرصہ کے بعد جا کر آپ کو ''التقاء الختانین'' کا معنی معلوم ہوا۔

﴿2﴾...... یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خوفِ خدا کے سبب آپ نے شادی نہ کی ہو کہ آپ کو

حقوق ادا نہ کرسکنے کا خوف ہو۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَیْهِنَّ دَرَجَةٌ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ۔ (پارہ:۲، البقرۃ:۲۲۸)	ترجمہ کنزالایمان: اور عورتوں کا بھی حق ایسا ہی ہے جیسا ان پر ہے شرع کے موافق اور مردوں کو ان پر فضیلت ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

صحیح مسلم شریف میں مروی ہے: ''حضرت اسماء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا اپنے شوہر حضرت زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے گھوڑے کو چارہ ڈالتیں، گھر کے معاملات سنبھالتیں، آپ کے اونٹ کے لیے گھٹلیاں کوٹ کر ان کا چورا بناتیں، پانی بھر کر لاتیں اور آٹا گوندھا کرتیں۔

اس روایت کے تحت امام نووی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''یہ سب خیر خواہی اور مروت کے کام ہیں جس پر لوگوں کا عمل ہے مثلاً: عورت اپنے شوہر کی خدمت کرتی ہے مثلاً روٹی پکانا، سالن بنانا، اس کے کپڑے دھونا وغیرہ، عورت یہ تمام کا احساناً کرتی ہے اور یہ سرانجام دے کر عورت شوہر کے ساتھ حسنِ سلوک کرتی ہے کیونکہ ان میں سے کوئی بھی شے عورت پر لازم نہیں ہے۔ عورت اگر یہ تمام کام نہ کرے تو وہ گناہ گار بھی نہ ہوگی بلکہ شوہر پر لازم ہوگا کہ وہ یہ کام کسی سے کروا کے عورت کو دے، ان میں سے کوئی کام بھی شوہر عورت پر لازم نہیں کرسکتا کہ عورت ان کو محض احساناً کرتی ہے اور یہ ایسی عمدہ عادت ہے کہ جس پر زمانہ اوّل سے اب تک کی عورتیں عمل پیرا ہیں۔ عورت پر صرف دو چیزیں لازم ہیں: (۱).....شوہر کو جماع کے لیے اپنے اوپر اختیار دینا (۲)

......اس کے گھر میں رہنا۔'' (شرح المسلم للنووی، ج ١٤، ص ١٦٤، دار احیاء التراث، بیروت)

امام نووی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو چونکہ ان امور کے بارے میں معلوم تھا لہذا آپ نے شادی نہ کی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جو امور شریعت نے زوجہ پر لازم نہیں کیے ان میں کوتاہی کرنے کے سبب میں زوجہ پر غصہ کروں اور اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مجھ پر ناراض ہو جائے۔ لیکن جاہل لوگ اس چیز کی معرفت نہیں رکھتے کہ بسا اوقات یہ لوگ مذکورہ کام جن کو عورت احساناً کرتی ہے ان میں کوتاہی کرنے کے سبب نہ صرف عورت پر غصہ کرتے ہوئے مارتے ہیں بلکہ طلاق تک دے ڈالتے ہیں۔

امام نووی کی تصنیفات وتالیفات کا بیان

عالم کی قدر و منزلت اس کی لکھی ہوئی کتابوں سے بھی ہوتی ہے۔ یہ بہت بڑی حقیقت ہے کہ امام نووی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی کل عمر 46 سال ہے اور آپ کی لکھی ہوئی کتابوں کے اوراق کو اگر آپ کی زندگی کے ایام پر تقسیم کیا جائے تو ہر دن کے 20 اوراق بنتے ہیں حالانکہ آپ 18 یا 19 سال کی عمر میں طلبِ علم میں مصروف ہوئے اور آپ نے تصنیف وتالیف کا کام 660 ہجری (29 سال کی عمر) سے تا وقتِ وفات (676 ہجری) تک کیا یعنی تقریباً 17 سال آپ تحریر وتصنیف کے کام میں مصروف رہے اور ان 17 سال میں آپ نے علم وتحقیق سے بھرپور اتنی کتب تحریر فرمائیں کہ اگر ان کو آپ کی کل عمر (46 سال) پر تقسیم کیا جائے تو ہر دن کے 20 اوراق بنتے ہیں حالانکہ تصنیف وتالیف کے زمانے میں آپ تدریس بھی فرماتے رہے اور کئی کتب کا مطالعہ بھی فرماتے رہے۔ ان تمام چیزوں کو ملاحظہ کرنے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ آپ اپنے اوقات میں سے ایک لمحہ بھی ضائع نہ فرماتے ہر آن مطالعہ،

تدریس، تصنیف وتالیف یا عبادت میں مصروف رہا کرتے تھے۔

مروی ہے کہ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ مسلسل لکھتے رہتے حتی کہ مسلسل لکھنے کی وجہ سے آپ کا ہاتھ اس قدر تھک جاتا کہ آپ لکھنے سے عاجز آجاتے، لہذا آپ قلم رکھ دیتے اور یہ شعر پڑھتے:

لئن کان ھذا الدمع یجری صبابۃ   علی غیر سعدی فھو دمع مضیع

ترجمہ: اگر شدتِ عشق سے بہنے والا یہ آنسو میرے محبوب کے لیے نہ ہو تو ضائع ہے۔

علامہ یافعی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''امام نووی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ کی عمر میں اللہ تعالیٰ نے برکت عطا فرمائی آپ کی وفات کے بعد مجھے یہ بات معلوم ہوئی کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمتوں میں سے ایک خاص رحمتِ جمالیہ آپ کو حاصل تھی، اس کی برکت کتب میں ظاہر ہوئی کہ تمام لوگوں نے آپ کی کتب کو پسند فرمایا اور تمام شہروں میں آپ کی کتب سے استفادہ کیا گیا۔

امام نووی نے مختلف علوم مثلاً فقہ، حدیث، شرح الحدیث، مصطلح الحدیث، لغت، تراجم، توحید وغیرہ میں کتابیں تصنیف فرمائیں۔ واضح، آسان اور تکلفات سے خالی ہونے کی وجہ سے آپ کی تصنیفات کو امتیازی حیثیت حاصل ہے۔

امام ذہبی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''امام نووی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ کی تحریر ان کے کلام سے زیادہ واضح ہوا کرتی تھی، آپ کی تصنیف کا اسلوب اس زمانے کے اسلوب کے مطابق تھا لیکن آپ نہایت آسان الفاظ استعمال فرماتے۔

علامہ ابن مالک نحوی نے جب آپ کی کتاب ''المنہاج'' کو دیکھا تو حسنِ تالیف پر اظہارِ تعجب کرتے ہوئے اس کتاب کو حفظ کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔

آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی تحریر کا اسلوب یہ تھا کہ جب تحریر میں طوالت کرتے تو ذہن میں آنے والی ہر فائدہ مند و نفع بخش شئے کو لکھ دیتے اور جب اختصار کرتے تو ایسا کلام کرتے جو بندہ کو تعجب میں ڈال دیتا اور پڑھنے والا اس حسنِ اختصار کو دیکھ کر ہکا بکا رہ جاتا۔

امام نووی کی تصنیفات کی مقبولیت: چونکہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے علم و تقویٰ اور امانت داری و حسنِ اختصار پر عوام و خواص کو اعتماد تھا لہذا یہ آپ کی کتابوں سے استفادہ کرتے ان کو پڑھنے اور پڑھانے اور مسائل کو حل کرنے میں ان سے مدد حاصل کرنے لگے اور آپ کی تصنیفات چاروں عالم میں پھیل گئیں حتی کہ حنفی، حنبلی و مالکی بھی آپ کی کتابوں سے استفادہ کرنے لگے کیونکہ مذہبی تعصب نہ رکھتے تھے۔ اگر دیگر مذاہب والے آپ کے مخالف مذہب نہ رکھتے ہوتے تو آپ کی کتب ان سب کے لیے رہنما کا کام دیتیں لیکن کم از کم اتنا تو ضرور ہے کہ دیگر مذاہب کے فقہا امام شافعی کے مذہب کی دلیل حاصل کرنے کے لیے آپ ہی کی کتب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ بہرحال آپ کی وہ کتب جو فقہ کے علاوہ ہیں تو ان سے تمام لوگ برابر استفادہ کرتے ہیں خواہ آپ کے مذہب کے ہوں یا کسی اور مذہب کے۔

امام نووی کی تالیفات تین اقسام پر مشتمل ہیں۔

﴿1﴾......جن کو آپ مکمل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

﴿2﴾......جن کو آپ مکمل نہ کر سکے کہ زندگی نے مزید ساتھ نہ دیا۔

﴿3﴾......وہ کتب جن کے اوراق کو آپ نے دھو ڈالا۔

جن کتابوں کو آپ نے پایۂ تکمیل تک پہنچایا ان میں سے بعض کے نام ملاحظہ ہوں:

(۱)......شرح صحیح المسلم، (۲)......المنہاج، (۳)......ریاض الصالحین،

(۴)...... الاذکار، (۵)......التبیان، (۶)......الارشاد، (۷)......التقریب، (۸)......الاربعین، (۹)...... بستان العارفین، (۱۰)......الفتاویٰ، (۱۱)...... مناقب الشافعی، (۱۲)...... مختصر اسدالغابہ، (۱۳)...... ادب المفتی و المستفتی، (۱۴)......تصحیح التنبیہ، (۱۵)...... الایضاح فی المناسک، (۱۶)......مختصر آداب الاستسقاء، (۱۷)......رؤوس المسائل، (۱۸)......تحفۃ طلاب الفضائل، (۱۹)......الترخیص فی الاکرام و القیام، (۲۰)......تخمیس الغنائم، (۲۱)......مسئلۃ نیۃ الاغتراف، (۲۲)......دقائق المنهاج و الروضۃ، (۲۳)......التقریب و التیسیر (۲۴)......تحریر التنبیہ.

آپ کی بعض کتب کا تعارف

﴿1﴾......شرح مسلم: شروح احادیث کی کتب میں امام نووی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی شرحِ مسلم سے بڑھ کر مدلل، مکمل، اعلیٰ اور مختصر کوئی اور کتاب نہیں ہے۔ اس شرح کو پڑھنے والے کو اپنے ہر سوال کا جواب ملتا ہے، خواہ اس کا تعلق ظاہر سے ہو یا باطن سے، مثلاً (۱)...... سند کی بحث، (۲)......لغت کی بحث، (۳)......مجہول راوی کے نام کی تعیین، (۴)...... لفظ کے معنی کی وضاحت، (۵)......حدیث سے مسائل کا استنباط، (۶)......اس بات کی وضاحت کہ حدیث کے ظاہر سے کس نے استدلال کیا اور کس نے ان کی مخالفت کی اور ان کے دلائل کیا ہیں۔ اس کے علاوہ اور بہت سے فوائد جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔

آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ شرح مسلم کے مقدمہ میں فرماتے ہیں: ''میں نے

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے استخارہ کیا کہ صحیح مسلم کی شرح میں ایک ایسی کتاب لکھوں جو نہ تو اتنی مختصر ہو کہ مطلب بھی سمجھ نہ آئے اور نہ ہی اتنی طویل ہو جو پڑھنے والوں کو ملال میں مبتلا کر دے۔ اگر مجھے لوگوں کی ہمتوں کے کمزور، ان کی رغبت کو قلت کا اور بڑی کتابوں کی طلب کی قلت کا خوف نہ ہوتا تو میں اس شرح کو اتنا طویل کرتا کہ بغیر کسی تکرار و بے فائدہ زیادتی کے اس کی سو سے زیادہ جلدیں ہو جاتیں، یہ طوالت کثیر فوائد کی وجہ سے ہوتی اور یہی چیز حدیث کے لائق ہے کیونکہ حدیث مبارک اس عظیم شخصیت کا کلام ہے جو مخلوقات میں فصیح ترین ہیں۔

شرح مسلم آپ نے 674 ہجری میں دو سال کے قلیل عرصہ میں تحریر فرمائی حالانکہ اس دوران آپ کسی اور کتاب کی تالیف یا کسی کتاب کی تالیف کی تکمیل میں بھی مصروف رہے۔ اتنے کم عرصہ میں ایسا عظیم کارنامہ سرانجام دینا آپ یا آپ کی مثل علماءِ ربانیین ہی سے ممکن ہے، یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فضل ہے جو اس نے آپ کو عطا فرمایا۔

﴿2﴾......**روضۃ الطالبین**: وہ بڑی کتب کہ جن پر مذہب شافعی میں اعتماد کیا جاتا ہے ان میں سے ایک روضۃ الطالبین بھی ہے۔ دراصل یہ امام رافعی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی کتاب ''الشرح الکبیر'' کی تلخیص ہے۔

علامہ اوزاعی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ روضۃ الطالبین کے بارے میں فرماتے ہیں: ''ان علاقوں میں امام شافعی کے متبعین کے لیے یہ کتاب نہایت عمدہ ہے بلکہ اطرافِ عالم میں اس کی شہرت کا چرچہ ہے، حاکم اپنے فیصلوں میں اور مفتی اپنے فتاوی میں اسی پر اعتماد کرتے ہیں، آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی اچھی نیت و اخلاص ہی کی وجہ سے اس کتاب کو یہ مرتبہ حاصل ہوا ہے۔''

علامہ شہاب الدین احمد بن خفاجہ صعدی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”میں خواب میں نبی مکرم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی زیارت سے مشرف ہوا تو عرض کی: یارسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم آپ ”نووی“ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ ارشاد فرمایا: نعم الرجل النووی. نووی اچھا آدمی ہے۔

میں نے عرض کی: انہوں نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ”الروضۃ“ ہے اس کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟

فرمایا: وہ اپنے نام کی طرح واقعی ”روضۃ“ یعنی باغ ہے۔

﴿3﴾...... **المنہاج**: امام نووی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ کی علم فقہ پر لکھی ہوئی یہ کتاب سب سے زیادہ علما میں مقبول ہے، یہ کتاب امام رافعی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ کی کتاب ”المحرر“ کی تلخیص ہے، بہت سے علما نے یہ کتاب زبانی یاد فرمائی۔ 669 ہجری میں آپ اس کو لکھ کر فارغ ہوئے۔

﴿4﴾...... **ریاض الصالحین**: وعظ و نصیحت کے متعلق احادیث پر بہت سی کتب لکھی گئی ہیں لیکن جو شہرت امام نووی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ کی کتاب ”ریاض الصالحین“ کو ملی ہے وہ کسی اور کے حصے میں نہیں آئی۔

ریاض الصالحین کا اسلوب: آپ رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ اس کے مقدمہ میں فرماتے ہیں: ”میرا ارادہ ہوا کہ میں صحیح احادیث پر مشتمل ایک مختصر کتاب تحریر کروں جو آخرت کا راستہ بنے ،...... ظاہری و باطنی آداب پر رہنمائی کرے اور...... ترغیب و ترہیب کی جامع ہو،...... اس میں نفس کی ریاضت اور...... اخلاق کو سنوارنے کا بیان ہو،...... دل کی طہارت اور...... اس کا علاج ہو،...... اعتقاد کی حفاظت اور...... ان کے علاج وغیرہ

کا ذکر ہو۔۔۔۔۔۔اس میں مشہور کتب کی صحیح احادیث کا ذکر ہوگا،۔۔۔۔۔ابواب کی ابتدا قرآن مجید کی آیاتِ کریمہ سے ہوگی اور۔۔۔۔۔مخفی معانی کی وضاحت بھی ہوگی،۔۔۔۔۔۔ مزید اس میں عمدہ تنبیہات کا بھی ذکر ہوگا۔

﴿5﴾۔۔۔۔۔۔**الاذکار**:عوام وخواص میں امام نووی آپ کی کتاب الاذکار کو ایک منفرد مقام حاصل ہے۔اس کتاب میں آپ نے دن اور رات کے اذکار احادیث کی اسناد کو آپ نے حذف کردیا لیکن ہر حدیث کا مرتبہ صحیح،ضعیف، حسن، منکر جو بھی تھا بیان کردیا۔اس کتاب کی تالیف وتصنیف سے آپ 667ہجری میں فارغ ہوئے۔

﴿7﴾۔۔۔۔۔۔التبیان فی آداب حملۃ القرآن: یہ چھوٹی سی کتاب بڑی بڑی کتب سے بندے کو بے نیاز کر دیتی ہے۔آپ نے یہ کتاب اہلِ دمشق کے لیے ان کے شوقِ تلاوتِ قرآن کو ملاحظہ کرکے تحریر فرمائی۔

امام سخاوی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''یہ ایک عمدہ کتاب ہے اوراس کی ہر ایک قرآن پڑھنے اور پڑھانے والے کو حاجت ہے۔

﴿8﴾۔۔۔۔۔۔الاربعین النوویۃ:یہ ایک چھوٹی سی کتاب ہے جس میں علامہ نووی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ نے 40یا42ایسی احادیث جمع فرمائی ہیں جن کی ہر مسلمان کو حاجت ہے۔خلقِ کثیر نے اس کتاب سے نفع حاصل کیا اور اب تک کر رہے ہیں، ہمیشہ سے علما اپنے طلبہ کو اس کتاب کو حفظ کرنے اور سمجھنے کی ترغیب دلاتے رہے ہیں۔

ان کتب کا بیان جن کو آپ مکمل نہ کرسکے۔

(۱)۔۔۔۔۔۔المجموع،(۲)۔۔۔۔۔۔تھذیب الاسماء و اللغات،(۳)۔۔۔۔۔۔شرح و بسط،(۴)۔۔۔۔۔۔شرح بخاری،(۵)۔۔۔۔۔۔کتاب الامالی،(۶)۔۔۔۔۔۔الخلاصۃ

فی احادیث الاحکام،(۷)......طبقات الفقہاء،(۸)......التحقیق فی الفقہ.

یاد رہے امام نووی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اپنی بہت ساری کتب کو اخلاص نہ ہونے کے خوف سے پانی میں دھوڈالا، چنانچہ آپ کے شاگرد علامہ ابن عطار رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''ایک مرتبہ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ نے مجھے 20 ہزار اوراق دیئے جو کہ آپ کے ہاتھ سے لکھے ہوئے تھے، آپ نے ان کو بیچنے کا حکم دیا اور یہ بھی حکم فرمایا کہ ان کی لکھائی کو دھوڈالو اور مجھے ڈرایا کہ اگر تم نے میرے حکم کی مخالفت کی۔ آپ کے حکم نے اس وقت مجھے یہ سب کرنے پر مجبور کر دیا لیکن آج تک میرے دل میں حسرت ہے کہ اے کاش میں ان اوراق کو دھو کر نہ بیچتا۔

امام شافعی مزارِ مبارک زیارت: امام شافعی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ کے مزار کی زیارت کے لیے امام نووی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ قاہر تشریف لے گئے، جب آپ کو مزار کا قبا نور نظر آیا تو آپ وہیں کھڑے ہوگئے اور مزید آگے نہ بڑھے آپ سے عرض کی گئی آپ آگے کیوں نہیں چلتے؟ فرمایا: اگر امام صاحب زندہ ہوتے اور میں آپ کے خیمہ کو دیکھتا تو مجھ پر لازم تھا کہ میں صرف آپ کے خیمہ کو دیکھ کر جاتا اور ایک قدم بھی آگے نہ بڑھاتا، اور آپ وہیں سے واپس لوٹ آئے حتی کہ قاہر میں کسی کو بھی آپ کے آنے اور واپس جانے کی اطلاع نہ ہوئی۔

امام نووی کی وفات: 24 رجب المرجب 676 ہجری بروز بدھ رات کے آخری حصہ میں علم و عمل کا یہ سورج غروب ہوگیا۔

علامہ تاج الدین سبکی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''جب علامہ نووی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ کا وصال ہوا تو دمشق اور اس کا اطراف آہ و بکا سے گونج اٹھا اور ہر ایک مسلمان غم میں ڈوب گا۔

نُزْھَۃُ الْعَارِفِیْن ترجمہ وشرح بُسْتَانُ الْعَارِفِیْن

المعروف

اللہ والوں کا گلشن

مصنف: امام نوووی رَحْمَۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ

مترجم وشارح: ابوالحسن خضر حیات عطاری

خطبہ از امام نووی

تمام تعریفیں اللہ عزوجل کے لیے جو واحد و قہار اور عزیز و غفار ہے، بندوں کی تقدیر کا فیصلہ فرمانے والا اور معاملات میں تصرف فرمانے والا ہے، رات کو دن میں داخل فرمانے والا اور اسے اہلِ دل و نظر کے لیے مقام غور و فکر بنانے والا ہے۔

اس نے اپنی مخلوق میں سے چنے ہوئے لوگوں کو شعور عطا فرمایا اور ان کو صالحین کے گروہ میں داخل فرما دیا۔ اس نے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہا توفیق بخشی اور انہیں صالحین میں سے کر دیا۔

اپنے پیاروں کو اس نے حقائق کی پہچان عطا فرمائی تو وہ دنیا میں رہتے ہوئے دنیا سے بے رغبت ہو گئے اور انہوں نے اللہ عزوجل کی خوشنودی کے کاموں میں، آخرت کی تیاری میں، اللہ عزوجل کی ناراضی کے کاموں سے بچنے میں اور عذاب جہنم سے بچنے میں خوب جد و جہد کی۔

میں اللہ عزوجل کی نعمتوں پر اس کی خوب حمد بیان کرتا ہوں اور اس سے اس کے مزید فضل و کرم کا سوال کرتا ہوں۔

میں اس کی وحدانیت کا اقرار کرتے ہوئے اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اس کے رب ہونے کا جو یقین تمام مخلوق پر واجب ہے اس کا اعتراف کرتے ہوئے اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم اس کے بندے، رسول اور ایسے محبوب ہیں کہ ان کو اللہ عزوجل نے اپنی تمام مخلوق میں سے چن لیا ہے۔

اللہ عزوجل کی جومخلوقات پیدا ہوچکی اور جو پیدا ہوں گی ان میں آپ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم سب سے بڑھ کرسخی، کشادہ دل اور متقی ہیں، آپ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم تمام مخلوقات میں سب سے بڑھ کر نیک وصالح، سب سے زیادہ رب کریم کی معرفت رکھنے والے وخوف رکھنے والے اور سب سے بڑھ کر رب تعالی کی صفات کا علم رکھنے والے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم سب سے بڑے متقی وعبادت گزار، اور سب سے بڑھ کر رب تعالی کا خوف رکھنے والے ہیں، آپ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم سب سے زیادہ دنیا سے بے رغبتی فرمانے والے وسب سے بڑھ کر حسن اخلاق والے ہیں اور آپ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم ہی مومنوں پر سب سے بڑھ کر شفقت فرمانے والے ہیں۔

قیامت تک جب کبھی ذکر کرنے والے آپ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کا ذکر کریں یا غافلین آپ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کے ذکر سے غافل ہوں آپ پر، تمام انبیا کرام پر، آپ کی تمام آل پر، آپ کے تمام صحابہ پر اور تمام تابعین پر اللہ تعالی کی خاص رحمتیں اور سلام ہوں۔

دنیا کی حقیقت کا بیان

حمد وصلوۃ کے بعد

(اے میرے بھائی! یہ بات یاد رکھو کہ)

بے شک دنیا ختم ہونے والا گھر ہے، یہ ہمیشہ نہیں رہے گا، یہ تو ایک ایسا گھر ہے کہ جس سے ہم کو صرف گزرنا اور ہمیں اس میں خوش وخرم نہیں رہنا۔ دنیا ختم ہونے والا گھر ہے، اس نے باقی نہیں رہنا اور نہ ہی اس کو بقا حاصل ہے، یہ تو ختم ہونے والا ہے یہ ہمیشہ نہیں رہے گا کہ آخر کار اس نے فنا ہونا ہے۔

جو باتیں میں نے بیان کی ہیں ان پر قرآن وحدیث کے یقینی دلائل اور صحیح عقلی دلائل قائم ہیں، بلکہ یہ تو ایسی باتیں ہیں کہ جن کو عوام وخواص، امیر وغریب سب برابر جانتے ہیں اور احساسات ومشاہدات کا بھی یہی فیصلہ ہے جو ہم نے ابھی بیان کیا، لہذا مذکورہ باتیں جاننے کے لیے مزید وضاحت کی بھی حاجت نہیں ہے۔

کسی شاعر نے کہا ہے:

وَلَيْسَ يَصِحُّ فِي الْأَسْمَاعِ شَيْءٌ　　　إِذَا احْتَاجَ النَّهَارُ إِلَى دَلِيْلٍ

ترجمہ: اگر دن بھی دلیل کا محتاج ہو تو پھر کسی بھی سنی ہوئی بات کا اعتبار نہ ہوگا۔

میں نے دنیا کی حقیقت اور اس کے متعلق نصیحت بیان کردی ہے اور قرآن پاک نے بھی دنیا کی طرف مائل ہونے، اس سے دھوکہ کھانے اور اس پر بھروسہ کرنے سے خبردار کیا ہے۔

ہم نے جو بھی بیان کیا اس پر دلالت کرنے والی آیات اتنی معروف ہیں کہ ان کا ذکر کرنے کی حاجت نہیں ہے اور اتنی مشہور ہیں کہ ان کو بیان کرنے کی حاجت نہیں

ہے، اسی طرح مذکورہ امور کے متعلق احادیث مبارکہ اور بزرگان دین کے حکمت سے بھرپور اقوال بھی موجود ہیں، اسی وجہ سے عبادت گزار دنیا کی غفلتوں سے ہوشیار رہتے ہیں اور دنیا سے بے رغبتی کرنے والے ہی سب سے زیادہ عقلمند ہوتے ہیں۔

دنیا کی حقیقت پر چند اشعار

کسی شاعر نے دنیا کی حقیقت کتنے ہی خوبصورت انداز میں یوں بیان کی:

أُنْظُرْ إِلَى الْأَطْلَالِ كَيْفَ تَغَيَّرَتْ مِنْ بَعْدِ سَاكِنِهَا وَكَيْفَ تَنَكَّرَتْ

ترجمہ: مکانوں کے مٹے ہوئے نشانات کو تو ذرا دیکھو کہ اپنے رہنے والوں کے بعد کیسے تبدیل ہو گئے ہیں کہ اب تو وہ پہچانے بھی نہیں جاتے۔

سَحَبَ الْبَلَاءُ أَذْيَالَهُ بِرُسُوْمِهَا فَتَسَاقَطَتْ أَحْجَارُهَا وَتَكَسَّرَتْ

ترجمہ: مصائب ان مکانات کے نشانات پر اتنی شدت سے آئے کہ ان مکانات کے پتھر گر کر ٹوٹ گئے۔

وَمَضَتْ جَمَاعَةُ أَهْلِهَا لِسَبِيْلِهِمْ وَتَغَيَّبَتْ أَخْبَارُهُمْ وَتَنَكَّرَتْ

ترجمہ: ان مکانات کے تمام مالک اپنی اصل راہ (آخرت) کی طرف چلے گئے اور ان کی خبریں ختم ہو گئیں اور لوگ ان کو بھول گئے۔

لَمَّا نَظَرْتُ تَفَكُّراً لِدِيَارِهِمْ سَحَّتْ جُفُوْنِي عِبْرَةً وَتَحَدَّرَتْ

ترجمہ: ان مکانات کو جب میں نے متفکر ہو کر دیکھا تو عبرت سے میری پلکیں بھیگ گئیں اور آنکھیں آنسو بہانے لگیں۔

لَوْ كُنْتُ أَعْقِلُ مَا أَفَقْتُ مِنَ الْبُكَا حَسْبِيْ هُنَاكَ وَمُقْلَتِيْ مَا أَبْصَرَتْ

ترجمہ: اگر میں عقل مند ہوتا تو آہ وزاری سے نہ رکتا اور جو کچھ میں نے دیکھا وہ مجھے

اور میری آنکھ کو عبرت حاصل کرنے کے لیے کافی ہوتا۔

نَصَبَتْ لَنَا الدُّنْيَا زَخَارِفَ حُسْنِهَا   مَكْرًا بِنَا وَخَدِيعَةً مَا افْتَرَتْ

ترجمہ: دنیا نے ہمارے سامنے اپنا باطل و بے حقیقت حسن ظاہر کر کے ہمیں اس طرح مکر و فریب میں مبتلا کیا کہ اس کی شدت میں کمی نہ آئی۔

وَهِيَ الَّتِي لَمْ تَحْلُ قَطُّ لِذَائِقٍ   إِلَّا تَغَيَّرَ طَعْمُهَا وَتَمَرَّرَتْ

ترجمہ: یہ دنیا ایسی ہے کہ اس کو چکھنے والے نے اس کو میٹھا و شیریں نہیں پایا مگر یہ کہ اس کا ذائقہ بدمزہ ہے اور یہ کڑوی ہے۔

خَدَّاعَةٌ بِجَمَالِهَا إِنْ أَقْبَلَتْ   فَجَّاعَةٌ بِزَوَالِهَا إِنْ أَدْبَرَتْ

ترجمہ: دنیا اگر آئے تو اپنے مال کے سبب دھوکہ ہے اور اگر جائے تو زوال کے سبب حسرت و تکلیف ہے۔

وَهَّابَةٌ سَلَّابَةٌ لِهِبَاتِهَا   طَلَّابَةٌ لِخَرَابِ مَا قَدْ عَمَّرَتْ

ترجمہ: یہ دنیا بہت زیادہ دینے والی، اپنے دیئے ہوئے کو بہت جلد چھیننے والی، جس کو اس نے آباد کیا اس کی بربادی کی بہت زیادہ خواہش کرنے والی ہے۔

وَإِذَا بَنَتْ أَمْرًا لِصَاحِبِ ثَرْوَةٍ   نَصَبَتْ مَجَانِقَهَا عَلَيْهِ فَدَمَّرَتْ

ترجمہ: جب کسی صاحب ثروت (مالدار) شخص کا کوئی کام بنا دیتی ہے تو اس پر اپنی منجنیقیں نصب کر دیتی ہے حتی کہ دنیا اس کو تباہ و برباد کر دیتی ہے۔

ایک اور شاعر نے کہا:

وَمَنْ يَحْمَدُ الدُّنْيَا لِعَيْشٍ يَسُرُّهُ   فَسَوْفَ لَعَمْرِي عَنْ قَلِيْلٍ يَلُوْمُهَا

ترجمہ: جو شخص دنیا کی تعریف پُر آسائش زندگی کی وجہ سے کرتا ہے تو میری عمر کی قسم

عنقریب وہ اس کی مذمت کرے گا۔

إِذَا أَدْبَرَتْ كَانَتْ عَلَى الْمَرْءِ حَسْرَةً وَإِنْ أَقْبَلَتْ كَانَتْ كَثِيراً هُمُومُهَا

ترجمہ: اگر دنیا کسی سے منہ موڑے تو اس کے لیے حسرت بن جاتی ہے اور اگر کسی کو حاصل ہو جائے تو اس کے غم کثیر ہو جاتے ہیں۔

(امام نووی فرماتے ہیں:) میری بیان کردہ باتیں جب اچھی طرح معلوم ہیں اور دنیا کے مذکورہ اوصاف ثابت ہیں تو ہر ایک انسان پر لازم ہے کہ وہ اہلِ عقل وبصیرت کا راستہ اختیار کرے، ہم اللہ کریم رؤف ورحیم سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اہلِ عقل وبصیرت کے راستے پر چلا کر ہم پر احسان فرمائے اور ہمیں رشد وہدایت کے سب سے اعلیٰ راستے پر چلائے۔

اب میں ایسی کتاب مرتب کرنے کی ابتداء کرتا ہوں کہ جو میرے بیان کردہ سیدھے راستے کو واضح کرے گی اور جو اوصاف جمیلہ میں نے بیان کیے ان کو اختیار کرنے کے لیے مشعلِ راہ ہوگی۔

کتاب کا اسلوب

﴿1﴾......اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ میں اس کتاب میں نہایت قیمتی نکات اور معرفت کے حقائق بیان کروں گا۔

﴿2﴾......غیر منظوم کلام ذکر کروں گا تا کہ میرا کلام اس کتاب کا مطالعہ کرنے والوں کو اکتاہٹ میں مبتلا نہ کرے اور ان کے لیے نصیحت قبول کرنا آسان ہو جائے۔

﴿3﴾......کتاب کی ترتیب میں میں ابواب کا التزام نہیں کروں گا کیونکہ ابواب بندی کتاب کا مطالعہ کرنے والوں کو اکتاہٹ میں مبتلا کر دیتی ہے۔

﴿4﴾......اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ میں اس کتاب میں قرآن پاک کی آیات، نبی مکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی احادیث، بزرگان دین کے روشن اقوال، صالحین کے خوبصورت اقوال، حکایات اور دنیا سے بے رغبت کرنے والے عمدہ اشعار ذکر کروں گا۔

﴿5﴾......(اس کتاب میں ذکر کردہ) اکثر احادیث کے صحیح و حسن ہونے، ان احادیث کے راویوں کے حالات اور احادیث میں مذکور مخفی و مشکل معانی کی وضاحت کو بھی ذکر کروں گا۔

﴿6﴾......احادیث کے معنی میں تبدیلی کیے بغیر جس حدیث کو مقید کرنے کی حاجت ہوگی اس کی میں اصلاح بھی کروں گا۔

﴿7﴾......ان احادیث کو میں اپنی سند کے ساتھ بیان کروں گا کیونکہ یہ طریقہ کتاب کا مطالہ کرنے والوں کے دل میں زیادہ اثر کرے گا۔

﴿8﴾......چونکہ یہ کتاب ان عابدوں کے لیے ہے جن کو اسناد کی معرفت کی حاجت

نہیں ہوتی بلکہ وہ راویوں کے اکثر حالات کو ناپسند کرتے ہیں اور اسناد کا ذکر ان کو ملال میں مبتلا کر دیتا ہے اس لیے اِختصار کے پیشِ نظر اور طوالت کے خوف کی وجہ سے میں احادیث کی اسناد کو حذف بھی کر دوں گا۔

﴿9﴾......اپنی مروی احادیث میں سے اکثر کو ایسی مشہور اسناد کے ساتھ ذکر کروں گا جو رائج و معروف کتبِ احادیث میں بھی موجود ہیں۔

﴿10﴾......اگر کسی حدیث یا حکایت میں کوئی نام یا لغت کا کوئی لفظ ہوا (اور اس کی وضاحت کی حاجت ہوئی) تو اس کی بھی عمدہ طریقے سے وضاحت کروں گا۔

﴿11﴾......جس حدیث، قول یا حکایت کی شرح کی حاجت ہوگی تو میں اس کی شرح بھی کر دوں گا اور جس کے معنی میں غلطی کا اندیشہ ہوگا میں اس کا درست معنی بھی بیان کر دوں گا۔

﴿12﴾......اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس کتاب میں ضمناً علومِ شرعیہ کی کئی اقسام مثلاً حدیث، فقہ اور آدابِ دینیہ کی عمدہ باتیں بھی ذکر کروں گا۔

﴿13﴾......اسی طرح اس کتاب میں اصولِ عقائد میں سے کچھ ضروری باتیں، کچھ اہم قواعدِ اسلامیہ، کچھ عمدہ و عجیب باتیں کہ جن کا ذکر کرنا اور جن کا مجالس میں تذکرہ ہونا مستحب ہے ان کا بھی ذکر کروں گا۔

﴿14﴾......مزید قلبی علوم، ان کے امراض، ان کی عادات اور علاج بھی ضمناً اس کتاب میں مذکور ہوں گے۔

﴿15﴾......بسا اوقات اس کتاب میں کوئی ایسا کلام بھی آئے گا جس کی تفصیل کی حاجت ہوگی مگر یہ کتاب اس تفصیل کی متحمل نہیں ہوسکتی، تو میں اس تفصیل میں سے جو

مقصود ہوگا اس کو مختصر اذکر کر دوں گا، یا پھر اس کلام کی شرح کے لیے اہلِ عقل وبصیرت علما میں سے کسی عالم کی کتاب کی طرف رہنمائی کر دوں گا، اور بسا اوقات اس کلام کی شرح کے لیے میں اپنی کسی کتاب کی طرف بھی رہنمائی کروں گا۔

(اپنی کسی کتاب کی طرف رہنمائی کروں گا تو) اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس سے میری یہ نیت نہیں ہوگی کہ کسی پر اپنی بڑائی کو ظاہر کروں اور نہ ہی یہ نیت ہوگی کہ اپنی عزت وشان اور تصانیف کی کثرت کو ظاہر کروں، بلکہ میری اس سے نیت یہ ہوگی کہ بھلائی کی طرف رہنمائی کروں، اور اس کلام کی شرح کے مقام کی طرف بھی رہنمائی کروں۔

اس بات پر تنبیہ اس لیے کی ہے کہ میں نے کئی لوگوں کو دیکھا ہے کہ اس طریقے کو اختیار کرنے والے پر طعن کرتے ہیں حالانکہ ان کا یہ طعن کرنا ان کی جہالت، بدگمانی، فسادی ذہن، حسد، علم کی کمی اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے ہوتا ہے، ان وجوہات کی بنا پر میں نے ارادہ کیا کہ اس بات کو اس کتاب کا مطالعہ کرنے والوں کے ذہن میں پختہ کر دوں تاکہ وہ دل کو بدگمانی سے اور زبان کو برا بھلا بولنے سے پاک اور دور رکھیں۔

میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ

یا اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھے اچھی اچھی نیتیں کرنے کی توفیق عطا فرما!

ہر قسم کی عبادت پر میری مدد فرما!

ان عبادات کو میرے لیے آسان فرما!

اور مرتے دم تک ان کو ہمیشہ کرتے رہنے کی توفیق عطا فرما!

یا اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ مذکورہ تمام عطائیں ان کو بھی عطا فرما کہ جن سے میں محبت کرتا ہوں اور جو تیری رضا کی خاطر مجھ سے محبت کرتے ہیں، مزید یہ عطائیں تمام مسلمان مردوں

اورعورتوں کو بھی عطا فرما۔

یااللہ عزّوجلّ ہمیں اوران سب کو جنت کے اعلیٰ مقامات میں ایک ساتھ رکھنا اور ہمیں اپنی رضامندی عطا فرما اور ہر قسم کی نیکیاں کرنے کی سعادت نصیب فرما۔

میں اللہ عزّوجلّ کی پناہ لیتا ہوں، اسی سے مدد طلب کرتا ہوں، اسی کی ذات پر توکل کرتا ہوں، قوت ولیاقت اللہ عزّوجلّ ہی کی طرف سے حاصل ہوتی ہے وہ ہمیں کافی ہے اور وہ بہت ہی اچھا کارساز ہے۔

یااللہ عزّوجلّ میں تجھ سے ہر وسیلہ کے واسطے سے سوال کرتا ہوں اور ہر شفیع کے واسطے سے تیری بارگاہ میں عرض کرتا ہوں کہ اس کتاب سے مجھے، میرے احباب کو اور تمام مسلمانوں کو عام اور کامل نفع عطا فرما۔

اے وہ ذات کہ جس کو کوئی بھی شے عاجز نہیں کرسکتی اور جس کے لیے کوئی بھی کام دشوار نہیں ہے میری ان دعاؤں کو قبول فرما۔ اب میں (اس کتاب کے لکھنے سے جو) مقصود ہے اس کی ابتدا کرتا ہوں۔

اخلاص واچھی نیت کا بیان

آیات مبارکہ: ﴿1﴾......اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ حُنَفَآءَ وَیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوا الزَّکٰوۃَ وَذٰلِکَ دِیْنُ الْقَیِّمَۃِ (پ: ٣٠، البینہ: ٥)

ترجمہ کنزالایمان: اور ان لوگوں کو تو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی بندگی کریں نرے اسی پر عقیدہ لاتے ایک طرف کے ہو کر اور نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں اور یہ سیدھا دین ہے۔

﴿2﴾......اور ارشاد فرمایا:

وَمَنْ یَّخْرُجْ مِنْ بَیْتِہٖ مُھَاجِرًا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ثُمَّ یُدْرِکْہُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ (پ: ٥، النساء، ١٠٠)

ترجمہ کنزالایمان: اور جو اپنے گھر سے نکلا اللہ و رسول کی طرف ہجرت کرتا پھر اسے موت نے آلیا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ پر ہو گیا۔

﴿3﴾اور فرمایا:

رَبُّکُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِیْ نُفُوْسِکُمْ۔ (پ: ١٥، بنی اسرائیل: ٢٥)

ترجمہ کنزالایمان: تمہارا رب خوب جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے۔

﴿4﴾مزید فرمایا:

لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَلَا دِمَآؤُھَا وَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ۔ (پ: ١٧، الحج ٣٧)

ترجمہ کنزالایمان: اللہ کو ہرگز نہ ان کے گوشت پہنچتے ہیں نہ ان کے خون، ہاں تمہاری پرہیزگاری اس تک باریاب ہوتی ہے۔

آیت کی تفسیر: حضرت ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: مذکورہ آیت کا مطلب: ''لیکن تمھاری نیتیں اس تک پہنچتی ہیں۔''

ابراہیم فرماتے ہیں: جس شے سے اللہ عزّوجلّ کی رضامندی مقصود ہو وہ تقویٰ ہے۔

امام ابوالحسن واحدی نے فرمایا کہ امام زجاج کہتے ہیں: ''آیت کا معنیٰ یہ ہے: اللہ عزّوجلّ تقویٰ کے بغیر خون اور گوشت کو ہرگز قبول نہیں فرمائے گا، رب تعالیٰ تو تم سے صرف وہ عمل قبول فرمائے گا جس کے ساتھ تقویٰ و پرہیزگاری حاصل ہو۔

(امام نووی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں) آیت مبارکہ کی مذکورہ تفسیر اس بات پر دلیل ہے کہ کوئی بھی عبادت بغیر اچھی نیت کے درست نہیں ہوسکتی۔

اچھی نیت کی تعریف: اچھی نیت یہ ہے کہ بندہ عبادت سے محض اللہ عزّوجلّ کی خوشنودی حاصل کرنے اور جس چیز کا اس نے حکم فرمایا ہے اس کو ادا کرنے کا ارادہ کرے۔

نیت کی اہمیت کا بیان

حدیث مبارک: ﴿1﴾......عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوٰى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهِ، وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلٰى دُنْيَا يُصِيبُهَا أَوِ امْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلٰى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ.

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، ہر شخص کے لیے

وہی ہے جس کی وہ نیت کرے۔لہذا جس کی ہجرت اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کی طرف ہوگی تو اس کی ہجرت اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم ہی کے لئے ہے اور جس کی ہجرت دنیا پانے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لئے ہوگی تو اس کی ہجرت اسی کی طرف ہے جس کی طرف اس نے ہجرت کی۔

(امام نووی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں:) مذکورہ حدیث کے صحیح ہونے پر محدثین کا اتفاق ہے، اسی طرح اس کی عظمت، مقام ومرتبہ اور جلالت پر بھی تمام ائمہ کا اجماع ہے، یہ حدیث ایمان کے اصولوں میں سے ایک اصول، ایمان کا اولین ستون اور سب سے مضبوط رکن ہے۔

حدیث کی فنی وعلمی بحث: ﴿1﴾...... مذکورہ حدیث ایک اعتبار سے غریب اور ایک اعتبار سے مشہور ہے، اس حدیث کا مدار یحیی بن سعید انصاری رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہ پر ہے۔ حافظ فرماتے ہیں: یہ حدیث نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم سے صرف حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُ نے روایت کی ہے، ان سے صرف علقمہ رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہ نے، حضرت علقمہ رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہ سے صرف ابراہیم بن محمد تیمی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اور ابراہیم سے صرف یحیی بن سعید رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ نے روایت کی ہے۔ پھر یحیی بن سعید رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ سے دو سو سے زائد افراد نے روایت کی اور ان میں سے اکثر ائمہ ہیں۔

﴿2﴾...... امام بخاری رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس حدیث کو اپنی "صحیح" میں سات مقامات پر نقل فرمایا ہے: (۱)...... کتاب کی ابتدا، (۲)...... کتاب الایمان،

(۳)......کتاب النکاح، (۴)......کتاب العتق، (۵)......کتاب الھجرۃ، (۶)......
کتاب ترک الحیل، اور (۷)......کتاب النذر میں۔

﴿3﴾......یہ حدیث ''صحیح بخاری'' میں مختلف الفاظ کے ساتھ روایت کی گئی ہے۔
بخاری کی ابتداء میں ''انما'' کے بغیر ''الاعمال بالنیات'' کے الفاظ ہیں اس کے بارے
میں حافظ ابوموسیٰ اصبہانی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا کہنا ہے کہ ان الفاظ کی سند صحیح نہیں ہے۔

﴿4﴾......''انما'' کا لفظ حصر کے لیے وضع کیا گیا ہے یہ مذکور کو ثابت کرتا ہے اور
اس کے ماسوا کی نفی کرتا ہے۔

﴿5﴾......مذکورہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اعمالِ شرعیہ نیت کے بغیر درست نہیں
ہوتے، لہٰذا جس نے ہجرت سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی نیت کی یا ہجرت سے دنیا
کی نیت کی تو جس چیز کی وہ نیت کرے گا وہی چیز اس کو ملے گی اس کے علاوہ اور کچھ بھی
اس کو نہ ملے گا۔

﴿6﴾......(امام نووی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں): اس حدیث میں اس بات پر
دلیل ہے کہ وضو، غسل، نماز، زکوٰۃ، روزہ، اعتکاف، حج وغیرہ عبادات میں نیت کرنا
شرط ہے۔ (احناف کے نزدیک وضو اور غسل میں نیت شرط نہیں ۱۲ عطاری)

﴿7﴾......ہمارے امام عبد اللہ بن محمد بن ادریس شافعی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا:
یہ حدیث فقہ کے ستر ابواب میں داخل ہے۔ مزید یہ بھی فرمایا: علم کا تہائی حصہ اس
حدیث میں داخل ہے۔ یہی قول امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اور دیگر علماء سے
منقول ہے۔

امام حافظ ابو بکر بیہقی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اپنی کتاب ''مختصر السنن'' کے شروع میں امام

شافعی رَحْمَۃُ اللہ تعالٰی عَلَیْہِ کے فرمان (علم کا تہائی حصہ اس حدیث میں داخل ہے) کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''بندے کے اعمال زبان، دل اور نیت سے ہوتے ہیں، لہٰذا نیت بندے کے کسب کی اقسام میں سے ایک ہوئی اور یہ قسم پہلی دو اقسام سے افضل ہے کیونکہ گفتگو اور عمل ریاکاری کی وجہ سے فاسد ہوسکتے ہیں لیکن نیت فاسد نہیں ہوسکتی۔

حدیث ''انما الاعمال الخ'' اور علما کا عمل

﴿8﴾......اس حدیث سے کتاب کا آغاز کرنا علما کا پسندیدہ طریقہ ہے۔ وہ علما جنہوں نے اس حدیث کو اپنی کتاب کے اول میں ذکر کرکے اپنی کتاب کا آغاز کیا، ان میں سے ایک امام بخاری رَحْمَۃُ اللہ تعالٰی عَلَیْہِ بھی ہیں۔ آپ نے اپنی کتاب ''اَلْجَامِعُ الصَّحِیْح'' (جو کہ قرآنِ مجید کے بعد سب سے زیادہ با اعتماد کتاب ہے) کے اول میں اس حدیث کو نقل فرمایا۔

امام عبدالرحمٰن بن مہدی رَحْمَۃُ اللہ تعالٰی عَلَیْہِ کا ارشاد ہے: ''اگر میں کوئی کتاب لکھتا تو اس کے ہر باب کی ابتدا اس حدیث سے کرتا۔

آپ نے یہ بھی فرمایا ہے: اگر کوئی کتاب لکھے تو اس کو چاہیے کہ اس حدیث سے اپنی کتاب کا آغاز کرے۔

امام نووی رَحْمَۃُ اللہ تعالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''ہمارے شیوخ دین کے کاموں میں سے ہر ایک کام کو شروع کرنے سے پہلے اس حدیث کے تذکرے کو پسند کرتے کیونکہ امور دین کی تمام اقسام میں بندے کو اچھی نیت کی حاجت ہے۔

اسلاف کرام سے اس حدیث کی اہمیت پر بہت سارے اقوال منقول ہیں۔

﴿9﴾......اس کی سند حسن بھی ہے اور غریب بھی وہ اس طرح کہ اس کے راویوں میں تین تابعی جمع ہیں جو باہم ایک دوسرے سے روایت کرتے ہیں، کیونکہ (1)......یحیٰی بن سعید رَحْمَةُ اللّٰه تَعَالٰی عَلَيْه (2)......ابراہیم بن محمد تیمی رَحْمَةُ اللّٰه تَعَالٰی عَلَيْه اور (3)......علقمہ بن وقاص رَحْمَةُ اللّٰه تَعَالٰی عَلَيْه تینوں تابعی ہیں۔

(امام نووی رَحْمَةُ اللّٰه تَعَالٰی عَلَيْه فرماتے ہیں:) ایک ہی روایت میں تین تابعی جمع ہوں یہ اگر چہ کہ ایک خوبی وعمدہ وصف ہے لیکن یہ خوبی دیگر کئی صحیح احادیث کے اندر بھی پائی جاتی ہے کہ ان میں بھی تین تابعی راوی جمع ہوتے ہیں جو باہم ایک دوسرے سے روایت کرتے ہیں۔

اس طرح کی احادیث کو حافظ عبدالقادر رہاوی رَحْمَةُ اللّٰه تَعَالٰی عَلَيْه نے اپنی کتاب میں جمع کیا ہے، میں نے ''شرح صحیح بخاری'' کے شروع میں امام رہاوی رَحْمَةُ اللّٰه تَعَالٰی عَلَيْه کی جمع کردہ احادیث کو مختصراً ذکر کیا ہے اور اس طرح کی دیگر احادیث کو بھی ان کے ساتھ ملایا تو ان کا مجموعہ تیس احادیث سے بھی زائد ہو گیا۔

وہ احادیث جن کا شمار اصولِ دین میں ہوتا ہے۔

جن چیزوں کو اس کتاب میں خصوصیت کے ساتھ لایا جائے گا، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ یہاں ان احادیث کو ذکر کیا جائے جن کے بارے میں علما نے فرمایا کہ یہ اسلام یا دین کی اصل ہیں یا ان پر اسلام، فقہ یا علم کا دارومدار ہے، لہٰذا اب ہم ان احادیث کو ذکر کرتے ہیں۔

مذکورہ اوصاف کی احادیث میں سے ایک حدیث ''انما الاعمال بالنیات'' بھی ہے، چونکہ نیت انتہائی اہمیت کی حامل ہے اس لیے اس حدیث کو بقیہ سب پر مقدم کیا۔

وہ احادیث کہ جن پر اسلام کا مدار ہے ان کی تعداد کے بارے میں علما کا کثیر اختلاف ہے۔ اس طرح کی احادیث کو خوب جدو جہد کر کے امام ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن المعروف ابن صلاح نے جمع فرمایا اور ان کی تحقیق واتقان پر مزید زیادتی نہیں ہوسکتی۔ میں ان کی ذکر کردہ احادیث کو یہاں مختصراً نقل کرتا ہوں اور مزید ان کے ساتھ ان احادیث کو بھی ذکر کروں گا کہ جو انہوں نے ذکر نہیں کیں اور مجھے میسر آگئیں۔

عمدہ بات کو اس کے قائل کی طرف منسوب کیا جائے

بے شک دین خیر خواہی کا نام ہے اور یہ بھی خیر خواہی ہی ہے کہ کوئی بھی عمدہ بات ہو اس کو اس کے قائل کی طرف منسوب کیا جائے، جس نے ایسا کیا اس کے علم وعمل میں برکت ہوگی اور جس نے غیر کا کلام لے کر یہ وہم ڈالنے کی کوشش کی کہ یہ اس کا کلام ہے تو ایسا شخص اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اس کے علم سے نفع حاصل نہ ہو اور نہ ہی اس کے عمل میں برکت ہو۔ اہلِ علم وفضل کا ہمیشہ سے یہ دستور رہا ہے کہ وہ عمدہ باتوں کو ان کے قائلین ہی کی طرف منسوب کرتے تھے، اے اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں بھی ہمیشہ ایسا کرنے کی توفیق عطا فرما۔

وہ احادیث کہ جن پر اسلام کا مدار ہے ان کے تعین وتعداد میں اختلاف ذکر فرمانے کے بعد شیخ ابو عمر رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: اس طرح کی احادیث کی تعداد 26 تک پہنچتی ہیں۔

﴿1﴾...... انما الاعمال بالنیات . اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ (اس کی تشریح وتوضیح گزر چکی)

﴿2﴾......دین میں نیا طریقہ نکالنے کی ممانعت

حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ رسول اللّٰہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''مَنْ اَحْدَثَ فِی اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ۔'' یعنی: جو ہمارے اس دین میں ایسا نیا طریقہ ایجاد کرے جو اس دین میں سے نہیں وہ مردود ہے۔ مسلم کی روایت میں ہے: مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَیْسَ عَلَیْہِ اَمْرُنَا فَھُوَ رَدٌّ۔ یعنی: جس نے ایسا عمل کیا جس پر ہمارا دین نہیں وہ مردود ہے۔ (مسلم،حدیث:۴۵۸۹،ج۵،ص۱۳۲،بیروت)

شرح

یعنی وہ ایجاد کرنے والا مردود ہے یا اس کی یہ ایجاد مردود ہے۔ خیال رہے کہ ''اَمر'' سے مراد دین اسلام ہے اور ''مَا'' سے مراد عقائد، یعنی جو شخص اسلام میں خلافِ اسلام عقیدے ایجاد کرے وہ شخص بھی مردود اور وہ عقائد بھی باطل، لہذا روافض، قادیانی، وہابی وغیرہ بہتر فرقے جن کے عقائد خلافِ اسلام ہیں باطل ہیں۔ یا ''اَمر'' سے مراد دین ہے اور ''مَا'' سے مراد اعمال ہیں اور ''لَیسَ مِنہُ'' سے مراد قرآن وحدیث کے مخالف، یعنی جو کوئی دین میں ایسے عمل ایجاد کرے جو دین، یعنی کتاب وسنت کے مخالف ہوں جس سے سنت اٹھ جاتی ہو وہ ایجاد کرنے والا بھی مردود ایسے عمل بھی باطل جیسے اردو میں خطبہ ونماز پڑھنا، فارسی میں اذان دینا وغیرہ۔ اس کی تفسیر وہ حدیث ہے جو آگے آرہی ہے کہ جو کوئی بدعت ایجاد کرے تو اللّٰہ سنت کو اٹھالیتا ہے۔ ہماری اس تفسیر کی بنا پر یہ حدیث اپنے عموم پر ہے اس میں کوئی قید لگانے کی ضرورت نہیں۔ مرقاۃ نے فرمایا: لَیسَ مِنہُ سے معلوم ہوا کہ دین میں ایسے کام کی ایجاد جو کتاب وسنت کے خلاف نہ ہو بُری نہیں۔

(مراۃ المناجیح، ج۱،ص۱۴۵،۱۴۶،قادری پبلیشرز لاہور)

بدعت کا مفہوم: بدعت کے لغوی معنے ہیں نئی چیز، رب فرماتا ہے: ''بَدِیۡعُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ۔ اصطلاح میں اس کے تین معنے ہیں: (۱)......نئے عقیدے اسے بدعت اعتقادی کہتے ہیں۔ (۲)......وہ نئے اعمال جو قرآن وحدیث کے خلاف ہوں اور حضور کے بعد ایجاد ہوں۔

(۳) ہر نیا عمل جو حضور کے بعد ایجاد ہوا۔ پہلے دو معنے سے ہر بدعت بری ہے کوئی اچھی نہیں، تیسرے معنی کے لحاظ سے بعض بدعتیں اچھی ہیں بعض بری ہے، یہاں بدعت کے پہلے معنی مرادہ ہیں، یعنی برے عقیدے، کیونکہ حضور (صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم) نے اسے ضلالت یعنی گمراہی فرمایا۔ گمراہی عقیدے سے ہوتی ہے عمل سے نہیں، بے نماز گنہگار ہے گمراہ نہیں، اور رب کو جھوٹا یا حضور (صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم) کو اپنی مثل بشر سمجھنا بدعقیدگی اور گمراہی ہے۔

اگر دوسرے معنی مراد ہوں تب بھی یہ حدیث اپنے اطلاق پر ہے کسی قید لگانے کی ضرورت نہیں۔ اگر تیسرے معنی مراد ہوں یعنی نیا کام تو یہ حدیث عام مخصوص البعض ہے، کیونکہ یہ بدعت دو قسم کی ہے: بدعت حسنہ اور سیئہ۔ یہاں بدعت سیئہ مراد ہے۔ بدعت حسنہ کے لیئے کتاب العلم کی وہ حدیث ہے جو آگے آرہی ہے: ''مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً'' الحدیث، یعنی جو اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کرے وہ بڑے ثواب کا مستحق ہے۔ بدعت حسنہ کبھی جائز، کبھی واجب، کبھی فرض ہوتی ہے۔ اس کی نہایت نفیس تحقیق اسی جگہ مرقاۃ اور اشعۃ اللمعات میں دیکھو، نیز شامی اور ہماری کتاب "جاء الحق" میں بھی ملاحظہ کرو۔ بعض لوگ اس کے معنی یہ کرتے ہیں کہ جو کام حضور کے بعد ایجاد ہو وہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی، مگر یہ معنی بالکل فاسد ہیں، کیونکہ تمام دینی چیزیں، ...... چھ کلمے، ...... قرآن شریف کے ۳۰ پارے، ...... علم حدیث اور ...... حدیث کی اقسام اور ...... کتب، ...... شریعت وطریقت کے چار سلسلے، ...... حنفی، شافعی، یا قادری، چشتی وغیرہ، ...... زبان سے نماز کی نیت، ...... ہوائی جہاز کے ذریعہ حج کا سفر اور ...... جدید سائنسی ہتھیاروں سے جہاد وغیرہ، اور ...... دنیا کی تمام چیزیں ...... پلاؤ، ...... زردے، ...... ڈاک خانہ، ...... ریلوے وغیرہ سب بدعتیں ہیں جو حضور کے بعد ایجاد ہوئیں حرام ہونی چاہیے حالانکہ انہیں کوئی حرام نہیں کہتا۔

(مراۃ المناجیح، ج ا، ص ۱۴۶، ۱۴۷، قادری پبلیشرز لاہور)

﴿3﴾......مشتبہ چیزوں سے اجتناب

حضرت نعمان بن بشیر رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان مشتبہ چیزیں ہیں جن کے متعلق بہت سے لوگ نہیں جانتے ،لہذا جو شخص ان مشتبہ چیزوں سے بچا اس نے اپنے دین وعزت کو محفوظ کرلیا۔اور جو مشتبہ چیزوں میں پڑا وہ حرام میں مبتلا ہو گیا ،جیسا کہ وہ چرواہا جو چراگاہ کے قریب اپنا ریوڑ چراتا ہے، قریب ہے کہ اس کا ریوڑ چراگاہ میں چلا جائے۔سن لو!ہر بادشاہ کی چراگاہ ہوتی ہے اور اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی چراگاہ اس کی حرام کردہ اشیا ہیں۔خبردار!جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے، جب وہ درست ہو تو سارا جسم درست رہتا ہے اور جب وہ بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے اور وہ دل ہے۔(مسلم،حدیث:٤١٧٨،ج٥،ص٥٠،دارالجیل بیروت)

شرح

(اس حدیث کے راوی حضرت نعمان بن بشیر) صحابی ہیں ،ہجرت سے چودہ ماہ بعد پیدا ہوئے ،آپ انصار میں پہلے بچے ہیں جو پیدا ہوئے جیسے مہاجرین میں اول حضرت عبداللہ ابن زبیر (رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہ) پہلے بچے ہیں،حضور(صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَالہٖ وَسَلَّم) کی وفات کے وقت آٹھ سال سات ماہ کے تھے،کوفہ میں قیام رہا،امیر معاویہ(رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہ) کی طرف سے عراق کے حاکم تھے۔جب حضرت امام حسین (رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہ) نے مسلم ابن عقیل (رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہ) کو کوفہ بھیجا تو آپ اس وقت یزید ابن معاویہ کی طرف سے کوفہ کے حاکم تھے،آپ نے حضرت مسلم (رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہ) سے کوئی تعرض نہ کیا اس لیے یزید نے آپ کو معزول کر دیا اور عبید اللہ ابن زیاد کو مقرر کیا۔

یہ حدیث اصل اصول دین ہے،اس کا مطلب یہ ہے کہ چیزیں تین قسم کی ہیں: بالکل حلال جن کی

شرح: حلت منصوص ہے، بالکل حرام جن کی حرمت منصوص ہے جیسے محرمات وفواحش اور مشتبہات جن میں حلت وحرمت کے دلائل متعارض ہیں یا حلت وحرمت کی دلیل نہیں، اصل حلال پر عمل کرو، اصل حرام سے ضرور بچو اور مشتبہات سے احتیاطاً پرہیز کرو کہ شاید حرام ہوں مگر جن میں حلت کی اصل موجود ہو وہ مشتبہ نہیں، انہیں حرام سمجھنا محض باطل وہم ہے لہذا یہ نہیں کہہ سکتے کہ چونکہ میلاد شریف عرس بزرگانِ دین کو بعض علما حرام بھی کہتے ہیں لہذا یہ مشتبہات سے ہے۔ (از مرقات)

(جو مشتبہ چیزوں میں پڑا وہ حرام میں مبتلا ہو گیا) یعنی جو شخص مشتبہات سے پرہیز نہ کریگا وہ آخر کار محرمات میں بھی پھنس جائیگا اس لئے مشتبہات سے بچو۔ شاہی چراگاہ میں جانور چرانا سخت جرم ہوتا ہے، ہوشیار چرواہے شاہی چراگاہ سے دور ہی رہتے ہیں تاکہ کوئی جانور بے قابو ہو کر اس چراگاہ میں نہ گھس جائے اور ہم مجرم ہو جائیں۔ مگر بے احتیاط چرواہے وہاں قریب پہنچ جاتے ہیں اور آخر کار ان کا جانور وہاں گھس جاتا ہے اور یہ مجرم ہو کر پکڑے جاتے ہیں، ایسے ہی مشتبہات میں واقع ہونے والا کبھی حرام میں بھی گرفتار ہو جائے گا تم چرواہے ہو، نفس بے سمجھ جانور، محرمات شرعیہ شاہی چراگاہ ہے، مشتبہات اس چراگاہ کے متصل زمین۔

(خبردار! جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے) یعنی دل بادشاہ ہے جسم اس کی رعایا جیسے بادشاہ کے درست ہو جانے سے تمام ملک ٹھیک ہو جاتا ہے ایسے ہی دل سنبھل جانے سے تمام جسم ٹھیک ہو جاتا ہے، دل ارادہ کرتا ہے جسم اس پر عمل کی کوشش کہ دل میں برے ارادے نہ پیدا ہوں اس لیے صوفیائے کرام دل کی اصلاح پر بہت زور دیتے ہیں۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ دل کو اپنی منزلوں میں رکھو، اس کی منزل فرض، واجب، سنت، مستحب، آداب مباح ہیں ان حدود میں رہا تو خیر ہے اگلی منزلیں خطرناک ہیں ادھر نہ جانے دو، اگلی منزلیں مکروہ تنزیہی، مکروہ تحریمی، حرام وکفر ہیں، مکروہ تنزیہی سے بچاؤ تاکہ آگے بڑھنے کی ہمت نہ کرے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۴، ص ۲۷۱)

مذکورہ حدیث کی وضاحت فتاوی رضویہ کی روشنی میں جاننے کے لیے راقم الحروف کی تالیف ''نزھۃ المتقین شرح رسالۃ المسترشدین'' کا مطالعہ فرمائیں۔

﴿4﴾......تقدیر کس طرح غالب آتی ہے؟

حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم جو کہ صادق و مصدوق ہیں، آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم نے ہم سے فرمایا: تم میں سے ہر ایک کا مادۂ پیدائش اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن نطفہ کی حالت میں رہتا ہے، پھر اتنے ہی دن جمے ہوئے خون کی حالت میں رہتا ہے، پھر اتنے ہی دن گوشت کے ٹکڑے کی حالت میں رہتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتا ہے تو وہ اس میں روح پھونکتا ہے، اور فرشتے کو چار باتوں کا حکم دیا جاتا ہے، (کہ فرشتہ) اس کا رزق، اس کی موت، اس کا عمل اور بد بخت و نیک بخت ہونے کو لکھ دے۔ تو اس کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ تم میں بعض جنتیوں والے کام کرتے رہتے ہیں حتی کہ اس میں اور جنت میں صرف ایک ہاتھ فاصلہ رہ جاتا ہے کہ اچانک تقدیر اس پر غالب آجاتی ہے پس وہ دوزخیوں والے کام کرلیتا ہے اور جہنم میں داخل ہوجاتا ہے، اور تم میں سے بعض دوزخیوں والے کام کرتے رہتے ہیں حتی کہ اس میں اور دوزخ میں صرف ایک ہاتھ رہ جاتا ہے کہ اچانک تقدیر اس پر غالب آجاتی ہے، وہ جنتیوں والے کام کرتا ہے اور جنت میں داخل ہوجاتا ہے۔'' (مسلم، حدیث: ۶۸۹۳، ج۸، ص ۴۴، بیروت)

شرح

صادق وہ جس کے سارے اقوال سچے ہوں، مصدوق وہ جس کے سارے اعمال سچے ہوں یا صادق وہ جو ہوش سنبھال کر سچ بولے، اور مصدوق وہ جو پہلے ہی سے سچا ہو، یا صادق وہ جو واقع کے مطابق خبر دے اور مصدوق وہ کہ جو وہ اپنی زبان مبارک سے کہہ دے واقعہ اُس کے مطابق ہوجائے حضور میں یہ سارے اوصاف جمع ہیں۔

(ماں کے پیٹ میں چالیس دن نطفہ کی حالت میں) یعنی: ماں کے رحم میں منی چالیس دن،،،،،،

شرح:۔۔۔۔تک اسی حالت میں سفید رنگ کی رہتی ہے، پھر سرخ رنگ کا خون بن جاتی ہے، پھر چالیس روز کے بعد جم کر گوشت۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں: چونکہ آدم علیہ السلام کا خمیر چالیس سال اور موسیٰ علیہ السلام کا قیام طور پر چالیس دن رہا، اس لیئے نطفہ پر ہر چلہ کے بعد انقلاب آتا ہے، پھر بعد پیدائش نفاس کی مدت چالیس دن ہے، کمال عقل چالیس سال میں ہوتا ہے۔ یہ حدیث صوفیا کے چلوں کی دلیل ہے۔ اہلِ سنت میّت کا چالیسواں اسی بنا پر کرتے ہیں کہ چالیس میں انقلاب ہے۔

(ایک فرشتہ کو چار باتیں بتا کر بھیجتا ہے) یعنی کاتبِ تقدیر فرشتہ جو رحموں پر معین ہے ایک ہی فرشتہ جو سارے عالم کی حاملہ عورتوں کا نگران ہے، معلوم ہوا کہ وہ حاضر و ناظر ہے۔

(سب کچھ لکھ دیتا ہے) کہ یہ کیا کرے گا، کب اور کہاں مرے گا، کیا کیا کھائے گا اور کیا پیئے گا، اس کا خاتمہ کفر پر ہوگا، یا ایمان پر۔ خیال رہے کہ یہ چیزیں وہ علوم خمسہ ہیں جس کے بارے میں فرمایا گیا: ''وَعِنْدَہٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ'' وہ فرشتہ بتعلیمِ الٰہی سارے انسانوں کی یہ ساری چیزیں جانتا ہے۔ مرقاۃ میں ہے کہ یہ باتیں ایک تختی پر لکھ کر بچے کے گلے میں ڈال دیتا ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: ''وَکُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰہُ طٰٓئِرَہٗ فِیْ عُنُقِہٖ۔ یعنی: اور ہر انسان کی قسمت ہم نے اس کے گلے سے لگا دی'' غور کرو! جب اُس فرشتے کا اس قدر علم ہے تو ہمارے نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جو ''اَعْلَمُ الْخَلْقِ'' ہیں ان کا علم تو ہمارے خیالات سے ورا ہے اور یہ تختی پر لکھنا اور گلے میں ڈالنا اسی لئے ہے کہ حقیقت میں نگاہیں اسے پڑھ سکیں۔ خیال رہے کہ تحریر لوح محفوظ میں بھی ہوتی ہے اور شبِ قدر میں فرشتوں کے صحائف میں بھی ہے اور بچے کی پیشانی یا گلے کی تختی یا ہاتھ میں بھی ہے مگر یہ تحریریں مختلف ہیں۔

(پھر اس میں داخل ہو جاتا ہے) یعنی ایمان لا کر متقی بن کے مرتا ہے، لہذا کوئی بدکار رب تعالیٰ سے مایوس نہ ہو اور کوئی نیک کار اپنے تقویٰ پر فخر نہ کرے، اللہ تعالیٰ حسن خاتمہ نصیب کرے۔ خیال رہے کہ جنت کسبا، عطاءً اور وہبا ملے گی یہاں کسبی جنت کا ذکر ہے ورنہ مسلمان کے بچے جنتی ہیں۔

(مراۃ المناجیح، ج ۱، ص ۹۸، ۹۹، قادری پبلیشرز لاہور)

﴿5﴾ ...... مشکوک شے کو ترک کردیں

حضرت حسن بن علی رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے: آپ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللّٰہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلّم سے یہ بات یاد رکھی کہ آپ صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''دَعْ مَا یَرِیْبُکَ اِلٰی مَا لَا یَرِیْبُکَ''۔ یعنی: جو چیز تجھے شک میں ڈالے اس کو چھوڑ کر اسے اختیار کر جو شک میں نہ ڈالے۔

(ترمذی،حدیث:۲۵۱۸،ج۴،ص۲۳۲،دار احیاء التراث العربی بیروت)

شرح

یعنی جو کام یا کلام تمہارے دل میں کھٹکے کہ نہ معلوم حرام ہے یا حلال اسے چھوڑ دو اور جس پر دل گواہی دے کہ یہ ٹھیک ہے اسے اختیار کرو۔ مگر یہ ان حضرات کے لیے ہے جو حضرتِ حسن رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُ جیسی قوت قدسیہ وعلم لدنی والے ہوں جن کا فیصلہ قلب کتاب وسنت کے مطابق ہو۔ عام لوگ یا جو نفسانی وشیطانی وہمیات میں پھنسے ہوں ان کے لیے یہ قاعدہ نہیں۔ (مرقات واشعہ) بعض لاپرواہ لوگ قطعی حراموں میں کوئی تردد نہیں کرتے اور بعض وہم پرست جائز چیزوں کو بلاوجہ حرام ومشکوک سمجھ لیتے ہیں ان کے لیے یہ قاعدہ نہیں ہے، لہٰذا حدیث واضح ہے۔

مؤمنِ کامل کا دل سچے کام وسچے کلام سے مطمئن ہوتا ہے اور مشکوک اشیاء سے قدرتی طور پر متردد ہوتا ہے۔ یہاں ''لمعات'' میں فرمایا گیا کہ جب آیتوں میں تعارض معلوم ہوتا ہو تو حدیث کی طرف رجوع کرو اور حدیثیں بھی متعارض نظر آئیں تو اقوال علما کو تلاش کرو اور اگر ان میں بھی تعارض نظر آئے تو اپنے دل سے فتویٰ لو اور احتیاط پر عمل کرو، یہ سارے احکام صاف دل اور پاکیزہ نفوس کے لیے ہیں۔ (لمعات مختصرا) اگر کسی کو جھوٹ سے اطمینان ہو اور گناہ سے خوشی ہو، نیکیوں سے دل گھبرائے تو وہ دل کی آواز نہیں بلکہ نفس امارہ کی شرارت ہے، نفس اگر دل پر غالب آجائے تو بہت پریشان کرتا ہے اور اگر دل نفس پر غالب ہو تو سبحان اللہ یہی حال عقل کا ہے۔ اللہ تعالٰی دل کو نفس وعقل پر غالب رکھے۔ آمین! (مرآۃ المناجیح، ج۴،ص۲۵۶، ۲۵۷، قادری پبلشرز لاہور)

﴿6﴾......اسلام کا حسن

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''وَمِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَالَا يَعْنِيهِ. یعنی: اور آدمی کے اسلام کے حسن میں سے ہے کہ بیکار چیزوں کو ترک کردے۔'' (ترمذی،حدیث:۲۳۱۷،ج٤،ص٥٥٨)

﴿7﴾...... کامل مومن کون؟

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ. یعنی: تم میں سے کوئی کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ جو اپنے لیے پسند کرتا ہے وہی اپنے بھائی کے لیے پسند نہ کرے۔'' (ترمذی،حدیث:۲۵۱۵،ج٤،ص٦٦٧)

شرح:

یہ فرمان عالی حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَالِہٖ وَسَلَّم کے جامع کلمات سے ہے۔ ان چند لفظوں میں دونوں جہان کی خوبیاں جمع ہیں یعنی کوئی شخص مؤمن کامل اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک کہ اپنے بھائی مسلمان کے لیے دینی و دنیاوی وہ چیز نہ چاہے جو اپنے لیے چاہتا ہے اسی کا ترجمہ ہے کہ آنچہ بر خود نہ پسندی بہ دیگراں پسند۔

خیال رہے کہ یہاں خیر مراد ہے ہر مسلمان کے لیے دنیا وآخرت کی خیر چاہو جو اپنے لیے چاہتے ہو۔ اس خیر کا ظہور مختلف طریقوں سے ہوتا ہے کسی کے لیے دولت مندی خیر ہے،...... کسی کے لیے فقیری خیر،...... کسی کے لیے خلوت خیر ہے،...... کسی کے لیے جلوت خیر...... لہٰذا اگر خلوت نشین مسلمان دوسرے مسلمان کے لیے جلوت چاہے جسے جلوت بہتر ہو تو اس فرمان کے خلاف نہیں۔ تمام مسلمانوں میں پاور ایک ہی ہے مگر پاور کے اثرات مختلف ہیں جیسے پاور ہیٹر میں پہنچے تو گرمی دیتا ہے فریج میں پہنچے تو ٹھنڈک۔'' (مراۃ المناجیح،ج٦،ص٣٤٨،قادری پبلیشرز لاہور)

﴿8﴾......دعا کے قبول نہ ہونے کا سبب

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ پاک ہے اور پاک ہی کو قبول فرماتا ہے، اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے مؤمنوں کو وہی حکم دیا ہے جو اس نے رسولوں کو دیا۔ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا ارشاد ہے:

یٰۤاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًاؕ-(پ:۱۸، المؤمن:۵۱)

ترجمہ کنز الایمان: اے پیغمبرو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اچھے کام کرو۔

اور فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ-(پ:۲، البقرہ:۱۷۲)

ترجمہ کنز الایمان: اے ایمان والو! کھاؤ ہماری دی ہوئی ستھری چیزیں۔

پھر آپ صلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ایک شخص لمبا سفر کرتا ہے، اس کے بال بکھرے ہوئے اور بدن غبار آلود ہوتا ہے، اور وہ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر یارب! یارب! کہتا ہے، وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَغُذِیَ بِالْحَرَامِ فَاَنّٰی یُسْتَجَابُ لِذٰلِکَ؟ یعنی: حالانکہ اس کا کھانا حرام، پینا حرام، لباس حرام اور غذا بھی حرام ہوتی ہے، تو اس شخص کی دعا کیسے قبول ہوگی؟؟؟

(ترمذی، حدیث:۲۹۸۹، ج۵، ص۲۲۰، دار احیاء التراث العربی بیروت)

(مسلم، حدیث:۲۳۹۳، ج۳، ص۸۵، دار الجیل بیروت)

﴿9﴾......کسی کو تکلیف نہ دو

نبی کریم صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم نے ارشادفرمایا: ''لَاضَرَرَ وَلَاضِرَارَ.

(موطاامام مالک،حدیث:۱۴۲۹،ج۲،ص۷۴۵،داراحیاء التراث العربی بیروت)

اس روایت کے علمانے چند معانی بیان فرمائے ہیں:

(۱)......اسلام میں نہ تو کوئی تکلیف ہے اور نہ ہی کسی کو تکلیف دینا ہے۔

(۲)......اپنے بھائی کو نہ تو اپنے فائدے کے لیے تکلیف دو اور نہ ہی بلافائدہ تکلیف دو۔

(۳)......اپنے مسلمان بھائی کو تکلیف نہ دو اور اگر وہ تمہیں تکلیف دے تو اس کے بدلے میں اسے تکلیف نہ دو۔

﴿10﴾......دین خیرخواہی کا نام ہے

حضرت تمیم داری رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہ وسلَّم نے فرمایا: اَلدِّیْنُ النَّصِیحَۃُ قُلْنَا لِمَنْ قَالَ لِلّٰہِ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِاَئِمَّۃِ الْمُسْلِمِینَ وَعَامَّتِہِمْ. یعنی: دین خیر خواہی کا نام ہے۔ہم نے عرض کی: کس کے لیے؟ فرمایا: اللّٰہ تعالٰی کے لیے، اس کے رسول صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہ وسلَّم کے لیے، مسلمانوں کے اماموں کے لیے اور عام لوگوں کے لیے۔(مسلم،حدیث:۲۰۵،ج۱،ص۵۳)

شرح: امام نووی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: ''یہ عظیم الشان حدیثِ مبارک ہے اور اسی پر دین اسلام کا مدار ہے۔بعض نے جو یہ فرمایا ہے کہ یہ ان چار احادیث میں سے ایک ہے کہ جن میں دین اسلام کے تمام امور جمع ہیں تو ایسی بات نہیں ہے بلکہ صرف اسی حدیث میں اسلام کے تمام امور جمع ہیں۔(شرح النووی علی مسلم،ج۱،ص۱۴۴،داراحیاء التراث العربی)

مذکورہ حدیث کی مکمل وضاحت ''شرح مسلم للنووی'' کی روشنی میں جاننے کے لیے راقم الحروف کی تالیف ''نزھۃ المتقین شرح رسالۃ المسترشدین'' صفحہ۶۹ تا ۷۲ کا مطالعہ فرمائیں۔

﴿11﴾......فضول سوالات کی ممانعت

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہ وسلّم نے فرمایا: ''مَانَھَیْتُکُمْ عَنْہُ فَاجْتَنِبُوْہُ وَمَا أَمَرْتُکُمْ بِہٖ فَافْعَلُوْا مِنْہُ مَا اسْتَطَعْتُمْ فَإِنَّمَا أَھْلَکَ الَّذِینَ مِنْ قَبْلِکُمْ بِکَثْرَۃِ مَسَائِلِھِمْ وَاخْتِلَافِھِمْ عَلٰی أَنْبِیَائِھِمْ.

یعنی: جس چیز سے میں تمہیں منع کروں اس سے رُک جاؤ! اور جس کا تمہیں حکم دوں اس پر بقدرِ طاقت عمل کرو! تم سے پہلے کے لوگ کثرت سے مسائل پوچھنے اور انبیا پر اختلاف کے سبب ہلاک ہوگئے۔ (مسلم، حدیث: ۶۲۵۹، ج ۷، ص ۹۱، دار الجیل، بیروت)

شرح

(جس چیز سے میں تمہیں منع کروں اس سے رُک جاؤ! اور جس کا تمہیں حکم دوں اس پر بقدرِ طاقت عمل کرو!) یعنی میرے احکام پر عمل کرنا فرض ہے اور ممنوعات سے بچنا لازم، یہ دونوں کام بقدر طاقت ہیں اگر نماز کھڑے ہو کر نہ پڑھ سکو تو بیٹھ کر پڑھ لو، اگر جان پر بن جائے تو مردار کھالو۔

اس سے معلوم ہوا کہ جیسے وجوب و فرضیت کے لیے امر ضروری ہے ایسے ہی حرمت و ممانعت کے لیے نہی لازم، جس چیز کا حکم بھی نہ ہو اور ممانعت بھی نہ ہو وہ جائز ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: ''وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا۔ یعنی: اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔'' بعض جو کہتے ہیں کہ جو کام حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے نہ کیا ہو وہ حرام ہے غلط ہے قرآن شریف کے بھی خلاف ہے اور اس قسم کی احادیث کے بھی۔

(کثرت سے مسائل پوچھنے اور انبیا پر اختلاف کے سبب ہلاک ہوگئے) اس طرح کہ انہوں نے زیادہ پوچھ پوچھ کر پابندیاں لگوالیں، پھر ان پابندیوں پر عمل نہ کرسکے یا انہوں نے عمل تو کیا مگر بہت مشکل سے جیسے ذبح گائے کا واقعہ ہوا۔ مراۃ المناجیح، ج ۴، ص ۱۲۱)

﴿12﴾......خالق و مخلوق کے محبوب بننے کا طریقہ

حضرت سہل بن سعد رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہ وسلّم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی: یارسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہ وسلّم میری ایسے عمل پر رہنمائی کیجئے کہ جس کو میں کروں تو خالق ومخلوق کا محبوب بن جاؤں! ارشاد فرمایا: اِزْھَدْ فِی الدُّنْیَا یُحِبُّکَ اللّٰہُ، وَازْھَدْ فِیْمَا عِنْدَ النَّاسِ یُحِبُّکَ النَّاسُ. یعنی: دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرو خالق تمہیں اپنا محبوب بنالے گا، اور لوگوں کے پاس جو کچھ ہے اس سے ناامید ہو جاؤ مخلوق تمہیں اپنا محبوب بنالے گی۔

(ابن ماجہ، حدیث: ۴۱۰۲، ج ۲، ص ۱۳۷۳، دار الفکر بیروت)

شرح

معلوم ہوا کہ اللہ کے بندوں کی محبت جو قدرتی طور سے ہو اللہ کی رحمت ہے، محبت خلق محبت خالق کی علامت ہے۔ انتم شھداء اللّٰہ فی الارض. لہٰذا لوگوں کی محبت حاصل کرنے کی کوشش کرنا ممنوع نہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی: وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ۔ یعنی: آئندہ نسلوں میں میرا ذکر خیر جاری فرما، لہٰذا ان صاحب کا یہ سوال بالکل برحق ہے۔

دنیا سے بے رغبتی کے رکن تین ہیں: محبتِ دنیا سے علیحدگی، زائد دنیا سے پرہیز، آخرت کی تیاری، ایسے شخص سے اللہ تعالٰی محبت اس لیے کرتا ہے کہ وہ اللہ کے دشمن سے محبت نہیں کرتا دشمن کا دشمن بھی دوست ہوتا ہے۔ (مرقات) صوفیا فرماتے ہیں کہ آگ کے ڈر سے دنیا میں رہتے ہوئے اس سے الگ رہنا زہد ہے۔ نیز جو دنیا سے بے رغبت ہوگا وہ گناہ کم کرے گا نیکیاں زیادہ اور ایسا بندہ ضرور اللہ تعالٰی کو پیارا ہے۔ دنیا کا دستور ہے کہ جو اس کی طرف دوڑتا ہے تو وہ اس سے بھاگتی ہے اور جو اس سے بے نیاز ہوتا ہے تو وہ اس کی طرف آتی ہے۔ جو شخص لوگوں سے تمنا رکھے گا تو خواہ مخواہ ان کی خوشامد کرے گا اور لوگ اسی سے نفرت کریں گے اور جو لوگوں سے بے نیاز ہوگا تو لوگ خواہ مخواہ اس کی طرف آئیں گے۔ مراٰۃ المناجیح، ج ۷، ص ۳۰، قادری پبلیشرز لاہور)

﴿13﴾......مسلمان کا خون کب حلال ہوگا؟

حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلّی اللّٰہ تعالی علیہ والہ وسلّم نے ارشادفرمایا: وہ مسلمان مرد جو اس بات کی گواہی دے کہ اللّٰہ عزّوجلّ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں (محمد صلّی اللّٰہ تعالی علیہ والہ وسلّم) اللّٰہ عزّوجلّ کا رسول ہوں، اس کا خون صرف تین صورتوں میں حلال ہوگا، (۱) شادی شدہ زانی، (۲) جان کے بدلے جان اور (۳) اپنے دین کو چھوڑنے والا، اہل اسلام کی جماعت سے جدائی اختیار کرنے والا، (مرتد یا باغی ہوجانے والا)۔

(مسلم، حدیث:۴۴۶۸، ج۵، ص۱۰۶، دارالجیل بیروت)

﴿14﴾......جہاد کا حکم

حضرت عبداللہ ابن عمر رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ تعالی علیہ والہ وسلّم نے ارشادفرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جہاد کروں یہاں تک کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللّٰہ عزّوجلّ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلّی اللّٰہ تعالی علیہ والہ وسلّم) اللّٰہ عزّوجلّ کے رسول ہیں، نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں۔ جب وہ ایسا کریں گے تو اپنے خون اور اموال کو بچالیں گے مگر یہ کہ اسلام کا کوئی حق ہو، اور ان کا حساب اللّٰہ عزّوجلّ کے ذمہ ہے۔

(مسلم، حدیث:۱۳۳، ج۱، ص۳۸، دارالجیل بیروت)

﴿15﴾......اسلام کی بنیاد

حضرت عبداللہ ابن عمر رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ تعالی علیہ والہ وسلّم نے ارشادفرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: (۱)......اس بات کی گواہی دینا کہ اللّٰہ عزّوجلّ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد (صلّی اللّٰہ

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم)اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسول ہیں،(۲)......نماز قائم کرنا، (۳)......زکوٰۃ ادا کرنا،(۴)......بیت اللہ کا حج کرنا(۵)......رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔

﴿16﴾...... گواہ مدعی پر اور قسم مدعیٰ علیہ پر

حضرت عبداللہ ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم کا ارشاد ہے:''لَوْ یُعْطَی النَّاسُ بِدَعْوَاھُمْ لَادَّعٰی رِجَالٌ أَمْوَالَ قَوْمٍ وَدِمَاءَ ھُمْ وَلٰکِنَّ الْبَیِّنَۃَ عَلَی الْمُدَّعِی وَالْیَمِینَ عَلٰی مَنْ أَنْکَرَ. یعنی:اگر لوگوں کو ان کے دعووں پر دے دیا جائے تو لوگ انسانوں کے خون ومال کا دعویٰ کردیتے،لیکن گواہ مدعی پر ہے اور قسم مدعی علیہ پر ہے۔

شرح

یہ فرمانِ عالی مجمل ہے۔مقصد یہ ہے کہ اگر مدعی کے پاس گواہی موجود نہ ہو اور مدعی علیہ اس کے دعویٰ کا اقراری نہ ہو انکاری ہو اور مدعی اس سے قسم کا مطالبہ کرے تو قسم مدعی علیہ پر ہے،یہ تینوں قیدیں خیال میں رہنی چاہئیں۔

چونکہ مدعی پر گواہی پیش کرنے کا وجوب بالکل ظاہر تھا اس لیے اس کا ذکر نہ فرمایا۔(اشعہ)اگر قاضی نے مدعی کے مطالبہ کے بغیر مدعی علیہ سے قسم لے لی تو مدعی پھر قسم کا مطالبہ کرسکتا ہے۔اس قانون سے حدود یعنی شرعی مقررہ سزائیں اور لعان وغیرہ علیٰحدہ ہیں کہ ان میں گواہی وقسم اس طرح نہیں،اس کی تفصیل کتب فقہ میں ہے۔

خیال رہے کہ مدعی کے ذمہ گواہی اور مدعی علیہ پر قسم ہونا عظیم الشان قاعدہ ہے اور یہ حدیث معنی متواتر ہے جیسے حدیث''انما الاعمال بالنیات''متواتر ہے،مدعی پر قسم نہیں مدعی علیہ پر گواہی نہیں۔

(مراۃ المناجیح،ج۵،ص۲۱۲،قادری پبلیشرز لاہور)

﴿17﴾......اپنے دل سے فتویٰ پوچھو

حضرت وابصہ بن معبد رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے،تو آپ صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم نے فرمایا:(اے وابصہ!) نیکی اور گناہ کے بارے میں سوال کرنے آئے ہو؟

حضرت وابصہ رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی: جی ہاں۔

ارشادفرمایا:اِسْتَفْتِ قَلْبَکَ اَلْبِرُّ مَا اطْمَأَنَّتْ اِلَیْہِ النَّفْسُ واطْمَأَنَّ اِلَیْہِ الْقَلْبُ، وَالْاِثْمُ مَا حَاکَ فِی النَّفْسِ وَتَرَدَّدَ فِی الصَّدْرِ، وَاِنْ اَفْتَاکَ النَّاسُ وَاَفْتُوکَ ۔ اپنے دل سے فتویٰ پوچھو! نیکی وہ ہے جس پر تمہارا نفس اور دل مطمئن ہو، اور گناہ وہ ہے جو طبیعت میں چبھے اور دل میں کھٹکے اگرچہ لوگ تجھے فتویٰ دیں، اگرچہ لوگ تجھے فتویٰ دیں۔(سنن دارمی،حدیث:۲۵۳۳،ج۲،ص۳۲۰،دارلکتاب العربی)

ایک روایت میں ہے:اگرچہ فتویٰ دینے والے فتویٰ دیں۔

صحیح مسلم میں نواس بن سمعان کی روایت سے ہے کہ نبی کریم صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم نے فرمایا:حسن اخلاق نیکی ہے اور گناہ وہ ہے جو دل میں کھٹکے اور آپ یہ پسند نہ کرو کہ لوگ اس پر مطلع ہوں۔(مسلم،حدیث:۶۶۸۱،ج۸،ص۷،دارالجیل،بیروت)

شرح

یعنی آج سے اے وابصہ! گناہ اوران کی کی پہچان یہ ہے کہ جس پر تمہارا نفسِ مطمئنہ جمے وہ نیکی ہوگی اور جسے تمہارا دل اور نفسِ مطمئنہ قبول نہ کرے وہ گناہ ہوگا،یہ حکم حضرت وابصہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ کے لیے آج سے ہوگیا۔یہ حضور(صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم) کے ہاتھ شریف کا اثر ہوا ہم جیسے لوگوں کو یہ حکم نہیں۔"(مرآۃ المناجیح،کتاب البیوع،باب الکسب،ج۴،ص۲۵۸،قادری پبلشرز لاہور)

مذکورہ حدیث کی مکمل وضاحت جاننے کے لیے راقم الحروف کی تالیف"نزھۃ المتقین"مطبوعہ شبیر برادرز لاہور،صفحہ۱۰۰تا۱۰۲کا مطالعہ فرمائیں۔

﴿18﴾......ہر چیز کے ساتھ احسان کرو!

حضرت شداد بن اوس رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہ وسلَّم نے فرمایا: ''إِنَّ اللّٰـهَ كَتَبَ الإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذَّبْحَ وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ فَلْيُرِحْ ذَبِيحَتَهُ. یعنی: بے شک اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے ہر چیز کے ساتھ احسان کرنے کو لازم فرمایا ہے، پس جب تم کسی کو قتل کرو تو اچھے طریقے سے قتل کرو! اور جب ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو، تم میں سے ہر ایک اپنی چھری کو تیز کر لے اور اپنے ذبیحہ کو آرام پہنچائے۔

(مسلم، حدیث: ۵۱۶۷، ج۶، ص ۷۲، دار الجیل، بیروت)

شرح

(اچھے طریقے سے قتل کرو) یعنی اگر تم قاتل یا کافر کو قصاص یا جنگ میں قتل کرو تو ان کے اعضا نہ کاٹو مثلہ نہ کرو پتھر کی چھری اور کھٹل تلوار سے ذبح نہ کرو کہ یہ رحم کے خلاف ہے۔

(اچھی طرح ذبح کرو) اس بھلائی کی کئی صورتیں ہیں: مثلاً جانور کو ذبح سے پہلے خوب کھلا پلا لیا جائے،...... ایک کے سامنے دوسرے کو ذبح نہ کیا جائے،...... اس کے سامنے چھری تیز نہ کی جائے،...... ماں کے سامنے بچے کو اور...... بچے کے سامنے ماں کو ذبح نہ کیا جائے،...... مذبح کی طرف گھسیٹ کر نہ لے جایا جائے اور...... جان نکل جانے سے پہلے اس کی کھال نہ اتاری جائے کہ یہ تمام باتیں ظلم و زیادتی ہیں۔

(چھری کو تیز کرلے) تیز چھری سے ذبح کر دینے میں راحت ہے، کھنڈی چھری سے ذبح کرنے میں بہت تکلیف ہوتی ہے اس سے بچے، پوری گردن نہ کاٹ دے صرف حلقوم اور رگیں کاٹے۔

(مرآۃ المناجیح، ج۵، ص۶۳۱، قادری پبلشرز لاہور)

﴿19﴾...... اچھی بات، یا خاموشی

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلّم نے ارشادفرمایا: مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الآخِرِ فَلْیَقُلْ خَیْرًا أَوْ لِیَصْمُتْ وَمَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الآخِرِ فَلْیُکْرِمْ جَارَہُ وَمَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الآخِرِ فَلْیُکْرِمْ ضَیْفَہُ ۔ یعنی: جو اللہ عزّوجلّ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ اچھی بات کرے یا خاموش رہے۔ جو اللہ عزّوجلّ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ اپنے پڑوسی کی عزت کرے۔ جو اللہ عزّوجلّ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔

(مسلم،حدیث:۱۸۲،ج۱،ص۴۹،دارالجیل،بیروت)

شرح

(اچھی بات کرے یا خاموش رہے) خیر سے مراد یا اچھی بات ہے خواہ واجب ہو یا فرض یا سنت یا مستحب یا ہر مباح بات ہے۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ مباح بات بھی زیادہ نہ کرے تاکہ ناجائز بات میں نہ پھنس جائے۔ تجربہ ہے کہ زیادہ بولنے سے اکثر ناجائز باتیں منہ سے نکل جاتی ہیں۔ مشہور مقولہ ہے کہ **جو خاموش رہا وہ سلامت رہا جو سلامت رہا وہ نجات پا گیا**۔ فی صدی پچانوے گناہ زبان سے ہوتے ہیں اور پانچ فی صدی گناہ دوسرے اعضاء سے۔ مطلب یہ ہے کہ مؤمن کامل وہ ہے جو بھلی بات منہ سے نکالے ورنہ خاموش رہے۔ خیال رہے کہ بات ہی ایمان ہے، بات ہی کفر، بات ہی مقبول ہے، بات ہی مردود۔

(پڑوسی کی عزت کرے) یعنی اس کو تکلیف دینے کے لیے کوئی کام نہ کرے۔ فرمایا نبی صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَالِہٖ وَسَلَّم نے پڑوسی کے گیارہ حق ہیں: (۱) جب اسے تمہاری مدد کی ضرورت ہو اس کی مدد کرو (۲) اگر معمولی قرض مانگے دے دو (۳) اگر وہ غریب ہو تو اس کا خیال رکھو (۴) وہ بیمار ہو تو مزاج پرسی بلکہ ضرورت ہو تیمارداری کرو (۵) مرجائے تو جنازہ کے ساتھ جاؤ (۶) اس کی خوشی

شرح

میں خوشی کے ساتھ شرکت کرو(۷)اس کے غم ومصیبت میں ہمدردی کے ساتھ شریک رہو(۸)اپنا مکان اتنا اونچا نہ بناؤ کہ اس کی ہوا روک دو مگر اس کی اجازت سے(۹)گھر میں پھل فروٹ آئے تو اسے ہدیۃً بھیجتے رہو نہ بھیج سکو تو خفیہ رکھو اس پر ظاہر نہ ہونے دو،تمہارے بچے اس کے بچوں کے سامنے نہ کھائیں(۱۰)اپنے گھر کے دھوئیں سے اسے تکلیف نہ دو(۱۱)اپنے گھر کی چھت پر ایسے نہ چڑھو کہ اس کی بے پردگی ہو۔قسم اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے پڑوسی کے حقوق وہ ہی ادا کرسکتا ہے جس پر اللہ رحم فرمائے۔(مرقات) کہا جاتا ہے ہمسایا اور ماں جایا برابر ہونے چاہئیں۔افسوس!مسلمان یہ باتیں بھول گئے۔قرآن کریم میں پڑوسی کے حقوق کا ذکر فرمایا، بہر حال پڑوسی کے حقوق بہت ہیں ان کے ادا کی توفیق رب تعالیٰ سے مانگئے۔

(مہمان کی عزت کرے) مہمان کا احترام یہ ہے کہ اس سے خندہ پیشانی سے ملے......اس کے لیے کھانے اور دوسری خدمات کا انتظام کرے......حتی الامکان اپنے ہاتھ سے اس کی خدمت کرے......بعض حضرات خود مہمان کے آگے دسترخوان بچھاتے اس کے ہاتھ دھلاتے ہیں یہ اسی حدیث پر عمل ہے،......بعض لوگ مہمان کے لیے بقدر طاقت اچھا کھانا پکاتے ہیں وہ بھی اس عمل پر ہے جسے کہتے ہیں مہمان کی خاطر تواضع۔اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ جو مہمان کی خدمت نہ کرے وہ کافر ہے،مطلب یہ ہے کہ مہمان کی خاطر تقاضا ایمان کا ہے جیسے باپ اپنے بیٹے سے کہے کہ اگر تو میرا بیٹا ہے تو میری خدمت کر،مہمان کی خاطر مؤمن کی علامت ہے۔خیال رہے کہ پہلے دن مہمان کے لیے کھانے میں تکلف کر،پھر دو دن درمیانہ کھانا پیش کر،تین دن کی بھی مہمانی ہوتی ہے بعد میں صدقہ ہے۔(مرقات)(مرآۃ المناجیح،ج۶،ص۵۲،قادری پبلشرز لاہور)

﴿21﴾ ...... چند رہنما اصول

حضرت ابوثعلبہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلّم نے فرمایا: إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى فَرَضَ فَرَائِضَ، فَلَا تُضَيِّعُوهَا، وَحَدَّ حُدُودًا، فَلَا تَعْتَدُوهَا وَحَرَّمَ أَشْيَاءَ، فَلَا تَنْتَهِكُوهَا وَسَكَتَ عَنْ أَشْيَاءَ رَحْمَةً لَكُمْ مِنْ غَيْرِ نِسْيَانٍ فَلَا تَبْحَثُوا عَنْهَا. یعنی: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے کچھ فرائض لازم فرمائے ہیں انہیں ضائع نہ کرو! کچھ حدیں مقرر کیں ان سے آگے نہ بڑھو! اور کچھ چیزیں حرام فرمائی ہیں ان کی حرمت نہ توڑو یعنی ان کی خلاف ورزی نہ کرو! اور کچھ چیزوں سے تم پر رحمت فرماتے ہوئے بغیر بھولے خاموشی اختیار فرمائی ہے ان کے بارے میں بحث نہ کرو۔

(مشکوۃ المصابیح، حدیث: ۱۹۷، ج ۱، ص ۴۲، المکتب الاسلامی بیروت)

شرح

(فرائض لازم فرمائے ہیں) یعنی فرض اعمال قرآن سے ثابت ہوں یا حدیث سے ان پر ضرور پابندی کرو، نیز اخلاص سے ادا کرو۔ خیال رہے کہ فرض وہ ہے جس کا ثبوت بھی یقینی ہو اور طلب بھی یقینی اس کا تارک فاسق ہے اور منکر کافر۔

(ان سے آگے نہ بڑھو) یعنی حلال و حرام کی حدوں کو نہ توڑو، نمازیں پانچ فرض ہیں، چار یا چھ نہ مانو، زکوۃ مال کا (۴۰) چالیسواں حصہ فرض ہے، کم و بیش پر عقیدہ مت رکھو، چار عورتوں تک کا نکاح جائز پانچویں کو حلال چوتھی کو حرام نہ سمجھیں وغیرہ۔

(بحث نہ کرو) یعنی بعض چیزوں کی حلت و حرمت صراحتًا قرآن یا حدیث میں مذکور نہیں ان کی بحث میں نہ پڑو وہ مباح ہیں عمل کیے جاؤ ان کے بارے میں رب فرماتا ہے: ''عَفَی اللّٰہُ عَنْھَا'' حضور فرماتے ہیں: جس سے خاموشی ہو وہ معاف ہے۔'' (مرآۃ المناجیح، ج ۱، ص ۱۸۱، قادری پبلشرز لاہور)

﴿22﴾......نیکی گناہ کومٹادیتی ہے

حضرت ابوذر ومعاذ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: اِتَّقِ اللّٰہَ حَیْثُمَا کُنْتَ وَاَتْبِعِ السَّیِّئَۃَ الْحَسَنَۃَ تَمْحُھَا وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ. یعنی: جہاں بھی رہو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتے رہو! گناہ کے بعد نیکی کرلیا کرو کہ وہ نیکی اس گناہ کومٹادے گی اور لوگوں کے ساتھ حسنِ اخلاق سے پیش آؤ۔(ترمذی، حدیث:۱۹۸۷، ج٤، ص٣٥٥، داراحیاء التراث العربی)

شرح

(اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتے رہو!) اس طرح کہ سارے واجبات ادا کرو اور سارے حراموں سے بچو، تقویٰ دین کی جڑ اور یقین کی بنیاد ہے۔ تقویٰ کے بہت درجے ہیں: پہلا درجہ بدعقیدگی سے بچنا ہے، دوسرا درجہ بدعملی سے بچنا ہے، تیسرا درجہ مکروہ بلکہ مشتبہ چیزوں سے بچنا، چوتھا درجہ بیکار چیزوں سے بچنا، پانچواں درجہ جو بارے حجاب ہو اس سے بچنا۔ غرضکہ ہر طرح کی آڑ پھاڑ کر یار تک پہنچنا ہے۔ اللہ اس قال کو حال بنادے۔ جہاں کہیں ہونے سے مراد ہے علانیہ خفیہ ہر طرح ہر جگہ خدا سے ڈرنا۔

(نیکی اس گناہ کومٹادے گی) یعنی گناہوں کے بعد توبہ کرلو!......اور بداعمالی کے بعد نیک اعمال کرلو!......جن سے یہ برائیاں مٹ جاویں۔ گانا سن لیا ہے تو قرآن مجید سن لو!...... بری جگہ بیٹھے ہو تو وعظ ونصیحت کی مجلس میں بیٹھو!......اگر حرام جگہ خرچ کردیا ہے تو صدقہ وخیرات کرو!...... غرضکہ ہر مرض کا علاج اس کی ضد سے کرو، حب دنیا کو حب آخرت سے دھولو!......سیاہی دل کو آنکھوں کے آنسو سے دور کرلو!......غرض کہ سیاہی کو سفیدی سے دور کرو!......دنیاوی خوشی کے بعد آخرت کا غم کرلو......، اللہ تعالٰی ان نیکیوں کے ذریعہ ان برائیوں کومٹادے گا، رب فرماتا ہے: ''اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰت ''۔(مرآۃ المناجیح، ج٦، ص٣٣٢،٣٣٣، قادری پبلشرز لاہور)

﴿23﴾......ایسا عمل جو جنت میں داخل کردے

حضرت معاذ رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے: فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہ وسلّم کی بارگاہ میں عرض کی: یارسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہ وسلّم مجھے ایسے عمل کے بارے میں بتایئے جو مجھے جنت میں داخل کردے اور جہنم سے دور کردے۔ فرمایا: تم نے ایک بہت ہی بڑی چیز کے بارے میں سوال کیا ہے، اور بے شک وہ اس کے لئے آسان ہے جس کے لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے آسان فرمائے۔ (اور فرمایا): (۱)......اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کوئی شریک ٹھہرائے بغیر اس کی عبادت کرو، (۲)......نماز ادا کرو، (۳)......زکوٰۃ ادا کرو، (۴)......رمضان کے روزے رکھو اور (۵)......بیت اللہ کا حج کرو۔

پھر فرمایا: کیا میں تمہیں بھلائی کے کاموں کے بارے میں نہ بتاؤں؟ فرمایا: (۱)......روزہ ڈھال ہے۔ (۲)......صدقہ گناہوں کو اس طرح مٹادیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھادیتا ہے۔ (۳)......بندے کا رات کے آخری حصے میں نماز پڑھنا۔

پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی:

تَتَجَافٰی جُنُوۡبُہُمۡ عَنِ الۡمَضَاجِعِ یَدۡعُوۡنَ رَبَّہُمۡ خَوۡفًا وَّ طَمَعًا ۫ وَّ مِمَّا رَزَقۡنٰہُمۡ یُنۡفِقُوۡنَ فَلَا تَعۡلَمُ نَفۡسٌ مَّاۤ اُخۡفِیَ لَہُمۡ مِّنۡ قُرَّۃِ اَعۡیُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ۔

(سورۃ السجدۃ: ۱۷)

ترجمہ کنزالایمان: ان کی کروٹیں جدا ہوتی ہیں خواب گاہوں سے اور اپنے رب کو پکارتے ہیں ڈرتے اور امید کرتے اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے کچھ خیرات کرتے ہیں تو کسی جی کو نہیں معلوم جو آنکھ کی ٹھنڈک ان کے لئے چھپا رکھی ہے صلہ ان کے کاموں کا۔

پھر فرمایا: میں تمام چیزوں کی اصل، ستون، اور کوہان کی بلندی کے بارے میں نہ بتادوں؟

میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم کیوں نہیں ضرور ارشاد فرمایئے، فرمایا: تمام چیزوں کی اصل سلام ہے، ان کا ستون نماز اور کوہان کی بلندی جہاد ہے۔

پھر فرمایا: کیا تمہیں ان سب کے اصل کے بارے میں نہ بتاؤں؟

میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم کیوں نہیں ضرور ارشاد فرمایئے!، پس نبی کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم نے اپنی زبانِ مبارک پکڑ کر فرمایا: اس کو قابو میں رکھو!

میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم کیا گفتگو پر بھی ہم سے پوچھ گچھ ہوگی؟

فرمایا: اے معاذ! تمہیں تمہاری ماں روئے، زبان کی کاٹ ہی لوگوں کو اوندھے منہ آگ میں گرائے گی۔ (ترمذی، حدیث: ۲۶۲۶، ج ۵، ص ۱۱، دار احیاء التراث العربی)

24 ...... الوداعی نصیحت

حضرت عرباض بن ساریہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ ایک دن نبی اکرم، نورِ مجسّم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم نے ایسا بیان فرمایا کہ جس سے دل خوف زدہ ہوگئے اور آنسو بہہ پڑے۔ ہم نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم ! یوں لگتا ہے کہ یہ بیان، الوداع کہنے والے کی نصیحت کی طرح ہے۔ پس آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم ہمیں وصیت فرمایئے!

آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''میں تمہیں اللہ عزّوجلّ سے

ڈرنے اور امیر کی بات سن کر اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں اگر چہ کہ تم پر کوئی غلام امیر بن جائے۔ تم میں سے جو شخص زندہ رہے گا تو وہ عنقریب کثیر اختلافات دیکھے گا، لہذا (اُس وقت) تم پر میری اور میرے بعد آنے والے میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت لازم ہوگی، پس تم سنت کا دامن مضبوطی سے تھام لینا اس طرح کہ جیسے داڑھوں کے ساتھ کوئی چیز پکڑتے ہو۔ خود کو نئے پیدا ہونے والے کاموں سے بچا کر رکھنا کیونکہ ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت (سیئہ) گمراہی ہے۔“

(سنن ابو داود، کتاب السنہ، باب لزوم السنۃ، رقم: ۴۶۰۹، ج ٤، ص ۳۲۹ دار الکتاب العربی)

شرح

(الوداع کہنے والے کی نصیحت کی طرح ہے) یعنی حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کی وفات قریب ہے، اور آپ ایسی باتیں فرما رہے ہیں جیسی رخصت ہوتے وقت کی جاتی ہیں گویا آپ اپنی امت کو چھوڑ کر جا رہے ہیں اور آخری نصیحتیں کر رہے ہیں۔ سبحان اللہ! صحابہ کرام کی ذکاوت کے قربان۔ معلوم ہوتا ہے کہ واقعی حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کی وفات قریب تھی اس لیئے ان کے کلام کی تردید نہ فرمائی گئی بلکہ خواہش پوری کردی گئی۔ پتہ لگا کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) اپنے وقت وفات کو جانتے ہیں اور یہ ایسا جامع کلام ہے کہ سارے احکام اس میں آگئے۔ تقوی اللہ میں سارے دینی احکام اور سلطان کی اطاعت میں سارے سیاسی احکام شامل ہیں۔

(تم پر کوئی غلام امیر بن جائے) یعنی اگر تمہارا امیر کالا حبشی غلام ہو تب بھی اس کی اطاعت کرو اس کا نسب و شکل نہ دیکھو اس کا حکم سنو۔ خیال رہے کہ خلافت قریش سے خاص ہے مگر امارت ہر مسلمان کو مل سکتی ہے، لہذا یہ حدیث کے خلاف نہیں ”اَلْخِلَافَۃُ لِلْقُرَیْش“ نیز امیر کی اطاعت انہی احکام میں ہوگی جو خلاف شرع نہ ہوں، نیز اس کی اطاعت امیر بن جانے کے بعد ہوگی، یزید امیر بنا ہی نہ تھا، حضرت حسین رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہ نے اسے حاکم مانا ہی نہیں۔ لہذا آپ کا عمل

شرح: اس حدیث کے خلاف نہیں، امیر بنانا اور ہے اور امیر بن چکنے کے بعد اطاعت کرنا کچھ اور۔ **(بڑا اختلاف دیکھے گا)** سیاسی اختلاف بھی اور مذہبی بھی۔ چنانچہ خلافتِ عثمانیہ کے آخر میں لوگوں میں سیاسی اختلاف پیدا ہوگیا اور خلافتِ حیدری میں سیاسی اختلاف کے ساتھ مذہبی اختلاف بھی رونما ہوگیا کہ جبریہ، قدریہ، رافضی، خارجی پیدا ہوگئے۔ خیال رہے کہ خدا کے فضل سے صحابہ میں دینی اختلاف نہ ہوا، سارے صحابہ حق پر رہے، حضور کا یہ کلمہ بہت جامع ہے اور آپ کی یہ پیش گوئی ہو بہو صحیح ہوئی۔ **(سنت لازم ہوگی)** ہر سنت لائق اتباع ہے مگر ہر حدیث لائق اتباع نہیں، حضور (صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم) کے خصوصیات، منسوخ احکام اور اعمال حدیث ہیں مگر سنت نہیں اسی لیئے یہاں حدیث کو پکڑنے کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ سنت کو۔ الحمدللہ! ہم اہلِ سنت ہیں دنیا میں اہلِ حدیث کوئی نہیں ہوسکتا۔ صحابہ کرام کے اعمال و افعال بھی لغوی معنے سے سنت ہیں یعنی دین کا اچھا طریقہ اگرچہ ان کی ایجادات بدعت حسنہ ہیں، عمر فاروق نے جماعت کی باقاعدہ تراویح کو جو آپ نے جاری کی تھی بدعت فرمایا کہ کہا: ''نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ'' آپ کا وہ کلام اس حدیث کے خلاف نہیں کیونکہ وہ شرعًا بدعت ہے لغۃً سنت اور مسلمانوں کے واسطے لازم العمل۔ خیال رہے کہ تمام صحابہ ہدایت کے تارے ہیں، خصوصًا خلفائے راشدین۔ لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ ''اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ'' تمام صحابہ کی پیروی باعث نجات ہے۔

(ہر بدعت گمراہی ہے) یہاں نئی چیز سے مراد نئے عقیدے ہیں جو اسلام میں حضور (صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم) کے بعد ایجاد کیئے جائیں، اس لیئے کہ یہاں اسے گمراہی کہا گیا۔ گمراہی عقیدہ میں ہوتی ہے نہ کہ اعمال میں لہذا یہ حدیث اپنے عموم پر ہے۔ چنانچہ قادیانی، چکڑالوی، رفض وخروج یہ تمام بدعات اور گمراہی ہیں اور اگر اس سے نئے اعمال مراد لیئے جائیں تو یہ حدیث عام مخصوص منه البعض ہے، یعنی ہر بری بدعت گمراہی ہے۔ بدعت حسنہ کبھی مباح، کبھی مستحب، کبھی واجب اور کبھی فرض بھی ہوتی ہے۔ حدیث کی کتب اور قرآن کے پارے بدعت ہیں مگر اچھے ہیں۔ اس کی تحقیق پہلے کی جاچکی ہے۔ (مرآۃ، ج۱، ص۱۶۳، ۱۶۴، قادری پبلشرز لاہور)

﴿25﴾ قلم اٹھ چکے اور دفتر خشک ہوچکے

حضرت عبداللّٰہ ابن عباس رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ ایک دن میں رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پیچھے سواری پر سوار تھا، آپ نے صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فرمایا: اے لڑکے! حقوقِ الٰہی کی حفاظت کرو! اللّٰہ تعالیٰ تمہاری حفاظت کرے گا اور تو اسے اپنے سامنے پائے گا۔ جب کچھ مانگو تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ہی سے مانگو! جب مدد مانگو تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ہی سے مانگو! اور اس بات کا یقین رکھو کہ اگر پوری امت اس پر متفق ہوجائے کہ تم کو نفع پہنچائے تو تمہیں وہی نفع مل سکتا ہے جو اللّٰہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے اور اگر اس پر متفق ہوجائیں کہ تمہیں کچھ نقصان پہنچادیں تو تمہیں وہی نقصان ہوگا جو اللّٰہ تعالیٰ نے تمہارے مقدر میں لکھ دیا ہے، قلم اٹھ چکے اور دفتر خشک ہوچکے ہیں۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا اور فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ایک اور روایت میں ہے: ''حقوقِ الٰہی کی حفاظت کرو! اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کو اپنے سامنے پاؤ گے، خوشحالی میں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کو یاد کرو وہ مشکل وقت میں تمہاری مدد فرمائے گا۔ یاد رکھو جو تمہیں نہیں ملنا وہ تجھے ہرگز نہیں ملے گا اور جو تجھے ملنا ہے وہ تجھے ضرور ملے گا، جان لو کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی مدد صبر کے ساتھ ہے اور کشادگی رنج وملال کے ساتھ ہے۔

(ترمذی، حدیث: ۲۵۱۶، ج ٤، ص ٦٦٧، دار احیاء التراث)

شرح: یعنی ساری دنیا مل کر تم کو نفع نہیں پہنچا سکتی اگر کچھ پہنچائے گی تو وہ ہی جو تمہارے مقدر میں لکھا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللّٰہ تعالیٰ کا لکھا ہوا نفع دنیا پہنچا سکتی ہے۔ طبیب کی دوا شفا دے سکتی ہے، سانپ کا زہر جان لے سکتا ہے مگر یہ اللّٰہ تعالیٰ کا طے شدہ اس کی طرف سے، حضرت یوسف (علیہ السلام) کی قمیص نے دیدِ یعقوبی کو شفا بخشی، حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) مردے زندہ، بیمار اچھے کرتے تھے مگر اللّٰہ کے اذن سے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۹۸، قادری پبلشرز لاہور)

﴿26﴾......قیامت کی نشانیاں

حضرت عبداللہ ابن عمر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے والد حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ سے ایک حدیث روایت کی ہے اس میں تقدیر، ایمان، اسلام، احسان اور قیامت کی نشانیوں کا بیان ہے۔

شرح

اس سے مراد حدیثِ جبرائیل ہے، مکمل حدیث ملاحظہ ہو۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ اپنے والد حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم نبی صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک صاحب ہمارے سامنے نمودار ہوئے، جن کے کپڑے بہت سفید اور بال خوب کالے تھے، اُن پر آثارِ سفر ظاہر نہ تھے اور ہم میں سے کوئی اُنھیں پہچانتا بھی نہ تھا۔ یہاں تک کہ حضور صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس بیٹھے اور اپنے گھٹنے حضور صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے گھٹنوں شریف سے مَس کر دیے اور اپنے ہاتھ اپنے زانو پر رکھے۔

اور عرض کیا: اَے محمد (صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) مجھے اسلام کے متعلق بتائیے؟

فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تم گواہی دو! اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرو! زکوۃ دو! رمضان کے روزے رکھو! کعبہ کا حج کرو! اگر وہاں تک پہنچ سکو۔

عرض کیا: سچ فرمایا۔

ہم کو ان پر تعجب ہوا کہ حضور (صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) سے پوچھتے بھی ہیں اور تصدیق بھی کرتے ہیں۔

عرض کیا: مجھے ایمان کے متعلق بتائیے؟

فرمایا: اللہ اور اس کے فرشتوں اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور آخری دن کو مانو! اور اچھی بُری تقدیر کو مانو! عرض کیا: آپ سچے ہیں۔

شرح

پھر عرض کیا مجھے احسان کے متعلق بتایئے؟

فرمایا: اللہ کی عبادت ایسے کرو کہ گویا اُسے دیکھ رہے ہو، اگر یہ نہ ہو سکے تو خیال کرو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

عرض کیا: قیامت کی خبر دیجئے؟

فرمایا: جس سے پوچھ رہے ہو وہ قیامت کے بارے میں سائل سے زیادہ خبردار نہیں۔

عرض کیا: قیامت کی کچھ نشانیاں ہی بتا دیجئے؟

فرمایا: لونڈی اپنے مالک کو جنے گی اور ننگے پاؤں ننگے بدن والے فقیروں، بکریوں کے چرواہوں کو محلوں میں فخر کرتے دیکھو گے۔

حضرت عمر فاروق (رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہ) فرماتے ہیں: پھر سائل چلے گئے۔ میں کچھ دیر ٹھہرا حضور صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ وَاٰلہٖ وَسَلَّم نے مجھے فرمایا: اے عمر! جانتے ہو یہ سائل کون ہیں؟

مَیں نے عرض کیا: اللہ اور رسول جانیں۔

فرمایا: یہ حضرت جبریل تھے تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔

(مسلم، حدیث: ۱۰۲، ج ۱، ص ۲۸، دار الجیل، بیروت)

(امام نووی فرماتے ہیں) مذکورہ 26 احادیث شیخ ابوعمرو ابن صلاح رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہ نے ذکر فرمائی ہیں اس طرح کی مزید احادیث ملاحظہ ہوں۔

﴿27﴾...... ایمان لاؤ پھر اُس پر قائم رہو!

حضرت سفیان بن عبداللّٰہ رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہ وسلَّم کی بارگاہ میں عرض کیا یارسول اللہ صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہ وسلَّم مجھے اسلام کے متعلق ایسی بات بتائیں کہ آپ کے بعد اس کے متعلق کسی سے نہ پوچھوں۔ فرمایا: قُل: آمَنْتُ بِاللّٰهِ، ثُمَّ اسْتَقِمْ. یعنی: کہو کہ میں اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ پر ایمان لایا پھر اُس پر قائم رہو۔ (مسلم، حدیث: ۱٦۸، ج ۱، ص ۴۷، دار الجیل، بیروت)

شرح

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ پر ایمان لانے سے مراد سارے عقائد اسلامیہ ماننا ہیں۔ لہٰذا اس میں توحید و رسالت، حشر و نشر، ملائکہ، جنت و دوزخ سب پر ایمان لانا داخل ہے۔ جیسے کسی کو اپنا باپ مان کر اس کے سارے اہل قرابت کو اپنا عزیز ماننا پڑتا ہے کہ اس کا باپ ہمارا دادا ہے، اس کی اولاد ہمارے بھائی بہن، اس کے بھائی ہمارے چچا تائے اور استقامت سے مراد سارے اعمال اسلامیہ پر سختی و پابندی سے عمل کرنا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث ایمان و تقویٰ کی جامع ہے اور اس پر عامل یقیناً جنتی ہے، رب فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا۔ (حٰمٓ السجدۃ: ۳۰) ترجمہ کنزالایمان: بیشک وہ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللّٰہ ہے پھر اس پر قائم رہے۔

یہ کلمات جامع میں سے ہیں۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۱، ص ۱۳، قادری پبلشرز لاہور)

﴿28﴾......جب حیا جاتی رہے

حضرت ابو مسعود بدری رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُ حضرت عقبہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلّم نے فرمایا: ''إِذَا لَمْ تَسْتَحِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ. یعنی: جب تیری حیا جاتی رہے تو پھر جو چاہے کر۔

(بخاری،حدیث:۵۷۶۹،ج۵،ص۲۲۶۸،دارابن کثیر)

﴿29﴾......فرائض کی پابندی،جنت میں داخلہ

حضرت جابر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صَلّٰی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلّم کی بارگاہ میں عرض کی: أَرَأَیْتَ إِذَا صَلَّیْتُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ الْمَکْتُوبَاتِ وَصُمْتُ رَمَضَانَ وَحَلَّلْتُ الْحَلَالَ وَحَرَّمْتُ الْحَرَامَ وَلَمْ أَزِدْ عَلٰی ذٰلِکَ شَیْئًا. أَدْخُلُ الْجَنَّةَ؟ قَالَ: نَعَمْ. یعنی: یہ ارشاد فرمایئے کہ اگر میں پانچوں فرض نمازیں پڑھوں، رمضان کے روزے رکھوں، حلال کو حلال سمجھوں اور حرام کو حرام سمجھوں اور مزید کچھ نہ کروں، تو کیا میں جنت میں داخل ہو جاؤں گا؟ فرمایا: جی ہاں۔

شرح

(جب تیری حیا جاتی رہے تو پھر جو چاہے کر) گزشتہ انبیا کرام نے اپنی امتوں سے جو حکیمانہ کلام فرمائے ان میں سے ایک یہ کلام شریف بھی ہے کہ جب تیرے دل میں اللہ، رسول کی، اپنے بزرگوں کی شرم وحیا نہ ہوگی تو برے سے برے کام کر گزرے گا۔ کیونکہ برائیوں سے روکنے والی چیز تو غیرت ہے جب وہ نہ رہی تو برائی سے کون روکے؟ بہت لوگ اپنی بدنامی کے خوف سے برائیاں نہیں کرتے مگر جنہیں نیک نامی بدنامی کی پرواہ نہ ہو وہ ہر گناہ کر گزرتے ہیں۔

(مرآۃ المناجیح، ج۶،ص۸۹۹، قادری پبلشرز لاہور)

ماقبل میں آپ نے شیخ ابو عمرو ابن صلاح اور امام نووی کی بیان کردہ احادیث ملاحظہ فرمائیں، ان کی کل تعداد 29 ہے۔اس طرح کی مزید احادیث راقم الحروف بھی پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے جو کہ معنویت سے بھرپور ہیں اور ان سے کثیر احکام متفرع ہوتے ہیں۔

﴿30﴾......جیسا کروگے ویسا بھروگے

حضرت ابوقلابہ رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ''اَلْبِرُّ لَا یَبْلٰی وَالذَّنْبُ لَا یُنْسٰی وَالدَّیَّانُ لَا یَمُوْتُ اِعْمَلْ مَا شِئْتَ کَمَا تَدِیْنُ تُدَانُ یعنی: نیکی پرانی نہیں ہوتی اور گناہ بھلایا نہیں جاتا، جزاء دینے والا کبھی فنا نہیں ہوگا، لہٰذا جو چاہے کر، تو جیسا کریگا ویسا بھرے گا۔'' (المصنف للامام عبدالرزاق، کتاب الجامع باب الاغتیاب والشتم، حدیث:۲۰۲٦۲، ج ۱۱، ص۱۷۸)

امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: اسے ابن عدی نے کامل میں ابن عمر سے، احمد نے مسند میں ابی الدردا سے اور عبدالرزاق نے جامع میں ابوقلابہ سے مرسلا روایت کیا ہے، اور آخری دو کے نزدیک یہ حدیث کا ٹکڑا ہے، قلت (میں کہتا ہوں) اس کے لیے شواہد کثیر ہیں اور یہ حدیث حضور صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلہٖ وَسَلَّم کے جامع کلمات میں سے ہے۔

(فتاوی رضویہ، ج۹، ص۴۵٦، رضا فاؤنڈیشن)

﴿31﴾......خوش خبریاں سناؤ

حضرت ابوموسیٰ رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ نبی صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلہٖ وَسَلَّم اپنے کسی صحابی کو جب کسی معاملہ کے لیے بھیجتے تو فرماتے: بَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا وَیَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا۔ یعنی: خوشخبری سنانا! نفرتیں نہ پھیلانا! آسانی کرنا! تنگی نہ کرنا!۔

(مسلم، حدیث:٤٦٢٢، ج ٥، ص ١٤١، دارالجیل بیروت)

﴿31﴾ اچھے طریقے رائج کرنے کی اجازت

نبی مکرم صَلَّی اللّٰہ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ''مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّۃً حَسَنَۃً فَلَہٗ اَجْرُھَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِھَا بَعْدَہٗ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِھِمْ شَیْءٌ وَمَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّۃً سَیِّئَۃً کَانَ عَلَیْہِ وِزْرُھَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِھَا مِنْ بَعْدِہٖ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَنْقُصَ مِنْ اَوْزَارِھِمْ شَیْءٌ. یعنی: جو اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کرے اسے اپنے عمل اوران کے عملوں کا ثواب ہے جو اس پر کار بند ہوں ان کا ثواب کم ہوئے بغیر، اور جو اسلام میں برا طریقہ ایجاد کرے اس پر اپنی بدعملی کا گناہ ہے اوران کی بدعملیوں کا جو اس کے بعد ان پر کار بند ہوں بغیر اس کے ان کے گناہوں سے کچھ کم ہو۔ (مسلم، حدیث: ۲۳۹۸، ج ۳، ص ۸٦، دار الجیل بیروت)

(اسے اپنے عمل اوران کے عملوں کا ثواب ہے) یعنی موجد خیر تمام عمل کرنے والوں کے برابر اجر پائے گا لہذا جن لوگوں نے علم فقہ،......فن حدیث،......میلاد شریف،......عرس بزرگاں،......ذکر خیر کی مجلسیں،......اسلامی مدرسے،......طریقت کے سلسلے ایجاد کئے......انہیں قیامت تک ثواب ملتا رہے گا۔ یہاں اسلام میں اچھی بدعتیں ایجاد کرنے کا ذکر ہے نہ کہ چھوڑی ہوئی سنتیں زندہ کرنے کا، جیسا کہ اگلے مقابلے سے معلوم ہو رہا ہے اس حدیث سے بدعت حسنہ کے خیر ہونے کا اعلیٰ ثبوت ہوا۔ یہ حدیث ان تمام احادیث کی شرح ہے جن میں بدعت کی برائیاں آئیں۔ صاف معلوم ہوا کہ بدعت سیئہ بری ہے اوران احادیث میں یہی مراد ہے۔ یہ حدیث بدعت کی دو قسمیں فرما رہی ہے، بدعت حسنہ اور سیئہ۔ اس میں کسی قسم کی تاویل نہیں ہو سکتی ان لوگوں پر افسوس ہے جو اس حدیث سے آنکھیں بند کر کے ہر بدعت کو برا کہتے ہیں حالانکہ خود ہزاروں بدعتیں کرتے ہیں، بدعت کی تحقیق اوراس کی تقسیم گزر چکی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ٦، ص ۸۹۹، قادری پبلشرز لاہور)

اخلاص کا بیان

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ حُنَفَآءَ۔ (البینۃ:۵)

ترجمہ کنزالایمان: اور ان لوگوں کو تو یہی حکم ہوا کہ اللّٰہ کی بندگی کریں نرے اسی پر عقیدہ لاتے ایک طرف کے ہوکر۔

﴿1﴾ **ایک راز:** حضرت حذیفہ بن یمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے اخلاص کے بارے میں سوال کیا کہ اخلاص کیا ہے؟

آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے اخلاص کے بارے میں سوال کیا کہ اخلاص کیا ہے؟

انہوں نے عرض کی: میں نے اللہ رب العزت سے سوال کیا کہ اخلاص کیا ہے؟

تو اللّٰہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: اخلاص میرے رازوں میں سے ایک راز ہے جسے میں نے اپنے محبوب بندوں کے دلوں میں امانت رکھا ہوا ہے۔

﴿2﴾...... **عبادت سے مقصود:** امام ابوالقاسم قشیری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: اخلاص یہ ہے کہ بندہ عبادت سے صرف اور صرف حق تعالیٰ کی خوشنودی کا قصد کرے، وہ اس طرح کہ بندہ عبادت کرکے مخلوق کے لیے تصنع، لوگوں کے ہاں نیک نامی، لوگوں کی مدح سرائی یا قرب خداوندی کے علاوہ کسی دوسری شے کا قصد وارادہ نہ کرے بلکہ عبادت سے اس کا مقصود صرف اور صرف قرب الٰہی ہو۔

مزید فرمایا: یہ بھی صحیح ہے کہ اخلاص لوگوں کا لحاظ کرنے سے بچنے کا نام ہے۔

﴿3﴾......**مخلص ریا کار نہیں ہوتا:** ابوعلی دقاق رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''اخلاص مخلوق کا لحاظ کرنے سے بچنے کا نام ہے اور صدق اپنے آپ کو اچھا جاننے سے بچنے کا نام ہے، لہٰذا مخلص ریاکار نہیں ہوتا اور صادق خود پسند نہیں ہوتا۔

﴿4﴾......**اخلاص بھی اخلاص کا محتاج:** حضرت ابویعقوب سوسی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''جب لوگ اپنے اخلاص میں اخلاص سمجھیں تو ان کا اخلاص بھی اخلاص کا محتاج ہوگا۔

﴿5﴾......**اخلاص کی علامات:** سید جلیل ذوالنون مصری رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: اخلاص کی تین علامتیں ہیں: (۱)......لوگوں کی مدح و مذمت برابر ہو۔ (یعنی نہ تو لوگوں کی مدح سے خوش ہو اور نہ ان کی مذمت سے غمگین ہو)

(۲)......بندہ اپنے اعمال کو شمار ہی نہ کرے۔ (بندہ اپنے اعمال کو کچھ بھی نہ سمجھے۔)

(۳)......اپنے عمل کا اخروی ثواب طلب کرے۔

﴿6﴾......**خالق کی طرف دھیان:** حضرت ابوعثمان مغربی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''اخلاص یہ ہے کہ بندہ ہمیشہ خالق کی طرف دھیان رکھے اور مخلوق کی طرف دھیان کرنے کو چھوڑ دے۔

﴿7﴾......**ظاہر و باطن میں برابر:** حضرت حذیفہ مرعشی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''اخلاص یہ ہے کہ بندے کے افعال ظاہر و باطن میں برابر ہوں۔

﴿8﴾......**لوگوں کی وجہ سے عمل ترک کرنا کیسا؟:** سید جلیل فضیل بن عیاض رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''لوگوں کی وجہ سے عمل کو ترک کر دینا ریا ہے اور لوگوں کی

وجہ سے عمل کرنا شرک ہے اور اخلاص یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں سے عافیت بخشے۔

﴿9﴾...... **نفس پر سب سے زیادہ سخت:** سید جلیل ابو محمد سہل بن عبد اللہ تستری رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ سے سوال کیا گیا: نفس پر کون سی چیز سب سے زیادہ سخت ہے؟ فرمایا: اخلاص، کیونکہ اخلاص ایسی شے ہے کہ جس میں نفس کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔

﴿10﴾...... **سب سے زیادہ کمیاب شے:** حضرت یوسف بن حسین رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''دنیا میں سب سے زیادہ کمیاب شے اخلاص ہے۔

﴿11﴾...... **عوام وخواص کا اخلاص:** حضرت ابو عثمان مغربی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''عوام کے لیے اخلاص یہ ہے کہ عمل میں نفس کے لیے کچھ بھی نہ ہو اور خواص کا اخلاص یہ ہے کہ اخلاص ان کے ساتھ نہیں بلکہ ان پر نافذ ہوتا ہے، ان سے نیک اعمال خود بخود صادر ہوتے ہیں کہ وہ ان کو بتکلف نہیں کرتے، وہ ان نیک اعمال پر فخر نہیں کرتے اور نہ ہی وہ اپنے اعمال کو کوئی اہمیت دیتے ہیں۔

﴿12﴾...... **دل سے حکمت کے چشمے جاری:** عظیم تابعی بزرگ حضرت سیدنا مکحول رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''جو بندہ 40 دن تک اخلاص کو اپنائے رکھے تو اس کی زبان اور دل سے حکمت کے چشمے جاری ہو جائیں گے۔

﴿13﴾...... **کرامات ظاہر ہوں گی:** حضرت سہل بن عبد اللہ تستری رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''جو اخلاص وصدقِ دل سے 40 دن تک دنیا میں زُہد اختیار کرے، (دنیا سے کنارہ کش ہو جائے) تو اس کی کرامات ظاہر ہوں گی، اگر 40 دن کے زُہد کے باوجود کسی کی کرامات ظاہر نہ ہوں تو وہ اپنے زُہد میں صادق نہیں ہوگا۔

آپ رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ سے عرض کی گئی: اس کی کرامات کیسے ظاہر ہوں گی؟ فرمایا: وہ

جو چاہے، جیسے چاہے، جہاں سے چاہے، حاصل کرے گا۔

﴿14﴾...... **بندے کی حرکت وسکون:** حضرت سہل بن عبداللہ تستری رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”اربابِ عقل نے اخلاص کی تفسیر میں خوب غور وفکر کیا تو انہوں نے اخلاص کی تفسیر میں صرف یہ چیز پائی کہ خلوت وجلوت میں بندے کی حرکت وسکون صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہوں، نفس، خواہش اور دنیا کے لیے کوئی بھی چیز شامل نہ ہو۔

﴿15﴾...... **اخلاص کیا ہے؟:** حضرت سری سقطی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”اخلاص یہ ہے کہ نہ تو لوگوں کی وجہ سے کوئی کام کرو اور نہ ہی ان کی وجہ سے کوئی کام ترک کرو، نہ تو ان کی وجہ سے کوئی عمل چھپاؤ اور نہ ہی ان کی وجہ سے کوئی عمل ظاہر کرو۔

صدق کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ، (توبہ:۱۱۹)

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو۔

﴿1﴾...... **دین کا ستون:** امام قشیری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''صدق دین کا ستون ہے اس سے دین مکمل ہوتا ہے اور اسی میں دین کا نظم وضبط ہے، اور فرمایا: صدق کا ادنی درجہ یہ ہے کہ بندے کی خلوت وجلوت برابر ہو۔

﴿2﴾...... **صدق کی خوشبو:** حضرت سہل بن عبداللہ تستری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''وہ شخص صدق کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکتا جو شخص اپنے آپ کو یا کسی دوسرے شخص کو دھوکہ دے۔

﴿3﴾...... **اللہ تعالٰی کی تلوار:** حضرت ذوالنون مصری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''صدق اللہ تعالٰی کی تلوار ہے اس کو جس چیز پر رکھا جائے گا یہ اس کو کاٹ دے گی۔

﴿4﴾...... **صادق کے اوصاف:** سیدِ جلیل، امامِ عارف، حارث محاسبی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''صادق کو اصلاحِ قلب کے سبب اس بات کی پرواہ نہیں ہوتی کہ مخلوق کے دل میں اس کی جو قدر ومنزلت ہے وہ ختم ہو جائے اور صادق اس بات کو پسند کرتا ہے کہ لوگ اس کے ذرہ برابر نیک عمل پر بھی مطلع نہ ہوں۔ وہ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ لوگ اس کے برے اعمال پر مطلع ہوں کیونکہ اس کا اس بات کو پسند نہ کرنا

اس بات پر دلیل ہوگی کہ وہ لوگوں کے نزدیک اپنی قدر و منزلت کی زیادتی کو پسند کرتا ہے اور یہ بات صدیقین کے اخلاص میں سے نہیں ہے۔

﴿5﴾...... **صدق کی خیرات:** کسی قائل کا قول ہے: ''جب تو اللہ تعالیٰ سے صدق کی خیرات مانگے گا تو اللہ تعالیٰ تجھے ایک ایسا آئینہ عطا فرمائے گا جس سے تو دنیا و آخرت کے تمام عجائبات کو ملاحظہ کر لے گا۔

﴿6﴾...... **بندۂ صادق کی حالت:** سید محترم ابو القاسم حضرت جنید بغدادی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''بندۂ صادق کی حالت ایک دن میں 40 بار تبدیل ہوتی ہے جبکہ ریاکار 40 سال تک ایک ہی حالت پر باقی رہتا ہے۔

امام نووی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''حضرت جنید بغدادی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ کے مذکورہ فرمان کا مطلب یہ ہے کہ صادق جیسے بھی ممکن ہو حق کے ساتھ رہتا ہے لہٰذا جب وہ فضیلتِ شرعی کو کسی معاملے میں دیکھتا ہے تو اس پر عمل کرتا ہے اگرچہ وہ اس کی عادت کے برخلاف ہی کیوں نہ ہو اور جب شریعت میں اس سے کوئی اہم معاملہ واقع ہو اور ان دونوں کو جمع کرنا ممکن نہ ہو تو وہ ان میں سے جو افضل ہو اس کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ اس کے ساتھ اس طرح کا معاملہ ہوتا رہتا ہے اور بسا اوقات ایک دن میں معارف پر قدرت اور دقائق و لطائف کے ظہور کی مقدار کے مطابق ایک سو یا ایک ہزار یا اس سے زیادہ احوال بندۂ صادق کو پیش آتے ہیں۔

جبکہ ریاکار ایک حالت پر باقی رہتا ہے وہ اس طرح کہ اگر اس کو کوئی اہم معاملہ درپیش ہو کہ جس کو شریعت بعض اوقات پسند کرتی ہے تو وہ اس اہم معاملہ کو سرانجام نہیں دیتا بلکہ وہ اپنی عادت پر عمل کرتا ہے کیونکہ ریاکار اپنی عبادت و عادت سے مخلوق کا لحاظ

کرتا ہے اور وہ اس بات کا خوف کرتا ہے کہ لوگ اس کے ساتھ جو محبت کرتے ہیں وہ کہیں ختم نہ ہو جائے لہٰذا وہ اس محبت کو باقی رکھنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ جبکہ صادق تو اپنی عبادت سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا طالب رہتا ہے لہٰذا جب شریعت کسی معاملے کو پسند کرے تو وہ اسی کو کرتا ہے اور مخلوق کی طرف مائل نہیں ہوتا۔

امام نووی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''شرح مہذب کے شروع میں میں نے مذکورہ بحث کے متعلق تفصیلی کلام کیا ہے، وہاں میں نے اس کے دلائل اور امثلہ بھی ذکر کی ہیں اور جو کلام میں نے یہاں ذکر کیا ہے یہ اس کا خلاصہ ہے اس لیے میں نے اس قدر پر اکتفاء کیا۔

نیت کی اہمیت کا بیان

جب کوئی شخص کسی نیک کام کا ارادہ کرے تو اگرچہ وہ کام تھوڑا ہی کیوں نہ ہو اس پر لازم ہے کہ نیت کی اصلاح کرے یعنی بندہ نیک عمل شروع کرتے وقت اپنے عمل سے اللہ تعالیٰ کی رضا ہی کا قصد و ارادہ کرے۔

اس قاعدہ میں تمام عبادات مثلاً نماز، روزہ، وضو، تیمّم، اعتکاف، حج، زکوۃ، صدقہ، حاجت روائی، مریض کی عیادت، جنازہ میں جانا، سلام میں ابتداء کرنا، سلام کا جواب دینا، برائی سے منع کرنا، نیکی کا حکم دینا، دعوت قبول کرنا، علم و ذکر کی محافل میں شرکت، صالحین کی زیارت، اپنے گھر والوں اور مہمان پر مال خرچ کرنا، تعلق داروں اور رشتہ داروں کی عزت کرنا، علم کا مذکراہ کرنا، مناظرہ کرنا، علم کا تکرار کرنا، تدریس کرنا، علم سکھانا، علم کا مطالعہ کرنا، علم کو لکھنا، تصنیف کرنا، فتاوٰی لکھنا اس طرح کے دیگر اعمال صالحہ وغیرہ وغیرہ سب شامل ہیں۔ حتی کہ بندے کو چاہیے کہ جب وہ کھائے یا پیئے یا

سوئے تو ان سے بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت پر قوت حاصل کرنے کی نیت کرے یا جسم کے آرام کی نیت کرے تا کہ اس کا جسم عبادت کے لیے اچھی طرح تیار ہو جائے۔

اسی طرح جب زوجہ سے جماع کا ارادہ ہو تو یہ نیتیں کرے:

(۱)......زوجہ کا حق ادا کرتا ہوں۔

(۲)......اس جماع سے نیک اولاد حاصل ہوگی جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گی۔

(۳)......اس سے اپنے نفس کو پاک دامن رکھنے پر مدد حاصل کروں گا۔

(۴)......اپنے نفس کو حرام کی طرف نظر کرنے اور اس کے بارے میں غور و خوض کرنے سے بچاؤں گا۔

(امام نووی فرماتے ہیں) جو شخص نیک و جائز اعمال میں نیت کرنے سے محروم ہوا وہ خیرِ کثیر سے محروم ہوا اور جس کو نیت صالحہ کرنے کی توفیق ملی تو اس نے بہت بڑے فضل کو پالیا۔

اے اللہ عزوجل ہمیں اچھی نیت کرنے اور ہر قسم کی بھلائی کی توفیق عطا فرما، اس قاعدہ (یعنی نیک و جائز اعمال میں نیت خیر کا ہونا ضروری ہے) کے دلائل ہم گزشتہ اوراق میں ذکر کر آئے ہیں، مثلاً: انما الاعمال باالنیات و انما لکل امری ما نوی.

نیت کی اہمیت کے متعلق علما کے اقوال

﴿1﴾......مشہور تابعی ابو یحیٰی حبیب بن ابی ثابت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تعالٰی عَلَیْہ جو کہ اہل کوفہ کے مفتی اور معتمد ہیں، ان سے عرض کی گئی: ہمیں دشوار ترین چیز کے بارے میں بتایئے! فرمایا: ''نیت کرنا۔

﴿2﴾......حضرت سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ارشاد فرمایا: ''نیت کی مشق کرنا مجھے سب سے زیادہ مشکل میں ڈالتا ہے۔

﴿3﴾......حضرت یزید بن ہارون رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''نیت شرف و عظمت ہی کی وجہ سے حدیث پاک میں پسند کی گئی ہے۔

﴿4﴾......حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ''بندے کو اس کی نیت کے مطابق ہی اہمیت دی جاتی ہے۔

کسی کا کہنا ہے: ''لوگوں کو ان کی نیتوں کے مطابق دیا جاتا ہے۔

﴿5﴾......حضرت امام شافعی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ارشاد فرمایا: ''میری یہ تمنا ہے کہ لوگ مجھ سے سیکھیں بشرطیکہ اس میں سے کوئی بھی حرف میری جانب منسوب نہ کریں۔ مزید فرمایا: ''میں نے کبھی غلبہ حاصل کرنے کے لیے کسی سے مناظرہ نہیں کیا بلکہ جب میں نے کسی سے مناظرہ کیا تو میری یہ تمنا ہوتی کہ حق اس کی طرف سے ظاہر ہو جائے۔

﴿6﴾......آپ نے یہ بھی فرمایا: ''میں نے جب بھی کسی سے گفتگو کی تو یہی پسند کیا کہ میرے مدمقابل کو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے توفیق و اعانت حاصل ہو اور وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نگرانی و حفاظت میں رہے۔

﴿7﴾......امام اعظم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے شاگرد امام ابو یوسف رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ارشاد فرمایا: ''اپنے علم سے اللہ تَعَالٰی کی رضا حاصل کرنے کی جستجو کرو! کیونکہ میں جب بھی کسی مجلس میں تواضع و انکساری کی نیت سے بیٹھا تو لوگوں نے مجھے عزت دی اور میں جب بھی کسی مجلس میں لوگوں کی عزت و تعریف حاصل کرنے کے لیے بیٹھا تو وہاں رسوائی مقدر بنی۔

﴿8﴾......صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے نیکیوں اور برائیوں کو لکھ دیا ہے لہذا جس نے نیکی

کا پکا ارادہ تو کیا لیکن اس کو کر نہ سکا اللہ تعالی اپنے ہاں اس کے لیے ایک مکمل نیکی لکھ دے گا اور اگر اس نے نیکی کو کر بھی لیا تو اللہ تعالی اس کو دس سے لے کر سات سو نیکیوں تک بلکہ اس سے بھی زیادہ نیکیاں عطا فرمائے گا۔

﴿9﴾...... وہ لشکر جو کعبہ معظمہ کا قصد کرے گا صحیح حدیث میں ان کے بارے میں ارشاد فرمایا: ''اس لشکر کو اول سے آخر تک زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔

اس پر حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے عرض کی: یارسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان کو اول سے آخر تک کس وجہ سے دھنسا دیا جائے گا؟ حالانکہ ان میں معزز لوگ بھی ہوں گے اور وہ بھی جو ان میں سے نہیں ہوں گے؟

ارشاد فرمایا: ان کو اول سے آخر تک زمین میں دھنسا دیا جائے گا پھر قیامت کے دن ان کو ان کی نیتوں کے مطابق اٹھایا جائے گا۔

امام بخاری و امام مسلم حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت کرتے ہیں کہ کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''فتح مکہ کے بعد ہجرت ختم ہوگئی لیکن جہاد اور نیت باقی ہے۔

امام نووی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فرمان ''فتح مکہ کے بعد ہجرت ختم ہوگئی'' کا کیا مطلب ہے؟ اس میں شوافع اور دیگر علماء کا اختلاف ہے اور اس کے معنی میں چند اقوال وارد ہیں۔

(۱)...... مکہ مکرمہ جب دارالاسلام بن چکا تو اب اس سے ہجرت نہیں۔

(۲)...... فتح مکہ کے بعد کامل فضیلت والی ہجرت نہیں ہے، بہر حال دارالحرب سے ہجرت آج بھی اس شخص پر واجب و مؤکد ہے کہ جو ہجرت کرنے پر قادر ہو جبکہ وہ

دارالحرب میں اپنے مسلمان ہونے کو ظاہر نہ کرسکتا ہو اور اگر اپنے مسلمان ہونے کو ظاہر کرسکتا ہو تو ایسے شخص پر ہجرت واجب نہیں ہوگی بلکہ اس کے لیے ہجرت کرنا مستحب ہوگا۔

علما و عارفین کی نصیحتوں کا بیان

﴿1﴾......سید جلیل ابومیسرہ بن شرحبیل کوفی ہمدانی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ آپ اپنے عطیہ کا کچھ حصہ راہِ خدا میں صدقہ کردیا کرتے تھے، پھر جب آپ گھر تشریف لاتے اور اپنے عطیہ کو شمار کرتے تو اسے اپنے اہل کی تعداد کے برابر پاتے۔ آپ نے اپنے بھتیجوں سے فرمایا: آپ لوگ میری طرح کیوں نہیں کرتے؟ انہوں نے عرض کیا: اگر ہمیں یہ بات معلوم ہوجائے کہ ہمارا عطیہ اہل سے کم نہیں ہوگا تو ہم بھی ضرور ایسا کرتے۔ اس پر حضرت ابومیسرہ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے فرمایا: اس چیز کو میں رب تعالیٰ پر شرط نہیں کرتا۔

﴿2﴾......**دنیا و آخرت کی بھلائیاں:** امام شافعی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه کا ارشاد ہے: ”دنیا و آخرت کی بھلائیاں پانچ خصلتوں میں ہیں: (1)......دل کا غنا، (2)......تکلیف دہ چیز کو دور کرنا، (3)......حلال کمانا، (4)......تقویٰ اختیار کرنا، (۵)......ہر حال میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات پر بھروسہ کرنا۔

﴿3﴾......**دھوکہ میں مبتلا شخص:** سید جلیل حماد بن سلمہ (جن کا شمار ابدال میں ہوتا ہے) نے فرمایا: ”جس نے علمِ حدیث کو غیر اللہ کے لیے حاصل کیا وہ دھوکہ میں مبتلا ہوا۔

﴿4﴾......**بغیر نیت کے کھانا نہ کھاتے:** مروی ہے: ”حضرت عبدالرحمٰن بن اسود رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه بغیر نیت کے کھانا نہیں کھاتے تھے۔ راوی سے پوچھا گیا: کھانا

کھانے میں وہ کیا نیت کیا کرتے تھے؟ تو راوی نے جواب دیا: ''آپ کھانا کھاتے تھے، اگر نماز پڑھنا آپ کے لیے گراں ہوتا تو آپ کھانا بھی کم کر دیتے تاکہ نماز پڑھنا ان کے لیے آسان ہو جائے، اور جب آپ کھانا کم کرتے تو کمزور پڑ جاتے اس لیے آپ زیادہ کھانا کھاتے تاکہ جسم کو عبادت پر تقویت حاصل ہو۔ لہٰذا آپ کا کھانا اور نہ کھانا دونوں نماز ہی کے لیے ہوتے تھے۔

﴿5﴾...... **دلوں کو پاک وصاف رکھو:** احمد بن ابوحواری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوسلیمان دارانی کو فرماتے ہوئے سنا: ''اللہ تعالٰی سے اپنے دلوں کے ساتھ معاملہ کرو یعنی اپنے دلوں کو پاک وصاف رکھو، ان کو مہذب بناؤ اور ظاہری اعمال میں سے کسی بھی شے کو ترک مت کرو۔

حضرت ابوسلیمان دارانی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو دمشق کے ایک اعلٰی گاؤں داریا کی طرف نسبت کرتے ہوئے دارانی کہا جاتا ہے، آپ کا شمار کبار عارفین، صاحب کرامات بزرگوں میں ہوتا ہے، آپ کا نام عبدالرحمٰن بن احمد بن عطیہ ہے اور آپ دمشق کے علما متاخرین میں سے ایک ہیں۔

﴿6﴾...... **مقام ومرتبہ کے حصول کا سبب:** آپ کا ارشاد ہے: ''کسی شخص نے جو بھی مقام حاصل کیا وہ کثرتِ نماز وروزہ سے نہیں، بلکہ اس نے اس مقام کو صرف اور صرف سخاوتِ قلبی، سلامتی صدر اور امت کو نصیحت کرنے کے سبب حاصل کیا۔

امام شافعی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ارشاد فرمایا: ''جو یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالٰی اس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمائے تو اس کو چاہیے کہ وہ لوگوں کے ساتھ حسنِ ظن رکھے۔

﴿7﴾……**رب تعالٰی کا دیدار:** ابوقبیصہ کہتے ہیں: ''میں نے حضرت سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ کو خواب میں دیکھ کر عرض کی اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ تو آپ نے فرمایا: میں نے اپنے رب کو اپنے بالکل سامنے پایا، تو اس نے ارشاد فرمایا: اے ابن سعید! مبارک ہو میں تجھ سے راضی ہوں۔ تم اس وقت بھی ثابت قدم رہے کہ جب عشق کا بیمار شکستہ دل ہو گیا اور اس کے آنسوؤں کی وجہ سے رات کی تاریکی میں اضافہ ہو گیا۔ (جنت کے محلات میں سے) جو محل تجھے پسند آئے اسے لے لے اور میرے دیدار سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کر لے کہ میں تجھ سے دور نہیں ہوں۔

﴿8﴾……**اللہ تعالٰی کا غضب و رحمت:** حضرت یحیٰی بن معاذ رازی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''کتنے ہی استغفار کرنے والے ایسے ہوتے ہیں کہ جن پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا غضب ہوتا ہے اور کتنے ہی خاموش رہنے والے ایسے ہوتے ہیں کہ ان پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت ہوتی ہے، کیونکہ استغفار کرنے والے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مغفرت تو طلب کرتے ہیں مگر ان کا دل گناہوں پر جری ہوتا ہے اور خاموش رہنے والے زبان سے تو خاموش ہوتے ہیں لیکن ان کا دل اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر میں مشغول ہوتا ہے۔

﴿9﴾……**علم کے حصول میں نیت:** ابوالحسن واعظ رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ کا ارشاد ہے: ''جو علم کی طلب میں اس حال میں نکلے کہ اس کا مقصود صرف علم ہی ہو تو اس کو علم کوئی فائدہ نہ دے گا اور جو علم کی طلب میں اس حال میں نکلا کہ اس کا علم پر عمل کرنے کا ارادہ بھی ہو تو اس کو تھوڑا علم بھی فائدہ دے گا۔

﴾10﴿......**معرفتِ باری تعالیٰ کا سبب:** ابوعبداللہ بن عطا رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ''علم اس پر موقوف ہے کہ اس پر عمل کیا جائے اور عمل اخلاص پر موقوف ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے اخلاص اختیار کرنا معرفتِ باری تعالیٰ کا سبب بنتا ہے۔

(امام نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: ''ابوعبداللہ بن عطا رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی مراد یہ ہے کہ علمِ نافع طلب کیا جائے جیسا کہ

﴾11﴿......**علم وہ ہے جو نفع دے:** امام شافعی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ ارشاد فرماتے ہیں: لَیْسَ الْعِلْمُ مَا حُفِظَ اَلْعِلْمُ مَانَفَعَ. علم وہ نہیں جس کو یاد کرلیا گیا علم تو وہ ہے جو نفع دے۔

﴾12﴿......**حصولِ جنت کا بہترین راستہ:** قاسم جوعی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ارشاد فرمایا: ''دین کی اصل تقویٰ و پرہیزگاری ہے، افضل عبادت رات کو مشقت میں گزارنا ہے اور حصولِ جنت کا بہترین راستہ یہ ہے کہ بندہ اپنے دل کو عیوب وغیرہ سے صاف کرلے۔

حافظ ابوسعید سمعانی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ ''کتاب الانساب'' میں فرماتے ہیں: ''حضرت قاسم جوعی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی بہت ساری کرامات آپ کے بھوکا رہنے کے بارے میں ہیں، شاید آپ لمبے عرصے تک بھوکے رہا کرتے تھے۔

﴾13﴿......**چار چیزیں:**......حضرت ابوبکر زقاق رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ارشاد فرمایا: ''ہمارے اس معاملے کی بنیاد چار چیزوں پر ہے: (۱)......ہم فاقہ کیے بغیر کھانا نہیں کھاتے، (۲)......ہم نیند کا غلبہ ہونے سے قبل نہیں سوتے، (3)......ہم خوف

کے وقت ہی خاموش ہوتے ہیں، اور (4)......ہم بیخودی وعشق ہی کی حالت میں کلام کرتے ہیں۔

امام نووی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''حضرت ابوبکر زقاق رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ کا شمار کبار صوفیا اور صاحب کرامات واہلِ معرفت بزرگوں میں ہوتا ہے۔

﴿14﴾......**فقرا کا حسب ونسب:** حضرت ابوبکر زقاق رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ کا ارشاد ہے: ''ہر ایک شخص کسی نہ کسی نسب کی طرف منسوب ہوتا ہے مگر فقرا اللہ تعالٰی کی طرف منسوب ہوتے ہیں، اور ہر شخص کا نسب منقطع ہو جائے گا مگر فقرا کا حسب ونسب ختم نہ ہوگا کیونکہ ان کا نسب صدق اور حسب فقر ہے۔

﴿15﴾......**عمل اور نیت میں اخلاص:** امام شافعی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ نے حضرت ابوموسٰی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ سے ارشاد فرمایا: ''اے ابوموسٰی! اگر آپ اس بات کی بھرپور کوشش کریں کہ لوگ آپ سے راضی ہو جائیں تو آپ ایسا نہیں کرسکتے اگر معاملہ ایسا ہی ہے جیسا کہ میں نے کہا ہے تو پھر اللہ تعالٰی کی خوشنودی کے لیے اپنے عمل اور نیت میں اخلاص پیدا کرو۔

﴿16﴾......**صوفی بغیر صدق کے:** حضرت ابوعبداللہ مغربی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ کا ارشاد ہے: ''جو صوفی بغیر صدق کے ہو اس سے تو وہ مزدور اچھا ہے جو پھاوڑے کے ساتھ مٹی ڈالتا ہے۔

﴿17﴾......**حضرت حماد بن سلمہ اور خلیفۂ وقت:** مقاتل بن صالح خراسانی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''میں حماد بن سلمہ رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ کی بارگاہ میں

حاضر ہوا آپ کے کمرے میں صرف یہ سامان تھا:

(۱)......ایک چٹائی جس پر تشریف فرماتے۔

(۲)......ایک قرآن پاک جس کی آپ تلاوت کرتے تھے۔

(۳)......ایک چمڑے کا تھیلا جس میں آپ کی کتابیں تھیں۔

(۴)......ایک وضو کا برتن، جس میں آپ وضو فرمایا کرتے تھے۔

میں آپ کی بارگاہ ہی میں حاضر تھا کہ ایک شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا، آپ نے ایک چھوٹی بچی سے فرمایا: جاؤ! دیکھو! کون ہے

اس نے واپس آکر عرض کی: محمد بن سلیمان کا قاصد آیا ہوا ہے۔

آپ نے فرمایا: اسے کہو! اکیلے اندر آجاؤ۔ وہ قاصد آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور سلام کر کے آپ کو ایک خط پیش کیا اور عرض کی: اس کو پڑھئے!

اس میں لکھا تھا: بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم، محمد بن سلیمان کی طرف سے حماد بن سلمہ کی طرف، اما بعد! اللہ عزوجل آپ کی صبح بخیر فرمائے جیسا کہ اس نے اپنے اولیاو اطاعت گزار بندوں کی صبح بخیر فرمائی۔

ہمیں ایک مسئلہ درپیش ہوا ہے اور ہم اسکے بارے میں آپ سے سوال کرنا چاہتے ہیں لہٰذا آپ ہمارے پاس تشریف لے آئیں۔

یہ پڑھ کر آپ نے اس چھوٹی بچی سے فرمایا: دوات لاؤ!

پھر فرمایا: اس خط کی پشت پر لکھو!

اما بعد! اللہ عزوجل آپ کی بھی صبح بخیر فرمائے جیسا کہ اس نے اپنے اولیاو اطاعت گزار بندوں کی صبح بخیر فرمائی۔ ہم نے علما کا یہ عمل پایا ہے کہ وہ خود چل کر کسی کے پاس

نہیں جاتے، اگر آپ کو کوئی مسئلہ درپیش ہوا ہے تو آپ ہمارے پاس آجائیں اور اس کے بارے میں سوال کرلیں۔ہاں اگر آپ ہمارے پاس آئیں تو اکیلے ہی آنا، اپنی سواری اور اپنے لشکر کے ساتھ مت آنا، ورنہ میں نہ تو آپ کو نصیحت کروں گا اور نہ ہی اپنے آپ کو۔

(راوی کہتے ہیں) میں آپ کی بارگاہ ہی میں حاضر تھا کہ کسی شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا آپ نے اسی چھوٹی بچی سے فرمایا: دیکھو باہر کون ہے!

اس نے واپس آکر عرض: کی محمد بن سلیمان آئے ہوئے ہیں۔

آپ نے فرمایا: اس سے بولو! اکیلے اندر آجاؤ۔محمد بن سلیمان آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوگیا اور سلام کرکے آپ کے سامنے بیٹھ گیا (اور گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا)

محمد بن سلیمان: پتا نہیں مجھے کیا ہوتا ہے کہ جب میں آپ کی زیارت کرتا ہوں تو مجھ پر آپ کا رعب طاری ہوجاتا ہے۔

حضرت حماد بن سلمہ: رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ارشاد ہے: ''عالم کا اپنے علم سے مقصود جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا ہو تو ہر شے پر اس کا رعب طاری رہتا ہے اور اگر عالم کا اپنے علم سے مقصود مال جمع کرنا ہو تو اس پر ہر شے کا رعب طاری ہوجاتا ہے۔''

محمد بن سلیمان: (اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے) ایک شخص کے دو بیٹے ہیں ان میں سے ایک سے وہ زیادہ محبت کرتا ہے، اب اس کا ارادہ ہے کہ اپنی زندگی میں ہی اپنے مال کا دو تہائی حصہ اپنے اس بیٹے کو دیدے اس کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟

حضرت حماد بن سلمہ: اس کا ایسا کرنا جائز نہیں، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو اس کے مال کے سبب سے عذاب دینے کا

ارادہ فرماتا ہے تو موت کے وقت اس شخص کو ظالمانہ وصیت کی توفیق مل جاتی ہے۔

محمد بن سلیمان: آپ کی کوئی حاجت ہو؟

حضرت حماد بن سلمہ: ''لا وَجب کہ دینی معاملات میں وہ مصیبت نہ بنے۔

محمد بن سلیمان: ''میں آپ کی بارگاہ میں چالیس ہزار درہم پیش کرتا ہوں، ان کے ذریعے آپ اپنی موجودہ حالت کو اچھا کر لیں۔

حضرت حماد بن سلمہ: ''میں یہ دراہم ان کو واپس کر دوں گا جن پر تو نے ان دراہم کی وجہ سے ظلم کیا۔

محمد بن سلیمان: میں آپ کو وہی دراہم پیش کروں گا جو مجھے وراثت میں ملے ہیں۔

حضرت حماد بن سلمہ: ''مجھے ان کی حاجت نہیں ہے، ان کو مجھ سے دور کر لو! اللہ تعالیٰ تمھاری خطاؤں کو معاف فرمائے گا۔

محمد بن سلیمان: ان کے علاوہ اور کوئی چیز قبول فرمالیں۔

حضرت حماد بن سلمہ: مجھے ایسی چیز دو جو اللہ عزوجل کے دین میں بندے کے لیے مصیبت نہ بنے۔

محمد بن سلیمان: آپ یہ دراہم قبول فرما کر ان کو تقسیم فرمادیں۔

حضرت حماد بن سلمہ: شاید میں ان کی تقسیم کاری میں انصاف نہ کرسکوں اور جس شخص کو حصہ نہ ملے وہ یہ کہتا پھرے: حماد بن سلمہ نے دراہم تقسیم کرنے میں انصاف سے کام نہیں لیا۔ اس طرح وہ شخص مجھ پر بہتان لگانے یا میری غیبت کرنے کے سبب گناہ گار ہوگا۔ اے محمد بن سلیمان اللہ عزوجل آپ کے گناہوں کو معاف فرمائے ان دراہم کو مجھ سے دور کر لو!

”(امام نووی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں) یہ حکایت کتنی اچھی ہے، اس کے فوائد کتنے خوبصورت ہیں، اس میں کتنی عمدہ باتیں جمع ہیں، اس میں کئی اہم فوائد پر متنبہ بھی کیا گیا ہے اور یہ سب کچھ اس حکایت سے ظاہر ہے ان کی وضاحت کرنے کی بالکل بھی حاجت نہیں ہے۔

﴿18﴾......حضرت حماد بن سلمہ کی خواب میں زیارت

ابو عبداللّٰہ تیمی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنے والد صاحب سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ”میں نے حماد بن سلمہ رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ کو خواب میں دیکھ کر عرض کی: اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ انہوں نے فرمایا: بہت اچھا۔ میں نے عرض کی: اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ سے کیا فرمایا؟

انہوں نے کہا: اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھ سے فرمایا: تو نے اپنے آپ کو مشقت میں ڈالے رکھا لہٰذا آج میں تمہاری اور وہ لوگ کہ جو میری رضا کی خاطر مشقتیں برداشت کرتے رہے ان کی راحت کو طویل کردوں گا، واہ! واہ! میں نے کتنی ہی عمدہ چیزیں ان کے لیے تیار کر رکھی ہیں۔

صحابہ کرام کے عمدہ اقوال

﴿1﴾...... حضرت عمار رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے تین باتوں کو یکجا کرلیا اس نے ایمان کو یکجا کرلیا: (۱)...... اپنے نفس سے انصاف کرنا، (۲)...... لوگوں کو سلام کرنا، اور (۳)...... تنگدستی کی حالت میں راہِ خدا میں مال خرچ کرنا۔

حضرت عمار رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ کے مذکورہ فرمان کی وضاحت کرتے ہوئے امام نووی فرماتے ہیں: '' حضرت عمار رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ نے ان کلمات میں دنیا وآخرت کی تمام بھلائیوں کو جمع فرما دیا ہے اور انہی کلمات پر دینِ اسلام کی تعلیمات کا دارومدار ہے کیونکہ جس شخص نے حقوق اللہ اور حقوق العباد اور حقوقِ نفس کے معاملات میں اپنے نفس سے انصاف کیا یعنی اپنے نفس کو نصیحت کی اور اس کو برائیوں سے بچائے رکھا تو وہ اطاعت وفرمانبرداری کے اعلیٰ درجے تک پہنچ گیا۔ (تفصیل ملاحظہ ہو)

(۱)...... لوگوں کو سلام کرنا۔

اس کا معنی یہ ہے کہ بندہ تمام لوگوں کو سلام کرے اور ان پر تکبر نہ کرے۔ کیونکہ نبی کریم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''سلام کرو! اس کو جسے تم جانتے ہو اور اسے بھی جسے تم نہیں جانتے۔''

یہ عمل اخلاق کے اعلیٰ مراتب میں سے ہے اور اس پر عمل کرنے والا عداوت، بغض و کینہ، لوگوں کو حقیر جاننے، تکبر کرنے اور خود کو ان سے اچھا سمجھنے سے محفوظ رہتا ہے۔

(۲)...... تنگدستی کی حالت میں راہِ خدا میں مال خرچ کرنا۔

یہ سخاوت کا انتہائی درجہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس وصف پر مدح بھی فرمائی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ۔ (سورۃ الحشر ۹)

ترجمہ کنزالایمان: اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں، اگر چہ انہیں شدید محتاجی ہو۔(1)

یہ خرچ کرنا عام ہے، خواہ اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے، ....یا اپنے مہمان......

......یا سائل پر............یا اللہ تعالی کی اطاعت وفرمانبرداری میں۔

اس وصف (یعنی "تنگدستی میں خرچ کرنے") میں اللہ تعالی پر توکل، ......اس کے فضل وکرم کی وسعت پر اعتماد، ......اس کے رزق کے ضامن ہونے پر بھروسہ، ......دنیا سے بے رغبتی، ......دنیا کا ساز وسامان جمع نہ کرنا، ......دنیا کی شان وشوکت کا اہتمام نہ کرنا، ......اس دنیا کے مال کے سبب فخر وغرور نہ کرنا، ......وغیرہ کئی اچھی عادات شامل ہیں۔

(امام نووی فرماتے ہیں) لیکن ہم نے یہاں بہت زیادہ اختصار سے کام لیا ہے تاکہ طوالت پڑھنے والوں کو اکتاہٹ میں مبتلا نہ کردے۔

شرح

(1) شانِ نزول: حدیث شریف میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کی خدمت میں ایک بھوکا شخص آیا، حضور صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے ازواج مطہرات کے حجروں پر معلوم کرایا کیا کھانے کی کوئی چیز ہے؟ معلوم ہوا کسی بی بی صاحبہ کے یہاں کچھ بھی نہیں ہے۔

تب حضور صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے اصحاب سے فرمایا:

جو اس شخص کو مہمان بنائے، اللہ تعالی اس پر رحمت فرمائے، حضرت ابو طلحہ انصاری کھڑے ہوگئے اور حضور صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم سے اجازت لے کر مہمان کو اپنے گھر لے گئے، گھر جا کر بی بی سے دریافت کیا، کچھ ہے؟

انہوں نے کہا: کچھ نہیں، صرف بچوں کیلئے تھوڑا سا کھانا رکھا ہے۔

حضرت ابو طلحہ نے فرمایا بچوں کو بہلا کر سُلا دو اور جب مہمان کھانے بیٹھے تو چراغ ----

شرح

۔۔۔۔۔درست کرنے اٹھو اور چراغ کو بجھا دو تا کہ وہ اچھی طرح کھالے۔

یہ اسلئے تجویز کی کہ مہمان یہ نہ جان سکے کہ اہلِ خانہ اس کے ساتھ نہیں کھا رہے ہیں کیونکہ اس کو یہ معلوم ہوگا تو وہ اصرار کرے گا اور کھانا کم ہے بھوکا رہ جائے گا، اس طرح مہمان کو کھلایا اور آپ ان صاحبوں نے بھوکے رات گذاری۔

جب صبح ہوئی اور سیّدِ عالَم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَالِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَالِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: **لَقَدْ عَجَبَ اللّٰہُ مِنْ صَنِیْعِکُمْ اِلٰی ضَیْفِکُمْ**.

یعنی: رات فلاں فلاں لوگوں میں عجیب معاملہ پیش آیا، اللّٰہ تعالیٰ ان سے بہت راضی ہے اور یہ آیت نازل ہوئی۔ (خزائن العرفان)

ایثار کی تعریف: اپنی ضرورت کے باوجود مال کے ساتھ سخاوت کرنا۔

(لباب الاحیاء، ص ۲۶۷، مکتبۃ المدینہ)

ایثار کی فضیلت: دوجہاں کے تاجدار صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَالِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ پُر بہار ہے: ”جو شخص کسی چیز کی خواہش رکھتا ہو، پھر اس خواہش کو روک کر (دوسروں کو) اپنے اوپر ترجیح دے، تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اسے بخش دیتا ہے۔“ (پراسرار بھکاری، ص ۳۰، مکتبۃ المدینہ، بحوالہ اتحاف السادۃ المتقین)

اَسلاف کرام کے تحصیل علم کے متعلق نفیس ارشادات

﴿1﴾......عبداللہ بن ابوکثیر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد صاحب کوفرماتے ہوئے سنا: ''لَا یُسْتَطَاعُ الْعِلْمُ بِرَاحَۃِ الْجِسْمِ. راحتِ جسم کے ساتھ علم حاصل نہیں کیا جاسکتا۔''

﴿2﴾......حضرت ربیعہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ جوکہ امام مالک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے استاد ہیں ان کا ارشاد ہے: ''جس کے پاس علم کی کوئی بات ہوتو اس کے لیے یہ بات درست نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کوضائع کردے۔''

(امام نووی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں) حضرت ربیعہ کے مذکورہ قول کے دومعنٰی ہوسکتے ہیں، ان کومیں نے بخاری کی شرح میں تفصیلا ذکر کیا ہے اس جگہ میں ان کومختصرا ذکر کرتا ہوں:

(۱)......جس شخص کوعلم حاصل کرنے کی ذکاوت حاصل ہواوروہ شخص علم کا کچھ حصہ حاصل بھی کرے اوراس کواس میں نمایاں کامیابی بھی حاصل ہوتو اس شخص کو چاہیے کہ وہ علم کی تکمیل کے لیے خوب جدوجہد کرے اور طلبِ علم کوترک نہ کرے کیونکہ جب وہ طلبِ علم کوترک کرے گا تواپنے آپ کوضائع کردے گا۔

(۲)......جوعلم حاصل کرے تواس کوچاہیے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے اس کو پھیلانے کی کوشش وجستجو میں مصروف ہوجائے اوراس علم کولوگوں میں عام کردے تاکہ وہ علم اس سے آگے منتقل ہوجائے اوراس علم سے بیاورتمام لوگ نفع حاصل کریں، اس کو یہ بھی چاہیے کہ جواس سے علم حاصل کرنے والے ہوں ان پرنرمی کرے اورعلم حاصل کرنے کے طریقوں کوآسان کرے تاکہ عمدہ انداز میں علم کے ساتھ خیرخواہی

کی سعادت حاصل ہو کیونکہ ''دین خیر خواہی کا نام ہے''۔

﴿3﴾...... حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہ تعالٰی عنہ نے ارشاد فرمایا: ''مَنْ رَقَّ وَجْهُهُ رَقَّ عِلْمُهُ، ترجمہ: جو طلبِ علم میں حیا کرے گا وہ علم میں ترقی نہیں کر پائے گا۔''

﴿4﴾...... امام مجاہد رَضِیَ اللّٰہ تعالٰی عنہ کا ارشاد ہے: ''لَا يَتَعَلَّمُ الْعِلْمَ مُسْتَحْيٍ وَلَا مُتَكَبِّرٌ. ترجمہ: طلبِ علم میں شرم کرنے والا اور تکبر کرنے والا علم حاصل نہیں کر سکتے۔''

﴿5﴾...... حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہ تعالٰی عنہا نے ارشاد فرمایا: ''عورتوں میں سب سے اچھی انصار کی عورتیں ہیں کہ ان کو حیا نے دین میں سمجھ بوجھ حاصل کرنے سے نہیں روکا۔

﴿6﴾...... حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہ تعالٰی عنہ نے ارشاد فرمایا: ''تَفَقَّهُوْا قَبْلَ اَنْ تُسَوَّدُوْا، ترجمہ: سردار بنائے جانے سے قبل علم حاصل کرلو۔''

(امام نووی رَحْمَۃُ اللّٰہ تعالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں) حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہ تعالٰی عنہ کے فرمان کا معنٰی یہ ہے کہ جوانی میں ہی حصولِ علم اور علم کی پختگی پر حریص ہو جاؤ کیونکہ اس وقت نہ تو تمہاری (زیادہ) مصروفیات ہوگی، نہ ہی تم پر سرداری کی ذمہ داری ہوگی اور نہ ہی بڑھاپے کا بوجھ گا۔ جب تمہاری عمر بڑھ جائے گی اور تم مقتدا و سردار بن جاؤ گے تو اس وقت تم دین کی سمجھ بوجھ اور تحصیل علم سے عاجز آ جاؤ گے۔

﴿7﴾...... حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہ تعالٰی عنہ کے فرمان کی مثل امام شافعی رَحْمَۃُ اللّٰہ تعالٰی عَلَیْہ کا بھی ایک ارشاد ہے، فرمایا: ''سردار و مقتدا بننے سے قبل دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرلو کیونکہ جب تم مقتدا و سردار بن جاؤ گے تو اس وقت دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرنے کا تمہیں موقع نہ ملے گا۔''

اسلاف کرام کے خوف خدا کے متعلق اقوال

﴿1﴾......حضرت جنید بغدادی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ارشادفرمایا: ''مجھے یہ بات پسند نہیں کہ میرا اس جگہ انتقال ہو جہاں لوگ مجھے جانتے ہوں کیونکہ مجھے خوف ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ زمین میری لاش کو قبول نہ کرے اور میں ذلیل ورسوا ہو جاؤں۔''

﴿2﴾......حضرت جنید بغدادی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سری سقطی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ کو فرماتے ہوئے سنا: ''میں ہر روز اس خوف سے اپنی ناک کو دو مرتبہ دیکھتا ہوں کہ گناہوں کے سبب کہیں میرا چہرہ سیاہ نہ ہو گیا ہو۔''

﴿3﴾......حضرت حسین بن ارجک رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ کا ارشاد ہے: ''بہترین عطیہ عقل ہے اور بدترین مصیبت جہالت ہے۔''

﴿4﴾......حضرت بشیر بن حارث رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ارشادفرمایا: ''اسلاف کرام نہ تو لذت کی خاطر کھانا کھاتے تھے اور نہ ہی آسودہ حالی ظاہر کرنے کے لیے لباس پہنتے تھے۔''

(امام نووی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں) یہی آخرت، انبیا اور صالحین کا راستہ ہے اور جس شخص کو یہ وہم ہے کہ معاملہ ایسا نہیں ہے تو وہ فتنہ میں مبتلا ہے۔

﴿5﴾......حضرت سہل بن عبد اللّٰہ رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ کا ارشاد ہے: ''جو دل اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کسی اور سے راحت کا طالب ہو اس پر یقین کی خوشبو سونگھنا حرام ہے اور جس دل میں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی ناپسندیدہ کوئی شے ہو اس میں نور کا داخل ہونا حرام ہے۔''

﴿6﴾......حضرت بشیر بن حارث رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ سے مروی ہے: ''اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت داؤد علٰی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کی طرف وحی فرمائی: ''میرے اور اپنے

درمیان کسی فتنہ میں مبتلا عالم کو واسطہ نہ بناؤ کیونکہ وہ اپنے گمراہ کن نشہ کے ذریعے تمہیں میری محبت کے راستے سے دور کر دے گا یہ لوگ میرے بندوں کی راہ میں ڈاکو ہیں۔''

ہم اللہ عزوجل سے عافیت کے طلبگار رہیں۔

﴿7﴾......حضرت سلمان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا ارشاد ہے: ''جب تک لوگ طاقت کے نشے میں رہتے ہیں اس وقت تک وہ نہیں جانتے کہ اللہ عزوجل اپنے کمزور بندوں کی مدد کیسے فرماتا ہے۔''

﴿8﴾......امام شافعی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے ارشاد فرمایا: ''توبہ کو لازمی اختیار کرو کیونکہ زاہد کو زُہد اس سے بھی زیادہ زینت دیتا ہے کہ جتنا خوبصورت عورت کو زیور زینت دیتا ہے۔

﴿9﴾......حضرت ربیع رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ امام شافعی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے ارشاد فرمایا: ''اے ربیع! فضول کلام نہ کرو کیونکہ جب تک تم نے کوئی کلمہ نہیں بولا تم اس کلمہ کے مالک ہو، لیکن جب تم نے کوئی کلمہ بول دیا تو اب وہ کلمہ تمہارا مالک بن گیا، اب تم اس کے مالک نہ رہے۔''

﴿10﴾......امام مزنی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے مروی ہے کہ امام شافعی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے ارشاد فرمایا: ''ہر ایک شخص کا ایک دوست اور دشمن ہوتا ہے، جب بات ایسی ہی ہے تو آدمی کو چاہیے کہ وہ اللہ عزوجل کے فرمانبردار بندوں کے ساتھ رہے۔''

﴿11﴾......حسن بن عمران عیینہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ حضرت سفیان بن عیینہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اپنے آخری حج کے ایام میں مزدلفہ کے مقام میں مجھ سے فرمایا: ''میں اس جگہ پر ستر مرتبہ حاضر ہوا ہوں اور ہر مرتبہ میں نے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ دعا کی: ''یا اَللّٰہُ ... آخِرَ الْعَهْدِ مِنْ هٰذَا الْمَكَانِ

ترجمہ: یَا اللہ! میرا اس جگہ یہ آنا میری زندگی کا آخری مرتبہ آنا نہ ہو!

اور بار بار یہ دعا کرنے سے اب مجھے حیا آتی ہے۔

(حسن بن عمران عیینہ فرماتے ہیں) آپ حج سے واپس آئے تو اسی سال آپ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

﴿12﴾...... احمد بن ابوحواری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''میری یہ تمنا تھی کہ میں خواب میں ابوسلیمان دارانی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی زیارت کروں۔ ایک سال بعد میری یہ خواہش پوری ہوئی کہ خواب میں مجھے آپ کی زیارت ہوئی، میں نے ان سے عرض کی: اے معلم! اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟

تو انہوں نے جواب دیا: '' اے محمد! ایک دن میں باب الصغیر سے جاتے ہوئے جو کے ایک ڈھیر کے پاس سے گزرا تو میں نے وہاں سے ایک تنکہ اٹھا لیا، مجھے یاد نہیں کہ میں نے اس سے خلال کیا تھا یا اسے پھینک دیا تھا لیکن ایک سال سے میں اس کا حساب دینے کے لیے یہاں رکا ہوا ہوں۔''

(امام نووی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں) اس حکایت میں تقوی و پرہیزگاری پر کس قدر ابھارا گیا ہے! اور ظلم کو حقیر جاننے سے کس قدر ڈرایا گیا ہے!

﴿13﴾...... عبداللہ بن محمد وراق رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ارشاد فرمایا: ''نیکی کا حکم دو! ایامِ فتنہ میں جب لوگ باہم قتال کرتے تھے آپ ان سے فرماتے تھے: اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائے نیکی کا حکم دو! اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے نیکی کا حکم دو!

آپ سے عرض کی گئی: آپ ان کو دعا دیتے ہیں حالانکہ وہ تو ایک دوسرے کو قتل کر رہے

ابن ابی الدنیا رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت معروف کرخی کی مجلس میں ایک شخص نے کسی کی غیبت کی تو آپ نے فرمایا: ''اے شخص اس دن کو یاد کر جس دن تیری آنکھوں پر روئی رکھی جائے گی۔

﴿14﴾......حضرت معروف کرخی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ کے بھتیجے یعقوب کا کہنا ہے کہ میں نے اپنے چچا کو فرماتے ہوئے سنا: ''فضول گفتگو رسوائی کا باعث بنتی ہے۔''

سراج کہتے ہیں کہ علی بن موفق رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ کی ایک معروف دعا تھی: ''یامالک یا قدیر یا من لیس لہ نظیر.

﴿15﴾......خلف بن تمیم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابراہیم بن ادہم رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ کو ملک شام میں دیکھا تو عرض کی: ''آپ یہاں کیسے آئے؟

فرمایا: میں جہاد کرنے یا خانقاہ میں رہنے کے لیے نہیں آیا، میں یہاں اس لیے آیا ہوں کہ حلال روٹی سیر ہو کر کھا سکوں۔

﴿16﴾......احمد بن عبداللہ عجلی کہتے ہیں کہ ربعی بن خراش رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ تابعی و ثقہ ہیں، آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ حجاج کی خلافت کے زمانے میں آپ کے دو بیٹوں نے اس کے خلاف بغاوت کر دی اس وجہ سے حجاج ان کو تلاش کر رہا تھا، اس سے کسی نے کہا: ان کے والد نے کبھی جھوٹ نہیں بولا، آپ ان کے والد کے پاس قاصد بھیج کر ان سے پوچھ لیں کہ ان کے بیٹے کہاں ہیں؟

حجاج نے آپ کی طرف قاصد بھیجا اس نے آکر آپ سے پوچھا: 'آپ کے بیٹے کہاں ہیں؟ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا: وہ گھر میں ہیں۔

(حجاج نے آپ کی اس قدر صداقت دیکھی) تو اس نے کہا ہم نے آپ کی سچائی کی وجہ سے

آپ کے بیٹوں کو معاف کر دیا۔

﴿17﴾...... حارث غزی فرماتے ہیں: ''حضرت ربعی بن حراش رَحْمَۃُ اللّٰہ تعالٰی عَلَیْہ نے قسم کھائی تھی کہ وہ اس وقت تک نہیں ہنسیں گے جب تک وہ یہ نہ جان لیں کہ ان کا ٹھکانہ جنت ہے یا دوزخ ہے۔ حارث غزی کہتے ہیں کہ جس شخص نے حضرت ربعی رَحْمَۃُ اللّٰہ تعالٰی عَلَیْہ کو غسل دیا اس نے مجھے بتایا کہ جب تک ہم آپ کو غسل دیتے رہے، آپ اس وقت تک مسکراتے رہے۔

﴿18﴾...... احمد بن عبد اللّٰہ کا بیان ہے: ''کوفہ کے قراء حکم بن عتیبہ کے گھر جمع ہوئے اور ان کا اس بات پر اتفاق ہوا کہ کوفہ کے سب سے بڑے قاری طلحہ بن مصرف رَحْمَۃُ اللّٰہ تعالٰی عَلَیْہ ہیں۔ جب حضرت طلحہ بن مصرف رَحْمَۃُ اللّٰہ تعالٰی عَلَیْہ کو اس کی خبر پہنچی تو آپ نے حضرت اعمش رَحْمَۃُ اللّٰہ تعالٰی عَلَیْہ کی شاگردی اختیار کر لی اور آپ کے پاس پڑھنا شروع کر دیا تاکہ آپ کو کوفہ کا سب سے بڑا قاری نہ کہا جائے۔''

﴿19﴾...... امام شافعی رَحْمَۃُ اللّٰہ تعالٰی عَلَیْہ سے مروی ہے کہ حضرت ابی بن کعب رَضِیَ اللّٰہ تعالٰی عَنْہ سے کسی نے عرض کی: ''اے ابو المنذر مجھے نصیحت فرمایئے! آپ نے فرمایا: (۱)...... اپنے مسلمان بھائیوں سے ان کے تقوٰی و پرہیزگاری کے مطابق بھائی چارہ اختیار کرو، (۲)...... جس کو آپ کی گفتگو پسند نہیں اس سے گفتگو میں پہل نہ کرو، اور (۳)...... فوت شدگان کی جن صفات پر رشک کرتے ہو زندہ افراد کی بھی صرف انہی صفات پر رشک کرو۔''

﴿20﴾...... حضرت فضیل بن عیاض رَحْمَۃُ اللّٰہ تعالٰی عَلَیْہ کا ارشاد ہے: ''کتنے ہی لوگ ایسے ہیں کہ جو بیت اللّٰہ سے دور ہیں لیکن اللّٰہ کا احترام گھر کا طواف کرنے والوں سے

زیادہ ہے۔"

﴿21﴾......انہی کا ارشاد ہے: "حضرت داؤد علیہ السلام نے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی: جس طرح تو میرے لیے ہے اسی طرح میرے بیٹے کے لیے بھی ہو جا! اللہ عزوجل نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی: اے داؤد! اپنے بیٹے سے کہو میرے لیے اس طرح ہو جائے جس طرح تو میرے لیے ہے تب میں بھی اس کے لیے اس طرح ہو جاؤں گا جس طرح میں تمہارے لیے ہوں۔"

﴿22﴾......امام شافعی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه سے مروی ہے کہ ہشام بن عبدالملک نے حضرت فضیل بن عیاض رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه سے عرض کیا: "آپ کی کوئی حاجت ہو تو ارشاد فرمایئے؟ آپ نے فرمایا: میں تو اپنی حاجت جواد و کریم عزوجل کی بارگاہ میں پیش کر چکا ہوں۔"

﴿23﴾......رسالہ قشیریہ کے باب کرامات الاولیاء میں ہے "حضرت جعفر خلدی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه کی انگوٹھی ایک دن دریائے دجلہ میں گر گئی۔ آپ کے پاس گم شدہ شے کو حاصل کرنے کا ایک مجرب وظیفہ تھا آپ نے اس وظیفہ کو پڑھ کر دعا کی تو اسی وقت چند اوراق میں لپٹی ہوئی آپ کو اپنی انگوٹھی مل گئی اور آپ ان اوراق کو الٹ پلٹ کرنے لگے۔"

﴿23﴾......ابونصر السراج کا کہنا ہے کہ وہ وظیفہ یہ تھا: "يَا جَامِعَ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّارَيْبَ فِيْهَا اِجْمَعْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ ضَالَّتِيْ. (ایک نسخہ میں: اِجْمَعْ عَلٰى ضَالَّتِيْ. کے الفاظ ہیں)

امام نووی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه فرماتے ہیں: "اس وظیفہ کا میں نے کئی بار تجربہ کیا ہے اور

میں نے گم شدہ شے کو حاصل کرنے میں اس وظیفہ کو نہایت فائدہ مند پایا، یہ وظیفہ کرنا ضائع نہیں ہوتا۔"

﴿24﴾......حضرت جعفر رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ کو"خَلَدی" کہے جانے کی وجہ یہ ہے کہ ایک دن آپ حضرت جنید بغدادی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ کسی شخص نے حضرت جنید بغدادی سے ایک مسئلہ پوچھا، حضرت جنید بغدادی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ نے حضرت جعفر خلدی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ کو اس مسئلہ کا جواب دینے کا حکم فرمایا، آپ نے سائل کو اس کا جواب دے دیا۔ حضرت جنید بغدادی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ نے آپ سے پوچھا: آپ نے یہ جواب کہاں سے دیا؟ انہوں نے کہا: مِنْ خَلَدی (اپنے دل سے) لہذا اس دن سے آپ کو خلدی کہا جانے لگا، آپ کا وصال ۳۴۸ ہجری میں ہوا۔

﴿25﴾......حضرت ابو سلیمان دارانی کا ارشاد ہے: "ابلیس کا ایک شیطان (چیلہ) ہے جس کا نام مُتَقَاضِی ہے، وہ بیس سال تک (لمبے عرصے تک) بندے سے یہ تقاضہ کرتا رہتا ہے کہ وہ تنہائی میں کیے ہوئے نیک عمل کو لوگوں پر ظاہر کردے تاکہ لوگ اس کے تنہائی میں کیے ہوئے عمل کو بھی جان لیں اور وہ عمل ظاہر ہو جائے تاکہ خلوت وجلوت کی عبادت میں جو فرق ہے وہ ختم ہو جائے۔"

﴿26﴾......ابراہیم بن سعید کا بیان ہے کہ میں نے ابو سعد بن ابراہیم رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ سے پوچھا: "کس چیز کے سبب امام زہری رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ کو آپ پر فوقیت حاصل ہوئی؟ جواب دیا: وہ جلدی آنے کی وجہ سے علم کی مجالس کے آخر میں نہیں بلکہ شروع میں بیٹھا کرتے تھے اور آپ کی مجلسِ علم میں موجود ہر ایک نوجوان، بوڑھا مرد،

بوڑھی عورت اور نوجوان عورت آپ سے سوال کرتی، پھر آپ ایک انصاری کے گھر تشریف لے جاتے وہاں بھی آپ سے ہر ایک سوال کرتا حتی کہ نوجوان عورتیں بھی آپ سے سوال کرنے کی کوشش کرتیں۔

﴿27﴾......ابو عثمان نہدی کا بیان ہے کہ ہم آذربائیجان میں عتبہ بن فرقد کے ساتھ تھے کہ ہمارے پاس حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہ کا خط آیا (اس میں لکھا تھا) اما بعد! اِزار باندھو!......چادریں اوڑھو!......جوتے پہنو!......موزے اور شلواریں استعمال نہ کرو بلکہ تم پر لازم ہے کہ تم اپنے جدِّ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا لباس پہنو!......ننگے پاؤں مت چلو!......اور نہ ہی عجمیوں کی طرح کا لباس پہنو!......دھوپ میں لازمی بیٹھا کرو! کہ یہ عرب کا حمام ہے، حضرت معد بن عدنان کی طرح سادہ زندگی گزارو!......اور نرم مزاج بن جاؤ!

﴿28﴾......ابو عثمان نہدی کے والد کا نام عبدالرحمٰن بن ملّ ہے، ان کو دادا نہد بن زید بن لیث کی طرف منسوب کرتے ہوئے نہدی کہا جاتا ہے۔ آپ کبار تابعین مخضرمین میں سے ہیں یعنی آپ نے زمانہ جاہلیت و زمانہ اسلام اور سرکار صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ظاہری حیات کے زمانہ کو پایا لیکن سرکار صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی زیارت سے مشرف نہ ہو سکے۔

امام نووی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''میں نے اختصار کے ساتھ شیخ ابو عمرو بن صلاح کی کتاب سے آپ کے اس قدر حالات ''الارشاد فی علوم الحدیث'' میں بیان کیے ہیں۔ حضرت ابو عثمان عظیم قدر و شان کے مالک تھے، آپ نے ایک بار ارشاد فرمایا: میری عمر تقریباً ۱۳۰ سال ہو چکی ہے اور میری ہر ایک چیز میں تغیر آ گیا ہے

لیکن میری خواہشات اب بھی جوں کی توں باقی ہیں۔

جب امام حسین رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہ کو شہید کر دیا گیا تو آپ کوفہ سے بصرہ تشریف لے گئے اور فرمایا: میں اس شہر میں نہیں رہوں گا جہاں نبی کریم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ وَاٰلہٖ وَسَلَّم کے نواسے کو شہید کر دیا گیا ہو۔ آپ کا وصال سنہ ۹۵ ہجری میں ہوا اور ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ کا وصال سنہ ۱۰۰ ہجری میں ہوا۔

﴿29﴾...... حضرت جابر بن عبد اللّٰہ انصاری رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہ کے بارے میں مروی ہے: ''آپ ایک شخص کے پاس گئے تاکہ اس سے مسلمان کی پردہ پوشی کے متعلق کوئی بات سنیں۔ اس شخص نے عرض کی مجھے تو معلوم نہیں ہے مگر ''حضرت شہاب رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہ'' کو اس طرح کی ایک حدیث معلوم ہے۔ حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہ یہ سن کر بہت زیادہ خوش ہوئے، آپ اس شہر کے عامل ''مسلمہ'' کے گھر پہنچے اور دربان سے فرمایا: امیر سے جا کر کہو کہ میرے پاس آئے۔ دربان مسکراتے ہوئے گھر کے اندر گیا تو امیر نے مسکرانے کی وجہ پوچھی، دربان نے کہا: اونٹ پر سوار ایک شخص ہے، کہتا ہے کہ امیر سے جا کر کہو! میرے پاس آئے۔ امیر نے کہا: تم نے اس سے پوچھا نہیں کہ وہ کون ہے؟ دربان نے واپس جا کر پوچھا، تو آپ نے فرمایا: میں جابر بن عبد اللّٰہ انصاری ہوں۔ دربان نے واپس آ کر امیر کو بتایا تو وہ اپنی جگہ سے اچھل پڑا اور اس نے اوپر کی منزل سے جھانک کر حضرت جابر سے عرض کی: اوپر تشریف لے آئیے!

آپ رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: میرا اوپر آنے کا ارادہ نہیں ہے۔ ہاں مجھے یہ بتاؤ کہ شہاب رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہ کا گھر کہاں ہے؟

امیر نے عرض کی: آپ اوپر تشریف لے آئیں میں ان کی طرف کسی کو بھیج دیتا ہوں جو آپ کا کام کر آئے گا۔

آپ نے فرمایا: میں نہیں چاہتا کہ تمہارا قاصد ان کے پاس جائے کیونکہ امیر کا قاصد جب کسی کے پاس جاتا ہے تو اسے گھبراہٹ میں مبتلا کر دیتا ہے اور میں نہیں چاہتا کہ کوئی مسلمان میری وجہ سے گھبراہٹ میں مبتلا ہو۔

(آپ کی بات سن کر) امیر نیچے اتر آیا اور آپ کے ساتھ چلتا ہوا حضرت شہاب رَضِیَ اللّٰہ تعَالٰی عَنْہ کے گھر تک آ پہنچا۔ حضرت شہاب رَضِیَ اللّٰہ تعَالٰی عَنْہ نے جب ان دونوں کو دیکھا تو عرض کی: یا تو آپ اوپر تشریف لے آئیں یا میں آپ کے پاس نیچے آ جاتا ہوں۔ حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہ تعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: میں نہیں چاہتا کہ آپ ہمارے پاس آئیں اور نہ ہی ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کے پاس آئیں، بس آپ نے مسلمان کی پردہ پوشی کے متعلق جو حدیث سرکار صَلّی اللّٰہ تعَالٰی عَلَیْہ وَاٰلہٖ وَسَلَّم سے سنی ہے وہ ہمیں سنا دیں۔ انہوں نے کہا: میں نے سرکار صَلّی اللّٰہ تعَالٰی عَلَیْہ وَاٰلہٖ وَسَلَّم کو فرماتے ہوئے سنا:

''جس نے اپنے مسلمان بھائی کی پردہ پوشی کی گویا کہ اس نے اس کو زندہ کر دیا۔''

شعر

اَلَا حَیِّ الدِّیَارَ بِسُعْدَ اِنِّی اُحِبُّ لِحُبِّ فَاطِمَۃَ الدِّیَارَا

سنو! مقام سعد میں موجود گھروں کو آباد کرو فاطمہ کی محبت کی وجہ سے مجھے ان گھروں سے پیار ہے۔

احادیث کا مذاق اڑانے کا وبال

﴿1﴾......پاؤں خشک ہو گئے

ابویحیٰ زکریا بن یحیٰ ساجی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''ہم بصرہ کی گلی کوچوں میں پیدل چلتے ہوئے ایک محدث کے گھر کی طرف جارہے تھے کہ میں نے تیز تیز چلنا شروع کردیا، ہمارے ساتھ ایک شخص تھا جو دینی باتوں میں مذاق کیا کرتا تھا اس نے مذاق کرتے ہوئے کہا: اپنے پاؤں فرشتوں کے پروں سے اٹھالو! کہ کہیں ان کو توڑ نہ دیں۔ (اس توہین آمیز جملہ کی وجہ سے) اس شخص کے پاؤں خشک ہوگئے اور وہ زمین پر آ گرا۔''

﴿2﴾......تمام اعضا بے کار ہو گئے

حضرت ابوداوٗد سجستانی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے مروی ہے: ''علمِ حدیث سیکھنے والوں میں سے ایک آوارہ و بے حیا شخص تھا جب اس نے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی یہ حدیث سنی کہ **''فرشتے طالب علم کے عمل سے خوش ہو کر اس کی راہ میں اپنے پر بچھاتے ہیں۔''** تو اس نے اپنی ایڑی کے نیچے لوہے کے کیل لگالیے اور کہنے لگا: میں چاہتا ہوں کہ فرشتوں کے پروں کو روندڈالوں۔ (مَعَاذَاللہ، اس کی بے ادبی کی وجہ سے) اس کے پاؤں میں آکلہ (عضو کو ختم کردینے والی ایک بیماری) نکل آیا۔

ایک روایت میں ہے کہ اس کے ہاتھ، پاؤں اور تمام اعضا بے کار ہوگئے۔''

﴿3﴾......ہاتھ کہنی تک------

امام نووی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''میں نے ایک حکایت میں پڑھا ہے کہ ایک بدعتی شخص نے جب سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمان سنا کہ: **''جب تم میں سے کوئی نیند سے بیدار ہو تو جب تک اپنے ہاتھ دھو نہ لے اس وقت تک ان کو**

برتن میں نہ ڈالے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھوں نے رات کہاں گزاری۔"

تو اس نے بطورِ تکبر کہا: میں جانتا ہوں کے میرے ہاتھوں نے رات کہاں گزاری، بستر میں اور کہاں؟ صبح کو وہ اس حال میں اٹھا کہ اس نے اپنا ہاتھ کہنی تک شرم گاہ میں داخل کیا ہوا تھا۔

تیمی کہتے ہیں کہ آدمی کو چاہیے کہ احادیث کی تحقیر سے بچے دیکھو ان کو ان کے فعل کی نحوست کیسے ملی۔

"این باتت یدہ" کا مطلب

امام نووی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: "مذکورہ حدیث کا مطلب امام شافعی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ اور دیگر علما نے بیان کیا ہے کہ سونے والا نیند کی حالت میں اپنے ہاتھ بدن پر گھماتا پھراتا رہتا ہے تو ہوسکتا ہے کہ اس کا ہاتھ پھوڑے پھنسیوں، پسو یا جوں کے خون کی نجاست سے آلودہ ہو جائے یا ہاتھ استنجا کی جگہ پر لگنے سے یا اس کی مثل کسی اور جگہ پر لگنے سے آلودہ ہو جائے اس لیے ہاتھ کو دھونے کا حکم ارشاد فرمایا، اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ بہتر جانتا ہے۔"

امام نووی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: "مذکورہ واقعے کی طرح کا ایک واقعہ ہمارے زمانے میں بھی پایا گیا ہے جس کے بارے میں خبریں مشہور ہیں اور یہ واقعہ قاضیوں کے ہاں بھی ثابت ہو چکا ہے۔

﴿4﴾......مسواک کی بے ادبی کا وبال

۶۶۵ھ ہجری کے اوائل کی بات ہے: "بصرہ کے ایک گاؤں میں ایک نوجوان رہتا تھا نیک لوگوں کے بارے میں اس کا اعتقاد اچھا نہ تھا جب کہ اس کا بیٹا ان اللّٰہ والوں

سے حسن عقیدت رکھتا تھا۔

ایک دن اس کا بیٹا ایک برگزیدہ شیخ کی بارگاہ سے واپس آیا تو اس کے پاس مسواک تھی اس شخص نے استہزاء اپنے بیٹے سے کہا: تمہارے شیخ نے یہ تمہیں کیا دے دیا؟ بیٹے نے جواب دیا: یہ مسواک ہے۔ اس شخص نے مسواک کو اپنے بیٹے سے چھین کر بطور حقارت اسے اپنی شرم گاہ میں داخل کر دیا۔

اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد اس شخص نے کہ جس نے مسواک کی بے ادبی کی تھی کتے کا پلا جنا جو کہ قریب قریب مچھلی کے مشابہ تھا اس بدنصیب نے اُس کو مار ڈالا اور یہ شخص اسی دن یا دو دن بعد مر گیا۔''

اے اللہ عزوجل! ہمیں اس طرح کی آفات سے عافیت عطا فرما اور ہمیں احادیث و سنن اور تیرے شعائر کی تعظیم کرنے کی توفیق مرحمت فرما۔

علما کے اقوال کا گلدستہ

حضرت معروف کرخی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا ارشاد ہے: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بندے سے ناراضی کی علامت یہ ہے کہ وہ شخص لغویات وفضولیات میں مشغول ہوگا۔''

حضرت فضیل بن عیاض رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ارشاد فرمایا: ''اے بندے! تم اللہ عَزَّوَجَلَّ سے جنت کا سوال کرتے ہو اور وہ کام بھی کرتے ہو جو اس کو پسند نہیں، جتنا کم تم اپنے اوپر ترس کھاتے ہو اتنا میں نے کسی کو بھی نہیں دیکھا۔''

حضرت سہل بن عبد اللہ تستری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا ارشاد ہے: ''اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان دعویٰ سے بڑھ کر کوئی حجاب نہیں اور اس کی بارگاہ میں پہنچنے کے لیے حاجت مند ہونے سے مختصر کوئی راستہ نہیں۔

ابو یحییٰ نکراوی کا بیان ہے: ''میں نے حضرت شعبہ بن حجاج رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے بڑا کوئی عبادت گزار نہیں دیکھا حتیٰ کہ آپ کی کھال آپ کی ہڈیوں پر خشک ہوگئی تھی اور آپ کی کھال وہڈیوں کے درمیان گوشت نام کی کوئی شے نہ تھی۔''

امام شافعی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا ارشادِ گرامی ہے: ''دنیا وآخرت کی تمام بھلائیاں پانچ عادات میں ہیں، (۱)......دل کا غنا، (۲)......تکلیف دہ چیز کو دور کرنا، (۳)......حلال کمانا، (۴)......تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرنا اور (۵)......ہر حال میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت پر امید رکھنا۔

اور ارشاد فرمایا: ''جس پر دنیا کی محبت کے سبب شہوت کی شدت غالب آجائے تو وہ دنیا والوں کا غلام بن گیا اور جو شخص لوگوں سے ذلت کے ساتھ سوال کرنے پر راضی ہونے کو پسند کرتا ہو وہ رب تعالیٰ کا فرمانبردار نہیں ہوسکے گا

اور ارشاد فرمایا: ''جو یہ چاہتا ہو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے دل کو کشادہ فرمادے اور اس کو علم کی دولت نصیب ہو تو اس کو چاہیے کہ ان چیزوں کو اپنے اوپر لازم کر لے: (۱)...... خلوت، (۲)......کم کھانا، (۳)......بے وقوفوں کے ساتھ میل جول نہ ہو، اور (۴) ......وہ اہلِ علم کہ جن کو انصاف وادب نصیب نہیں ہوا ان کے ساتھ بھی میل جول نہ ہو۔''

اور فرمایا: ''سب سے نفع مند سرمایہ تقوی ہے اور سب سے زیادہ نقصان وہ سرمایہ جارحیت ہے۔

اور فرمایا: ''تین چیزیں ایسی ہیں کہ جو تمام اعمال سے افضل ہیں: (۱)......اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر، (۲)......اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ ''مواساۃ'' سے پیش آنا اور (۳) ......اپنی ذات سے لوگوں کو انصاف دینا۔''

مواساۃ کی تعریف: نفع پہنچانے اور نقصان دور کرنے میں اپنے مسلمان بھائی کو اپنی ذات جتنی اہمیت دینا۔ (التعریفات ص۴)

اور فرمایا: ''ریا کو صرف مخلص شخص ہی پہچان سکتا ہے۔''

امام شافعی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے مذکورہ فرمان کا مطلب یہ ہے: ''ریا کی حقیقت کی معرفت اور اس کے مخفی امور پر وہی شخص مطلع ہو سکتا ہے جو اخلاص کے حصول کا متمنی ہو کیونکہ ایسا شخص طویل عرصہ تک غور و فکر کے ذریعے ریا کے معاملات کی چھان بین میں لگا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ وقت بھی آتا ہے جب یہ شخص ریا کے تمام یا بعض مخفی امور پر مطلع ہو جاتا ہے، لیکن یہ سعادت صرف اور صرف رب تعالیٰ کے خاص بندوں کو حاصل ہوتی ہے۔ عام لوگوں میں سے کوئی شخص اگر اس بات کا گمان کرے کہ اس کو ریا کی کما حقہ معرفت حاصل ہوگئی ہے تو ایسا شخص درحقیقت ریا کی معرفت سے جاہل ہوگا۔

(امام نووی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں) اس کتاب میں کچھ صفحات کے بعد میں ریاکاری کے متعلق ایک مستقل باب لاؤں گا جس میں آپ ایسی عمدہ نفیس باتیں پائیں گے جو آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈا کر دیں گی۔

ریا کس قدر پوشیدہ ہے اس کے بارے میں وہی بات کافی ہے جو ہم نے امام ابوالقاسم قشیری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے نقل کی ہے کہ حضرت ابویزید بسطامی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا ارشاد ہے: ''بارہ سال تک میں اپنے نفس کو ایسے صاف کرتا رہا جیسے لوہار لوہے کو بھٹی میں رکھ کر صاف کرتا ہے، پھر پانچ سال میں اپنے دل کو آئینہ بناتا رہا اور ایک سال میں مذکورہ دو حالتوں کے درمیان جو حالت تھی اس کے بارے میں غور و فکر کرتا رہا۔ اٹھارہ سال کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ میرے اندر زُنّار ظاہر تھا، میں بارہ سال تک اس زُنّار کو کاٹنے کی کوشش میں لگا رہا پھر میں نے غور کیا تو اب بھی تک وہ زُنّار میرے باطن میں موجود تھا۔ میں پانچ سال تک اس کو کاٹنے کی کوشش میں لگا رہا اور یہ غور و فکر کرتا رہا کہ اس کو کیسے کاٹوں؟ آخر کار اس کو کاٹنے کا طریقہ مجھے معلوم ہوگیا۔ اس کے بعد جب میں نے مخلوق کو ملاحظہ کیا تو میں نے ان کو مردہ پایا لہٰذا میں نے ان پر چار تکبیریں کہہ کر ان کی نماز جنازہ ادا کر لی۔''

امام نووی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''ریا کتنی زیادہ پوشیدہ ہے اس بات کا اندازہ لگانے کے لیے مذکورہ حکایت کافی ہے کہ یہ حضرت ابویزید بسطامی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ پر بھی مخفی رہی حالانکہ راہِ اخلاص میں آپ کی مثل کم ہی کوئی ملتا ہے۔

آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا ارشاد: **''میں نے مخلوق کو مردہ پایا۔''** نفاست و حسن کے انتہا درجے تک پہنچا ہوا ہے۔ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ارشادات کے علاوہ

کسی اور کے کلام میں اس طرح کا حسن ونفاست بہت ہی کم پایا جاتا ہے۔آپ کے فرمان "میں نے مخلوق کو مردہ پایا۔" کی مختصر وضاحت میں یہاں بیان کرتا ہوں۔

وضاحت نوریہ: جب کوئی شخص حضرت ابو یزید بسطامی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ کی طرح مجاہدہ کر لیتا ہے تو اس کا نفس مہذّب بن جاتا ہے،......اس کا دل نور سے منور ہو جاتا ہے،......ایسا شخص اپنے نفس کو مغلوب کرتے ہوئے اس کو زیر کر لیتا ہے،......اس شخص کو اپنے نفس پر ملکِ تام حاصل ہو جاتی ہے اور اس کا نفس اس کا تابع وفرمانبردار بن جاتا ہے۔

ایسا شخص جب مخلوق کی طرف دیکھتا ہے تو ان سب کو وہ مردہ پاتا ہے اور ان کے اندر حکومت واقتدار نہیں پاتا ہے،......اس لیے لوگ نہ تو اسے کوئی نقصان پہنچاتے ہیں اور......نہ ہی کوئی نفع پہنچاتے ہیں،......نہ تو اسے کوئی چیز دیتے ہیں اور نہ ہی اس سے کوئی چیز روکتے ہیں،......نہ تو اس کو مارتے ہیں اور نہ ہی اس کو زندہ کرتے ہیں،......نہ تو وہ لوگ اس کو قریب کرتے ہیں اور نہ ہی اس کو دور کرتے ہیں،......نہ تو اس کو خوش بخت کرتے ہیں اور نہ ہی اس کو بد بخت کرتے ہیں،......نہ تو اس کو رزق دیتے ہیں اور نہ ہی اس کو رزق سے محروم کرتے ہیں،......اسی طرح وہ لوگ اپنے لیے بھی موت وحیات اور نفع نقصان کے مالک نہیں ہوتے ہیں۔

جب یہ سب مردوں کی صفات ہیں تو ضروری ہے کہ ان تمام امور میں ان کے ساتھ مردوں والا معاملہ کیا جائے کہ......نہ تو ان سے کوئی خوف ہو اور نہ ہی کوئی امید،......ان کے پاس جو کچھ ہے اس کی طمع نہ رکھی جائے،......ان کے سامنے خلافِ حقیقت تقویٰ و پرہیزگاری کا اظہار نہ کیا جائے،......ان کی چاپلوسی وخوشامد نہ کی جائے اور

...... نہ ہی ان کی وجہ سے نیک اعمال میں مشغولیت رکھی جائے ، ......ان کو حقیر نہ سمجھا جائے اور نہ ہی ان کی بدگوئی کی جائے، ......ان کے عیبوں کو نہ اچھالا جائے اور نہ ہی ان کی لغزشوں کی ٹوہ میں پڑا جائے اور ......ان کی غلطیوں کی چھان بین نہ کی جائے اور نہ ہی ان پر حسد کیا جائے۔

اللہ عزوجل نے ان کو جو نعمتیں ان کو عطا فرمائیں ہیں ان میں کثرت طلبی کے ساتھ ان کا مقابلہ نہ کیا جائے، ...... ان پر رحم کیا جائے، ...... جو غلطیاں ان سے سرزد ہوں ان کے بارے میں ان کے عذر قبول کیے جائیں لیکن شریعت نے ان پر جو حدود لازم کی ہیں وہ ضرور قائم کی جائیں ......ہم ان کے رازوں پر پردہ ڈالنے میں حریص رہیں گے اور ان پر کوئی عیب نہ لگائیں گے جیسا کہ ہم مردہ کے ساتھ کرتے ہیں ...... اگر کوئی شخص ان کے کسی عیب کا تذکرہ کرے گا تو ہم اس کو اس سے منع کریں گے جیسا کہ مردہ کے بارے میں ایسا کرنے سے منع کرتے ہیں۔

ان کی وجہ سے نہ تو ہم کوئی کام کریں گے اور نہ ہی ان کی وجہ سے کوئی کام ترک کریں گے، ......ان کے سبب سے ہم اطاعت وفرمانبرداری کے کسی کام کو کرنے سے نہیں رکیں گے جیسا کہ ہم مردوں کے سبب نہیں رکتے ، ...... وہ جو ہماری تعریف کرتے ہیں ہم اس کی کثرت کو پسند نہیں کریں گے اور نہ ہی ان کے تعریف کرنے کو پسند کریں گے، ...... اگر وہ ہمیں برا بھلا کہیں تو ہم اس کو ناپسند نہ کریں گے اور ...... نہ اس وجہ سے ان کا مقابلہ کریں گے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مخلوق مذکورہ تمام امور میں نہ ہونے کے برابر ہے وہ لوگ اپنے انجام کو پہنچ گئے اوران کے بارے میں اللہ عزوجل کے احکام جاری ہو گئے، جس نے

مذکورہ طریقہ اختیار کیا اس نے دنیا وآخرت کی بھلائیوں کو جمع کرلیا۔

اے اللہ کریم! ہمیں اس کی توفیق عطا فرما۔ میری یہ گفتگو حضرت ابو یزید بسطامی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے فرمان: ''**میں نے مخلوق کو مردہ پایا۔**'' کی وضاحت کے لیے کافی ہے۔''

حضرت جنید بغدادی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سری سقطی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو فرماتے ہوئے سنا: ''اے نوجوانو! (نیک اعمال میں) خوب کوشش کرلو! قبل اس کے کہ تم میری عمر کو پہنچ کر کمزور ہو جاؤ اور نیک اعمال میں کوتاہی کرنے لگو جیسا کہ میں کرتا ہوں۔ (حضرت جنید بغدادی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں) حالانکہ اس فرمان کے وقت آپ اس قدر عبادت کرتے تھے کہ کوئی نوجوان بھی اتنی عبادت کرنے کی طاقت نہ رکھے۔

منصب وغیرہ سے بچنے کے لیے علما کے حیلے

﴿1﴾......عہدہ قضا سے بچنے کا حیلہ

سوید کہتے ہیں: ''میں نے ابن مرثد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو بازار میں اس حال میں دیکھا کہ آپ کے ایک ہاتھ میں ایک روٹی تھی جس پر تھوڑا سا گوشت لگا ہوا تھا اور آپ اس کو کھا رہے تھے حالانکہ آپ کو قاضی بننے کے لیے بلایا گیا تھا، (آپ نے عہدۂ قضا سے بچنے کے لیے ایسا کیا) حتی کہ آپ کو اس بوجھ سے خلاصی مل گئی۔''

﴿2﴾......امیر سے دور رہنے کا حیلہ

امام شافعی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے مروی ہے: ''حضرت سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنے وقت کے امیر المؤمنین کے پاس آئے تو خود کو اس کے سامنے پاگل ظاہر کرنے لگے، اس کے بستر کو چھونے لگے اور کہنے لگے یہ کتنا اچھا ہے؟ آپ نے کتنے کا لیا ہے؟ اور کہا پیشاب! پیشاب! میں باہر جانا چاہتا ہوں، مذکورہ طریقہ کار آپ نے اس لیے اختیار کیا تا کہ امیر سے دور رہیں۔''

اولاد کے فوت ہونے پر بزرگان دین کا ردعمل

﴿1﴾......امام حسین کا بیٹے کی وفات پر رد عمل

امام شافعی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے مروی ہے: ''حضرت حسین ابن علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا کے بیٹے کا وصال ہو گیا لیکن آپ پر کسی قسم کی کوئی افسردگی ظاہر نہ ہوئی۔ اس پر آپ کو ملامت کی گئی تو آپ نے فرمایا: ''ہم اہلِ بیت ہیں، ہم نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا تھا تو اس نے ہمیں اولاد کی نعمت عطا فرمائی اور جب اس نے اس چیز کا ارادہ فرمایا جو اس کو پسند ہے اور ہمیں ناپسند ہے تو ہم اس پر راضی ہیں۔''

﴿2﴾......**صبر کر کے اجر کماؤں:** حضرت سعید بن جبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بارے میں مروی ہے کہ ایک دن آپ نے بیٹے کو دیکھ کر فرمایا: ''میں ایک بہت ہی اچھی خصلت تمہارے اندر پاتا ہوں۔ بیٹے نے عرض کی وہ کیا ہے؟ فرمایا: تمہارا انتقال ہو جائے گا اور تمہاری موت پر صبر کر کے اجر کماؤں گا۔''

﴿3﴾......**دیہاتی عورت کا صبر:** ابوالحسن مدائنی سے مروی ہے: ''ایک دیہاتی عورت سے کسی نے کہا: ''تو نے اپنے بیٹے کی موت پر کتنا ہی اچھا صبر کیا ہے۔ عورت نے کہا: اس کے والد کی موت نے اس کے بعد کے تمام مصائب مجھے بھلا دیے ہیں۔''

﴿4﴾......**بعد وفات اولاد:** موسیٰ بن مہتدی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ابراہیم بن مسلم سے ان کے بیٹے کی تعزیت کرتے ہوئے فرمایا: ''آپ کا بیٹا اس وقت آپ کے دل کا چین تھا کہ جب وہ آزمائش و فتنہ تھا؟ (جب وہ زندہ تھا)، اور اب وہ آپ کے لیے دکھ و تکلیف کا باعث کیسے ہو گیا؟ حالانکہ اب تو (بعدِ وفات) وہ آپ کے لیے رحمت بن گیا ہے۔''

﴿5﴾......اولاد جب تک زندہ رہے دکھ و آزمائش رہتی ہے

ایک شخص نے اپنے بھائی کو اس کے بیٹے کی تعزیت کا خط لکھا: ''امابعد! اولاد جب تک زندہ رہتی ہے وہ اپنے باپ کے لیے دکھ و آزمائش رہتی ہے اور جب بندہ اپنی اولاد کو آخرت کی جانب بھیج دیتا ہے تو وہ اولاد اس کے لیے رحمت بن جاتی ہے، لہذا اے میرے بھائی! جو آزمائش وفتنہ آپ سے جاتا رہا اس پر غم نہ کرو! اور اس کے عوض میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو رحمت و برکت عطا فرمائی اس کو (بے صبری کر کے) ضائع نہ کرو۔''

جماعت سے نماز نہ پڑھنے کا وبال: حضرت ابو سلیمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ''میں نے بیس سال اس طرح گزارے کہ مجھے احتلام نہ ہوا، پھر مکہ مکرمہ میں مجھ سے ایک نئی چیز سرزد ہوگئی اور صبح کو جب میں بیدار ہوا تو مجھے احتلام ہوگیا تھا۔ (راوی کہتے ہیں) میں نے ان سے پوچھا: ''جو نئی چیز آپ سے سرزد ہوئی وہ کیا تھی؟ فرمایا: میں مسجدِ حرام میں عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ ادا نہ کرسکا۔''

علم بغیر عمل کے کس کام کا؟

﴿1﴾......امام مالک فرماتے ہیں: ''میں ایک ایسے شخص سے ملا جس کی گفتگو میں ایک حرف کی بھی غلطی نہ تھی حالانکہ اس کے اعمال غلطیوں سے بھرے پڑے تھے۔''

﴿2﴾......کسی زاہد کا قول ہے: ''

أَعْـرَبْـنَـا فِـي كَلَامِنَا فَمَا نَلْحَن وَلَـحَنَا فِي أَعْمَالِنَا فَمَا نُعْرِب

ہم نے اپنی گفتگو کو عربی قواعد کے مطابق کیا اور گفتگو میں ہم سے کوئی غلطی سرزد نہ ہوئی جبکہ ہم اعمال میں مسلسل غلطیاں کرتے رہے لیکن ان کو قواعدِ شرعیہ کے مطابق نہ کیا۔''

﴿3﴾......کسی شاعر کا کہنا ہے:

لَمْ نُؤتَ مِن جَهْلٍ وَّلٰكِنَّنَا نَسْتُرُ وَجْهَ الْعِلْمِ بِالْجَهْلِ
نَكْرَهُ اَنْ نَلْحَنَ فِي قَوْلِنَا وَمَا نُبَالِي اللَّحْنَ فِي الْفِعْلِ

ترجمہ: ہم جاہل نہیں ہیں لیکن ہم نے علم کی نورانیت کو جہالت کے پردے سے چھپا دیا ہے، ہم اس بات کو تو ناپسند کرتے ہیں کہ ہماری گفتگو میں کوئی غلطی نہ ہو لیکن اپنے اعمال میں ہونے والی غلطیوں کی ہمیں کوئی پرواہ نہیں ہے۔"

﴿4﴾......علی بن نصر کا بیان ہے: "میں نے خلیل نحوی کو خواب میں دیکھا تو اس سے کہا: اللہ عزوجل نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ اس نے کہا میری مغفرت ہوگئی۔ میں نے کہا: کس چیز کے سبب آپ نے نجات پائی؟ جواب دیا: لاحول ولاقوۃ الا باللہ کہنے کی برکت سے۔

میں نے کہا: آپ نے علمِ عروض، علمِ ادب اور علمِ شعر کو کیسا پایا؟

جواب دیا: میں نے ان کو ہوا میں پھیلے ہوئے غبار کے باریک ذروں کی طرح پایا۔"

ایک روایت میں ہے کہ خلیل نحوی نے کہا: "جن علوم کے اندر ہم مشغول رہے ان سے افضل تو میں نے سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر کہنے کو پایا۔"

مروی ہے کہ ملال بن ملاء نے یہ اشعار کہے:"

سَيَبْلٰى لِسَانٌ كَانَ يُعْرِبُ لَفْظَهٗ فَيَالَيْتَهٗ فِي وَقْفَةِ الْعَرْضِ يَسْلِم
وَمَا يَنْفَعُ الْاِعْرَابُ اِنْ لَّمْ يَكُنْ تَقِي وَمَا ضَرَّ ذَا التَّقْوٰى لِسَانٌ مُعْجَم

ترجمہ: (۱)......عنقریب وہ زبان بوسیدہ ہو جائے گی جو گفتگو کو عربی قواعد کے مطابق رکھتی ہے۔ اے کاش! یہ زبان قیامت کے دن سلامت رہتی۔

(۲)......اعراب کیا نفع دیں گے؟ اگر اس زبان کو تقویٰ و پرہیزگاری نہ ملی اور صاحبِ تقویٰ شخص کو عجمی زبان کیا نقصان پہنچا سکتی ہے۔"

اولیاء کی کرامات وکمالات کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے :

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ○ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ لَاتَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔(یونس ٦٢ تا ٦٤)	سن لو بیشک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم، وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے ہیں، انہیں خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں یہی بڑی کامیابی ہے۔

اہلِ حق کا مؤقف یہ ہے کہ کراماتِ اولیا پایہ ثبوت کو پہنچی ہوئی ہیں، کرامات واقع ہوتی رہی ہیں، ہورہی ہیں اور ہر زمانہ میں واقع ہوتی رہیں گی۔ مذکورہ مؤقف پر عقلی وصریح نقلی دلائل موجود ہیں۔

دلائل ﴿2﴾...... کراماتِ اولیا کے وقوع کو حق ماننے سے اصولِ دین میں سے کسی بھی اصل کا ختم ہونا لازم نہیں آتا تو یہ بات ثابت ہوئی کہ اللہ عزوجل اپنے اولیا سے کرامات صادر کروانے پر قادر ہے اور جو چیز اللہ عزوجل کی قدرت کے تحت داخل ہو اس کا واقع ہونا ممکن ہوتا ہے لہذا پتہ چلا کہ کراماتِ اولیا کا واقع ہونا بھی ممکن ہے۔"

کراماتِ اولیا کے حق ہونے پر قرآن مجید میں کئی آیات موجود ہیں اور اس پر کئی مشہور احادیث ناطق ہیں۔

آیاتِ قرآنیہ: حضرت مریم رَضِیَ اللہ تعالٰی عنہا کے قصہ میں اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

وَھُزِّیْٓ اِلَیْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَیْكِ رُطَبًا جَنِیًّا۔ (سورہ مریم ۲۵)	ترجمہ کنزالایمان: (اے مریم!) اور کھجور کی جڑ پکڑ کر اپنی طرف ہلا! تجھ پر تازی پکی کھجوریں گریں گی۔

امام الحرمین، امام ابو المعالی کا ارشاد ہے کہ علما کا اس بات پر اجماع ہے حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْھَا نبیہ نہ تھیں بلکہ آپ ولیہ وصدیقہ تھیں۔ جیسا کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْھَا کے بارے میں فرمایا:

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَیْهَا زَكَرِیَّا الْمِحْرَابَۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًاۚ قَالَ یٰمَرْیَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَاؕ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِؕ۔ (آل عمران، ۳۷)	ترجمہ کنزالایمان: جب زکریا اس کے پاس اس کی نماز پڑھنے کی جگہ جاتے اس کے پاس نیا رزق پاتے، کہا: اے مریم! یہ تیرے پاس کہاں سے آیا؟ بولیں وہ اللّٰہ کے پاس سے ہے۔(1)

---

(1)......حضرت مریم نے صغر سنی میں کلام کیا جب کہ وہ پالنے میں پرورش پا رہی تھیں جیسا کہ ان کے فرزند حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی حال میں کلام فرمایا۔

مسئلہ: یہ آیت کراماتِ اولیا کے ثبوت کی دلیل ہے کہ اللّٰہ تعالٰی اُن کے ہاتھوں پر خوارق ظاہر فرماتا ہے، حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب یہ دیکھا تو فرمایا جو ذات پاک مریم کو بے وقت بے فصل اور بغیر سبب کے میوہ عطا فرمانے پر قادر ہے وہ بے شک اس پر قادر ہے کہ میری بانجھ بی بی کو نئی تندرستی دے اور مجھے اس بڑھاپے کی عمر میں امید منقطع ہو جانے کے بعد فرزند عطا کرے بایں خیال آپ نے دعا کی جس کا اگلی آیت میں بیان ہے۔ (خزائن العرفان)

﴿2﴾......حضرت سلیمان علیہ السلام کے امتی کے قصہ میں ہے کہ اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کی:

اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ (1) (سورۃ النمل:۴۰)

ترجمہ کنزالایمان: میں اسے حضور میں حاضر کردوں گا ایک پل مارنے سے پہلے۔

علمانے فرمایا: وہ شخص (حضرت سلیمان علیہ السلام کے امتی حضرت آصف بن برخیا) نبی نہ تھے۔"

﴿3﴾......کراماتِ اولیا کے حق ہونے پر امام الحرمین و دیگر علمانے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے قصہ سے بھی استدلال کیا۔"

ارشادِ ربانی ہے:

وَاَوْحَیْنَاۤ اِلٰۤى اُمِّ مُوْسٰۤى اَنْ اَرْضِعِیْهِ فَاِذَا خِفْتِ عَلَیْهِ فَاَلْقِیْهِ فِی الْیَمِّ وَ لَا تَخَافِیْ وَ لَا تَحْزَنِیْ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَیْكِ وَ جَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ۔ (سورۃ القصص:۷)

ترجمہ کنزالایمان: اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو الہام فرمایا کہ اسے دودھ پلا پھر جب تجھے اس سے اندیشہ ہو تو اسے دریا میں ڈال دے اور نہ ڈر اور نہ غم کر بیشک ہم اسے تیری طرف پھیر لائیں گے اور اسے رسول بنائیں گے۔

﴿1﴾......اس آیت میں آصف بن برخیا کی جو بنی اسرائیل کے نبی نہیں بلکہ ولی ہیں کئی کرامتیں بیان ہوئیں۔ بغیر کسی کے پوچھے یمن پہنچ جانا۔ وہاں سے اتنا وزنی تخت لے آنا اور یہ دور دراز سفر شام سے یمن تک جانا آنا ایک آن میں طے کر لینا۔ (علم القرآن، ص ۱۸۹، مکتبۃ المدینہ)

﴿4﴾......امام ابوالقاسم قشیری رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ نے حضرت ذوالقرنین (1) رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہ کے واقعہ سے کرامات کے ثبوت پر استدلال کیا۔

﴿1﴾......اللّٰہ تعالٰی فرماتا ہے:

وَ یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِی الْقَرْنَیْنِ ؕ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَیْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا (سورہ، کہف:۱۸)	ترجمہ کنزالایمان: اورتم سے ذوالقرنین کو پوچھتے ہیں تم فرماؤ میں تمہیں اس کا مذکور پڑھ کرسناتا ہوں۔

ذوالقرنین کا نام "اسکندر" ہے۔ یہ حضرت خضر علیہ السلام کے خالہ زاد بھائی ہیں۔ حضرت خضر علیہ السلام ان کے وزیر اور جنگلوں میں علمبردار رہے ہیں۔ یہ حضرت سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور یہ ایک بڑھیا کے اکلوتے فرزند ہیں۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے دست حق پرست پر اسلام قبول کر کے مدتوں اُن کی صحبت میں رہے اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے ان کو کچھ وصیتیں بھی فرمائی تھیں۔ صحیح قول یہی ہے کہ یہ نبی نہیں ہیں بلکہ ایک بندۂ صالح ہیں جو ولایت کے شرف سے سرفراز ہیں۔

ذوالقرنین کیوں کہلائے؟ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ ذوالقرنین (دوسینگوں والے) کے لقب سے اس لئے مشہور ہوگئے کہ انہوں نے دنیا کے دوسینگوں یعنی دونوں کناروں کا چکر لگایا تھا۔ اور بعض کا قول ہے کہ ان کے دور میں لوگوں کے دوقرن ختم ہوگئے سو برس کا ایک قرن ہوتا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ان کے دوگیسو تھے اس لئے ذوالقرنین کہلاتے ہیں۔ اور یہ بھی ایک قول ہے کہ ان کے تاج پر دوسینگ بنے ہوئے تھے۔ اور بعض اس کے قائل ہیں کہ خود ان کے سر پر دونوں طرف ابھار تھا جو سینگ جیسا نظر آتا تھا اور بعضوں نے یہ وجہ بتائی کہ چونکہ ان کے باپ اور ماں نجیب الطرفین اور شریف زادہ تھے اس لئے لوگ ان کو ذوالقرنین کہنے لگے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اللّٰہ تعالٰی نے ان کو تمام روئے زمین کی بادشاہی عطا فرمائی تھی۔ دنیا میں کل چار بادشاہ ایسے ہوئے ہیں جن کو پوری زمین کی بادشاہی ملی۔ ان میں دو مومنین تھے اور دو کافر،،،،،،،،،

،،،،،،،،،،مومن تو حضرت سلیمان علیہ السلام اور ذوالقرنین رضی اللہ تعالی عنہ ہیں اور کافر ایک بخت نصر اور دوسرا نمرود ہے۔ اور تمام روئے زمین کے ایک پانچویں بادشاہ اس امت میں ہونے والے ہیں جن کا اسم گرامی حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالی عنہ ہے۔

حضرت ذوالقرنین کے تین سفر: قرآنِ مجید میں حضرت ذوالقرنین کے تین سفروں کا حال بیان ہوا ہے جو سورۂ کہف میں ہے۔ ہم قرآن مجید ہی سے ان تینوں سفروں کا حال تحریر کرتے ہیں، جن کی روداد بہت ہی عجیب اور عبرت خیز ہے۔

پہلا سفر: حضرت ذوالقرنین نے پرانی کتابوں میں پڑھا تھا کہ سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک شخص آبِ حیات کے چشمہ سے پانی پی لے گا تو اس کو موت نہ آئے گی۔ اس لئے حضرت ذوالقرنین رضی اللہ تعالی عنہ نے مغرب کا سفر کیا۔ آپ کے ساتھ حضرت خضر علیہ السلام بھی تھے وہ تو آبِ حیات کے چشمہ پر پہنچ گئے اور اس کا پانی بھی پی لیا مگر حضرت ذوالقرنین کے مقدر میں نہیں تھا، وہ محروم رہ گئے۔ اس سفر میں آپ جانب مغرب روانہ ہوئے تو جہاں تک آبادی کا نام ونشان ہے وہ سب منزلیں طے کر کے آپ ایک ایسے مقام پر پہنچے کہ انہیں سورج غروب کے وقت ایسا نظر آیا کہ وہ ایک سیاہ چشمہ میں ڈوب رہا ہے۔ جیسا کہ سمندری سفر کرنے والوں کو آفتاب سمندر کے کالے پانی میں ڈوبتا نظر آتا ہے۔ وہاں ان کو ایک ایسی قوم ملی جو جانوروں کی کھال پہنے ہوئے تھی۔ اس کے سوا کوئی دوسرا لباس ان کے بدن پر نہیں تھا اور دریائی مردہ جانوروں کے سوا ان کی غذا کا کوئی دوسرا سامان نہیں تھا۔ یہ قوم ''ناسک'' کہلاتی تھی۔

حضرت ذوالقرنین نے دیکھا کہ ان کے لشکر بے شمار ہیں اور یہ لوگ بہت ہی طاقت ور اور جنگجو ہیں۔ تو حضرت ذوالقرنین نے ان لوگوں کے گرد اپنی فوجوں کا گھیرا ڈال کر ان لوگوں کو بے بس کر دیا، چنانچہ کچھ تو مشرف بہ ایمان ہو گئے کچھ آپ کی فوجوں کے ہاتھوں مقتول ہو گئے۔

دوسرا سفر: پھر آپ نے مشرق کا سفر فرمایا یہاں تک کہ جب سورج طلوع ہونے کی جگہ،،،،،،،،،

،،،،،،،، پہنچے تو یہ دیکھا کہ وہاں ایک ایسی قوم ہے جن کے پاس کوئی عمارت اور مکانات نہیں ہیں۔ان لوگوں کا یہ حال تھا کہ سورج طلوع ہونے کے وقت یہ لوگ زمین کی غاروں میں چھپ جاتے تھے۔اور سورج ڈھل جانے کے بعد غاروں سے نکل کر اپنی روزی کی تلاش میں لگ جاتے تھے۔یہ لوگ قوم ''منسک'' کہلاتے تھے۔حضرت ذوالقرنین نے ان لوگوں کے مقابلہ میں بھی لشکر آرائی کی اور جو لوگ ایمان لائے ان کے ساتھ بہترین سلوک کیا اور جو اپنے کفر پر اڑے رہے ان کو تہ تیغ کر دیا۔

تیسرا سفر: پھر آپ نے شمال کی جانب سفر فرمایا یہاں تک کہ ''سدین'' (دو پہاڑوں کے درمیان) میں پہنچے تو وہاں کی آبادی کی عجیب و غریب زبان تھی۔ان لوگوں کے ساتھ اشاروں سے بمشکل بات چیت کی جا سکتی تھی۔ان لوگوں نے حضرت ذوالقرنین سے یاجوج ماجوج کے مظالم کی شکایت کی اور آپ کی مدد کے طالب ہوئے۔

یاجوج و ماجوج کا تعارف: یہ یافث بن نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک فسادی گروہ ہے اور ان لوگوں کی تعداد بہت ہی زیادہ ہے۔یہ لوگ بلا کے جنگجو خونخوار اور بالکل ہی وحشی اور جنگلی ہیں جو بالکل جانوروں کی طرح رہتے ہیں۔موسم ربیع میں یہ لوگ اپنے غاروں سے نکل کر تمام کھیتیاں اور سبزیاں کھا جاتے تھے اور خشک چیزوں کو لاد کر لے جاتے تھے۔آدمیوں اور جنگلی جانوروں یہاں تک کہ سانپ، بچھو، گرگٹ اور ہر چھوٹے بڑے جانور کو کھا جاتے تھے۔

سدِ سکندری: حضرت ذوالقرنین سے لوگوں نے فریاد کی کہ آپ ہمیں یاجوج و ماجوج کے شر اور اُن کی ایذا رسانیوں سے بچایئے اور ان لوگوں نے ان کے عوض کچھ مال دینے کی بھی پیش کش کی تو حضرت ذوالقرنین نے فرمایا کہ مجھے تمہارے مال کی ضرورت نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ نے مجھے سب کچھ دیا ہے، بس تم لوگ جسمانی محنت سے میری مدد کرو۔چنانچہ آپ نے دونوں پہاڑوں کے درمیان بنیاد کھدوائی، جب پانی نکل آیا تو اس پر پگھلائے تانبے کے گارے سے،،،،،،،،،،

،،،،،،،، پتھر جمائے گئے اور لوہے کے تختے نیچے اوپر چن کر اُن کے درمیان میں لکڑی اور کوئلہ بھروادیا اور اُس میں آگ لگوادی۔ اس طرح یہ دیوار پہاڑ کی بلندی تک اونچی کردی گئی اور دونوں پہاڑوں کے درمیان کوئی جگہ نہ چھوڑی گئی۔ پھر پگھلایا ہوا تانبا دیوار میں پھیلا دیا گیا جو سب مل کر بہت ہی مضبوط اور نہایت مستحکم دیوار بن گئی۔

قرآن مجید کی سورہ کہف میں "حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ" سے "مِنْ اَمْرِنَا یُسْرًا" پہلے سفر کا ذکر ہے۔ پھر "ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا" سے "خُبْرًا" تک دوسرے سفر کا تذکرہ ہے۔

اور "ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا" سے "وَعْدُ رَبِّیْ حَقًّا" تک تیسرے سفر کی روداد ہے۔

(عجائب القرآن مع غرائب القرآن، ص۱۶۲،۱۶۵، مکتبۃ المدینہ)

مذکورہ آیت کے تحت خزائن العرفان میں ہے:"ذوالقرنین کا نام اسکندر ہے یہ حضرت خضر علیہ السلام کے خالہ زاد بھائی ہیں انہوں نے اسکندریہ بنایا اور اس کا نام اپنے نام پر رکھا، حضرت خضر علیہ السلام ان کے وزیر اور صاحب لواء تھے، دنیا میں ایسے چار بادشاہ ہوئے ہیں جو تمام دنیا پر حکمران تھے، دو مومن حضرت ذوالقرنین اور حضرت سلیمان علی نبینا و علیہما السلام اور دو کافر نمرود اور بخت نصر اور عنقریب ایک پانچویں بادشاہ اور اس اُمت سے ہونے والے ہیں جن کا اسم مبارک حضرت امام مہدی ہے، ان کی حکومت تمام روئے زمین پر ہوگی۔ ذوالقرنین کی نبوت میں اختلاف ہے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ وہ نہ نبی تھے، نہ فرشتے، اللہ سے محبت کرنے والے بندے تھے، اللہ نے انہیں محبوب بنایا۔ (خزائن العرفان)

﴿5﴾......امام قشیری رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ ودیگر علما رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْھِم نے حضرت خضر علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جو واقعہ پیش آیا اس سے بھی کراماتِ اولیا کے حق ہونے پر استدلال کرتے ہوئے کہا کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی نہ تھے بلکہ آپ ولی تھے۔

لیکن یہ قول حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں مختار قول کے خلاف ہے، کیونکہ اکثر علما کا مؤقف یہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں۔

آپ کے بارے میں چند اقوال ملاحظہ ہوں:

(۱)......آپ رسول تھے۔

(۲)......آپ ولی تھے۔

(۳)......آپ فرشتے تھے۔

(امام نووی فرماتے ہیں) حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں علما کے اختلاف کو میں نے وضاحت کے ساتھ اپنی کتب ''تھذیب الاسماء و اللغات اور شرح التھذیب'' میں بیان کیا ہے۔

﴿5﴾......کرامات کے ثبوت پر نقلی دلائل میں سے اصحابِ کہف کا قصہ بھی ہے جو کہ کئی خلافِ عادات و معاملات پر مشتمل ہے، امام الحرمین و دیگر علما کا ارشاد ہے: ''اس بات پر اجماع ہے کہ اصحابِ کہف (2) انبیا نہ تھے۔

﴿2﴾......اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَبِثُوْا فِیْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِیْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا (الکہف:۲۵)

ترجمہ کنزالایمان: اصحابِ کہف غار میں تین سو برس ٹھہرے نو اوپر۔

اصحابِ کہف نبی نہیں بلکہ بنی اسرائیل کے ولی ہیں ان کی کرامت یہ بیان ہوئی کہ غار میں تین سو نو برس سوتے رہے۔ اتنا عرصہ بے غذا سونا اور فنا نہ ہونا کرامت ہے۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَتَحْسَبُهُمْ اَیْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ ۖ وَّ نُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْیَمِیْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَیْهِ بِالْوَصِیْدِ۔ (الکہف:۱۸)

ترجمہ کنزالایمان: اور تم انہیں جاگتا سمجھو اور وہ سورہے ہیں اور ہم انہیں دائیں بائیں کروٹیں بدلتے ہیں اور ان کا کتا اپنی کلائیاں پھیلائے ہوئے غار کی چوکھٹ پر ہے۔

اس آیت میں اصحابِ کہف جو اولیاء ہیں۔ ان کی تین کرامتیں بیان ہوئیں ایک تو جاگنے کی طرح اب تک سونا۔ دوسرے رب کی طرف سے کروٹیں بدلنا اور زمین کا ان کے جسموں کو نہ کھانا اور بغیر غذا باقی رہنا تیسرے ان کے کتے کا اب تک لیٹے رہنا یہ بھی ان کی کرامت ہے نہ کہ کتے کی۔

(علم القرآن، ص۱۸۸، مکتبۃ المدینہ)

احادیثِ مبارکہ: کراماتِ اولیا کے ثبوت پر بکثرت احادیث وارد ہیں۔ ان میں سے چند ملاحظہ ہوں۔

﴿1﴾......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے: ''دو صحابی (حضرت عباد بن بشیر اور اسید بن حضیر رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُما) اندھیری رات میں سرکار صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَالِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ سے روانہ ہوئے تو ان کے پاس چراغوں کی مثل دو لاٹھیاں تھیں جو ان کے سامنے روشنی کر رہی تھیں، چلتے چلتے جب وہ جدا ہوئے تو ان میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک ایک ہو گئی حتی کہ وہ اپنے اپنے گھر پہنچ گئے۔'' (صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب سوال المشرکین ان یریھم الخ، حدیث: ۳۶۳۹، ج۲، ص ۳۳۱، دار ابن کثیر بیروت)

﴿2﴾......(کرامات کے ثبوت پر) غار والے تین افراد کی حدیث (سے بھی استدلال کیا جاتا ہے کہ)، جنہوں نے غار میں پناہ لی تھی اور ایک چٹان کے گرنے کی وجہ سے غار کا منہ بند ہو گیا اور ان میں سے ہر ایک نے ایک دعا مانگی تو وہ چٹان غار کے منہ سے ہٹ گئی۔ (1)

---

(1)......**غار والوں کا قصہ:** حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سُنا کہ فرماتے ہیں: ''اگلے زمانہ کے تین شخص کہیں جا رہے تھے سونے کے وقت ایک غار کے پاس پہنچے اُس میں یہ تینوں شخص داخل ہو گئے پہاڑ کی ایک چٹان اوپر سے گری جس نے غار کو بند کر دیا اُنہوں نے کہا: اب اس سے نجات کی کوئی صورت نہیں بجز اس کے کہ تم نے جو کچھ نیک کام کیا ہو اُس کے ذریعہ سے اللہ سے دُعا کرو۔

ایک نے کہا: اے اللہ! میرے والدین بہت بوڑھے تھے جب میں جنگل سے بکریاں چرا کر لاتا تو دودھ دوہ کر سب سے پہلے اُن کو پلاتا اُس سے پہلے نہ اپنے بال بچوں کو پلاتا نہ لونڈی غلام کو دیتا ایک دن میں جنگل میں دور چلا گیا رات میں جانوروں کو لے کر ایسے وقت آیا کہ والدین سو گئے تھے میں دودھ لیکر اُن کے پاس پہنچا تو وہ سوئے ہوئے تھے بچے بھوک سے چلا رہے تھے.......

،،،،،،مگر میں نے والدین سے پہلے بچوں کو پلانا پسند نہ کیا اور یہ بھی پسند نہ کیا کہ انہیں سوتے سے جگادوں دودھ کا پیالہ ہاتھ پر رکھے ہوئے ان کے جاگنے کے انتظار میں رہا یہاں تک کہ صبح چمک گئی اور وہ جاگے اور دودھ پیا۔ اے اللہ! اگر میں نے یہ کام تیری خوشنودی کے لئے کیا ہے تو اس چٹان کو کچھ ہٹادے! اس کا کہنا تھا کہ چٹان کچھ سرک گئی مگر اتنی نہیں ہٹی کہ یہ لوگ غار سے نکل سکیں۔

دوسرے نے کہا: اے اللہ! میرے چچا کی ایک لڑکی تھی جس کو میں بہت محبوب رکھتا تھا میں نے اُس کے ساتھ بُرے کام کا ارادہ کیا اُس نے انکار کردیا وہ قحط کی مصیبت میں مبتلا ہوئی میرے پاس کچھ مانگنے کو آئی میں نے اُسے ایک سوبیس ۱۲۰ اشرفیاں دیں کہ میرے ساتھ خلوت کرے وہ راضی ہوگئی جب مجھے اُس پر قابو ملا تو بولی کہ ناجائز طور پر اس مُہر کا توڑنا تیرے لئے حلال نہیں کرتی۔ اس کام کو گناہ سمجھ کر میں ہٹ گیا اور اشرفیاں جو دے چکا تھا وہ بھی چھوڑ دیں، الٰہی! اگر یہ کام تیری رضاجوئی کے لئے میں نے کیا ہے تو اس کو ہٹادے! اس کے کہتے ہی چٹان کچھ سرک گئی مگر اتنی نہیں ہٹی کہ نکل سکیں۔

تیسرے نے کہا: اے اللہ! میں نے چند شخصوں کو مزدوری پر رکھا تھا اُن سب کو مزدوریاں دیدیں ایک شخص اپنی مزدوری چھوڑ کر چلا گیا اُس کی مزدوری کو میں نے بڑھایا یعنی اُس سے تجارت وغیرہ کوئی ایسا کام کیا جس سے اُس میں اضافہ ہوا اُس کو بڑھا کر میں نے بہت کچھ کرلیا وہ ایک زمانہ کے بعد آیا اور کہنے لگا: اے خدا کے بندہ! میری مزدوری مجھے دیدے، میں نے کہا: یہ جو کچھ اونٹ، گائے، بیل بکریاں، غلام تو دیکھ رہا ہے یہ سب تیری ہی مزدوری کا ہے سب لے لے۔

وہ بولا: اے بندہ خدا! مجھ سے مذاق نہ کر! میں نے کہا: مذاق نہیں کرتا ہوں یہ سب تیرا ہی ہے لے جا وہ سب کچھ لے کر چلا گیا۔ الٰہی! اگر یہ کام میں نے تیری رضا کے لئے کیا ہے تو اسے ہٹادے! وہ پتھر ہٹ گیا اور یہ تینوں اُس غار سے نکل کر چلے گئے۔" (صحیح البخاری، کتاب الإجارۃ، باب من استأجر أجیرا۔۔۔ إلخ، الحدیث: ۲۱۵۲، ج ۲، ص ۷۹۳، دار ابن کثیر بیروت)

﴿3﴾......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہ سے جریج کے قصہ کے بارے میں ایک حدیث مروی ہے کہ جریج نے ایک دودھ پیتے بچے سے پوچھا: تیرا باپ کون ہے؟ اس نے کہا: فلاں چرواہا۔

جریج کا قصہ: حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ وَاٰلہ وَسَلَّم نے فرمایا: ایک عورت نے اپنے بیٹے کو پکارا اور وہ اپنے عبادت خانے میں (عبادت میں مصروف) تھا۔

اس عورت نے پکارا: اے جریج! بیٹے نے کہا: اے اللّٰہ! میری نماز اور میری ماں۔

اس عورت نے (پھر بلایا) اے جریج! بیٹے نے کہا: اے اللّٰہ! میری نماز اور میری ماں۔

اس عورت نے (پھر بلایا) اے جریج! بیٹے نے کہا: اے اللّٰہ! میری نماز اور میری ماں۔

اس عورت نے کہا: اے اللّٰہ! جریج جب تک زانیہ عورت کا منہ نہ دیکھ لے اس وقت تک اسے موت نہ آئے۔

بکریاں چرانے والی ایک عورت جو کہ اس کے عبادت خانے میں پناہ لیا کرتی تھی اس نے ایک بچہ جنا، لوگوں نے پوچھا تمہارا یہ لڑکا کس سے ہے؟ اس عورت نے کہا: جریج سے۔

جریج اپنے عبادت خانے سے نیچے اترے اور کہا: وہ عورت کہا ہے کہ جس کا یہ گمان ہے اس کا بچہ مجھ سے ہے؟ اور اس نومولود بچے سے جریج نے پوچھا: مَن ابوک۔ تیرا باپ کون ہے؟ اس نے جواب دیا فلاں چرواہا۔" (صحیح البخاری، کتاب الصلوۃ، ابواب العمل فی الصلوۃ، باب اذا دعت الام ولدھا، الحدیث: ۱۱۴۸، ج ۱، ص ۴۰۴، دار ابن کثیر بیروت)

مسئلہ: ماں باپ، دادا دادی وغیرہ اصول کے محض بلانے سے نماز قطع کرنا جائز نہیں، البتہ اگر ان کا پکارنا بھی کسی بڑی مصیبت کے لیے ہو، جیسے اوپر (بہار شریعت میں اس مسئلہ سے پہلے جو مسائل بیان ہوئے ان میں) مذکور ہوا تو توڑ دے، یہ حکم فرض کا ہے اور اگر نفل نماز ہے اور ان کو معلوم ہے کہ نماز پڑھتا ہے تو ان کے معمولی پکارنے سے نماز نہ توڑے اور اس کا نماز پڑھنا انھیں معلوم نہ ہو اور پکارا تو توڑ دے اور جواب دے، اگرچہ معمولی طور سے بلائیں۔ (بہار شریعت مخرجہ، ج ا، ص ۶۳۸)

﴿4﴾......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ''تم سے پہلے کی امتوں میں کچھ ایسے افراد تھے جن کو عالمِ بالا سے خبریں دی جاتی تھیں میری امت میں اگر ایسا کوئی شخص ہوتو وہ (حضرت) عمر (رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ) ہیں۔'' (بخاری، کتاب فضائل الصحابہ،باب مناقب عمر، حدیث:۳۴۸۶، ج۲، ص۱۳۴۹، دار ابن کثیر بیروت)(صحیح ابن حبان، حدیث:۶۸۹۴، ج۱۵، ص۳۱۷،موسسۃ الرسالۃ)

﴿5﴾......ایک روایت میں ہے: ''تم سے پہلے بنی اسرائیل میں ایسے افراد تھے جن کے ساتھ عالمِ بالا سے کلام کیا جاتا تھا حالانکہ وہ نبی نہیں تھے۔

(بخاری، کتاب فضائل الصحابہ،باب مناقب عمر،حدیث:۳۴۸۶، ج۲،ص۱۳۴۹، دار ابن کثیر بیروت)

﴿6﴾......مشہور حدیث ہے: ''کتنے ہی بکھرے و پراگندہ بالوں والے ایسے ہیں کہ جن کی کوئی پرواہ نہیں کرتا اگر وہ کسی کام پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم کھالیں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ ضرور اسے پورا فرماتا ہے۔

﴿7﴾......حضرت خبیب کے قصہ میں بھی ایک مشہور حدیث مروی ہے کہ ان کے بارے میں بنت حارث نے کہا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم میں نے خبیب سے بڑھ کر بہتر کسی قیدی کو نہیں پایا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم میں نے ان کو ایک دن اس حال میں پایا کہ وہ اپنے ہاتھ میں انگوروں کا ایک خوشہ لیے اسے تناول فرمارہے تھے، حالانکہ اس وقت آپ زنجیروں میں جکڑے ہوئے اور ان دنوں مکہ مکرمہ میں کسی پھل کا نام ونشان تک نہ تھا۔ ہاں وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ایک رزق تھا جو اس نے اپنے پیارے بندے حضرت خبیب کو عطا فرمایا تھا۔ (امام نووی فرماتے ہیں) اس باب (کرامات کے ثبوت) میں احادیث، آثار اور اسلافِ کرام کے اقوال بے شمار ہیں لیکن جو ہم نے یہاں بیان کیے وہی مقدار یہاں پر کافی ہے۔ اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس باب میں اور کتاب کے بقیہ حصہ میں آپ مزید تفصیل کو بھی ملاحظہ کریں گے۔

کراماتِ اولیا کے متعلق عقیدہ

امام الحرمین رَحْمَۃُ اللہ تعالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''اہلِ حق کا مؤقف یہ ہے کہ اولیا سے کرامات کا صادر ہونا جائز ہے جبکہ معتزلہ نے اس کا انکار کیا ہے۔

(کرامت کے متعلقات کے بارے اہل حق کا اختلاف ملاحظہ ہو)

قولِ اول: اہلِ حق میں سے بعض کا مؤقف یہ ہے کہ ولی سے کرامات کے صدور کے لیے شرط ہے کہ وہ اس سے بلا اختیار صادر ہو اور اس اعتبار سے معجزہ اور کرامت میں فرق ہو جائے گا۔

امام الحرمین رَحْمَۃُ اللہ تعالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: یہ قول درست نہیں ہے۔

قولِ دوم: بعض علما کا مؤقف یہ ہے کہ بالاختیار کرامت کا صدور جائز ہے، لیکن ولایت کا دعوی کرنے والے سے کرامت کا صدور بالاختیار نہیں ہوسکتا کیونکہ ایسا نہیں ہوسکتا کہ کوئی شخص ولایت کا دعوی کرے اور اپنے دعوے پر کرامت کے ذریعے تقویت حاصل کرے۔ اس گروہ نے کرامت اور معجزہ میں فرق اس طرح کیا کہ معجزہ میں دعوی ہوگا جبکہ کرامت میں دعوی نہ ہوگا۔

امام الحرمین رَحْمَۃُ اللہ تعالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: یہ مؤقف بھی پسندیدہ نہیں ہے، کیونکہ ہمارے نزدیک فرضی دعوے کے ساتھ کرامات کا صدور ممکن ہے۔

قولِ سوم: ہمارے بعض اصحاب کا مؤقف یہ ہے کہ جو چیز کسی نبی کے لیے بطورِ معجزہ واقع ہو چکی وہ اب کسی ولی کے لیے بطورِ کرامت واقع نہیں ہوسکتی لہذا اس گروہ کے نزدیک ولی کے لیے بطورِ کرامت دریا نہیں پھٹ سکتا......کوئی ولی عصا کو سانپ میں تبدیل نہیں کرسکتا......مُردہ کو زندہ نہیں کرسکتا............اس کے علاوہ دیگر معاملات

جو انبیا کے معجزات ہیں...... وہ ولی کے لیے بطورِ کرامت ثابت نہیں ہو سکتے۔

امام الحرمین رَحمَۃُ اللّٰہ تعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: یہ مؤقف بھی درست نہیں ہے۔

قولِ رابع و راجح قول: ہمارے نزدیک پسندیدہ مؤقف یہ ہے کہ اولیا سے کرامات کا واقع ہونا ممکن ہے اور گذشتہ مذاہب کو رد کرنے میں ہماری غرض یہ تھی کہ جو درست مؤقف ہے ہم اس کو بیان کریں، (درست مؤقف ملاحظہ ہو)۔

معجزہ اور کرامت میں فرق: معجزہ اور کرامت میں عقلی طور پر تو کوئی فرق نہیں ہے سوائے اس کے کہ معجزہ وہ ہے جو نبوت کے دعووں پر واقع ہو اور کرامت وہ ہے جو نبوت کے دعوے کے بغیر واقع ہو۔

امام الحرمین رَحمَۃُ اللّٰہ تعَالٰی عَلَیْہ مزید فرماتے ہیں: ''نبی کریم صَلَّی اللّٰہ تعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ولادت باسعادت کے وقت اتنے خلافِ عادت واقعات ہوئے کہ جن کا ایک مسلمان انکار نہیں کر سکتا اور یہ تمام واقعات دعویٰ نبوت و بعثت سے قبل واقع ہوئے جبکہ معجزہ کا وقوع دعویٰ نبوت سے پہلے نہیں ہوتا لہٰذا یہ تمام واقعات کرامت ہوئے۔

اعتراض: جن خلافِ عادت واقعات کے ساتھ کرامات کے ثبوت پر استدلال کیا گیا ہے وہ اس زمانہ کے نبی کے معجزے تھے۔

جواب: یہ گمان کئی جہالتوں کی بنا پر کمزور ہے کیونکہ جب ہم ان زمانوں کے متعلق بحث کریں گے کہ جن میں کوئی نبی نہ تھا تو جن واقعات سے ہم استدلال کریں گے وہ دعویٰ نبوت کے ساتھ نہیں ہوں گے اور نہ ہی وہ واقعات مقابلہ کی دعوت دینے والے (یعنی چیلنج کرنے والے) کے مقابلہ میں واقع ہوئے۔

اعتراض: مذکورہ خلافِ عادت واقعات عوام کی کرامات نہیں بلکہ ان کے انبیا کے

معجزات تھے۔

جواب: معجزہ کے ثابت ہونے کے لیے دعویٰ نبوت کا ہونا ضروری ہے، لہٰذا وہ خلافِ عادت واقعات جن میں دعویٰ نبوت نہ ہو وہ انبیا کے لیے کرامات قرار پائیں گے اور ان واقعات کو ہم کرامات کے اثبات کے باب میں اپنی دلیل بنائیں گے اور ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ولادت کے وقت تو کوئی اور نبی موجود ہی نہ تھا کہ جس کی طرف ولادت کے وقت ہونے والے واقعات منسوب ہوں۔

امام الحرمین رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''کرامات کا ظہور جائز ہے، واقع ہے، قرآن وحدیث اور عقل سے ثابت ہے۔

جادو اور کرامت میں فرق

امام الحرمین ودیگر علما رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِم نے کرامت اور جادو کا فرق یوں بیان کیا ہے: ''جادو صرف فاسق سے ظاہر ہوگا، مذکورہ فرق کا اگرچہ عقل تقاضہ نہیں کرتی لیکن اجماعِ امت سے یہ بات ثابت ہے۔ پھر فاسق معلن سے اس کے فسق کی وجہ سے کرامت کا ظہور تو نہیں ہوتا لیکن کسی سے کرامت کا صادر ہونا اس کے قطعی ولی ہونے کی دلیل نہیں بنے گا، کیونکہ کرامت اگر اس کے قطعی ولی ہونے کی دلیل بنے تو وہ شخص اپنے برے اعمال کی جزا سے مامون ہو جائے گا حالانکہ اس بات پر اتفاق ہے کہ کسی بھی صاحبِ کرامت ولی کا اپنے اعمال کی جزا وسزا سے مامون ہو جانا ممکن نہیں ہے۔ (یہاں پر امام الحرمین کا کلام تمام ہوا)

امام قشیری کا ارشاد ہے: ''کسی سے کرامات کا ظاہر ہونا اس کے اعمال میں سچا ہونے پر

دلیل بنتی ہیں کیونکہ جو شخص اپنے اعمال میں سچا نہ ہو اس سے کرامات کا ظہور ممکن نہیں ہے، یہ بات ضروری ہے کہ کرامت ایسا فعل ہو کہ جو خلاف عادت ہو، وہ فعل اس وقت صادر ہو کہ جب بندہ احکام کا مکلّف ہو، وہ شخص ولایت سے موصوف ہو اور اس کے اعمال سچے ہوں۔

امام ابو اسحٰق اسفرائینی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرمایا کرتے تھے: ''معجزہ انبیا کے سچے ہونے پر دلیل بنتا ہے اور جو چیز نبوت کی دلیل ہو وہ غیر نبی کے ساتھ نہیں پائی جائے گی۔

مزید فرمایا: ''اولیا کو متعدد اقسام کی کرامات حاصل ہوتی ہیں ان میں سے ایک دعا کا قبول ہونا بھی ہے، بہر حال ایسی کرامات جو انبیا کے معجزات کی جنس سے ہوں وہ واقع نہیں ہو سکتی۔

امام ابوبکر فورک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''جس سے معجزات ظاہر ہوں وہ اس کے سچے ہونے کی دلیل ہوتے ہیں، لہٰذا اگر وہ نبوت کا دعوی کرے تو یہ اس کے دعوی نبوت میں سچے ہونے پر دلیل بنیں گے، اگر وہ ولایت کا دعوی کرے تو یہ اس کے دعوی ولایت میں سچے ہونے پر دلیل بنیں گے، اور اس وقت ان کو معجزہ نہیں بلکہ کرامت کہا جائے گا اگرچہ وہ خلافِ عادت واقعہ معجزہ کی جنس سے ہو کیونکہ دعوی کے اعتبار سے معجزہ و کرامت میں فرق رہے گا (کہ نبوت کا دعوی ہو تو معجزہ اور ولایت کا دعوی ہو تو کرامت)۔

مزید فرمایا: ''معجزہ و کرامت میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ انبیا کرام کو معجزہ ظاہر کرنے کا حکم ہوتا ہے جبکہ اولیا کو کرامت کے چھپانے کا حکم ہوتا ہے، نبی نبوت کا دعوی کرتا ہے اور معجزہ سے اس دعوی کو قطعی کرتا ہے، لیکن ولی ولایت کا دعوی نہیں کرتا اور نہ ہی کرامت سے اس کی ولایت قطعی ہوتی ہے، کیونکہ ممکن ہے کہ وہ واقعہ اس کی کرامت

نہیں بلکہ دھوکہ ہو۔

قاضی ابوبکر باقلانی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ''معجزات انبیا کے ساتھ خاص ہیں جبکہ کرامات انبیاواولیامیں عام ہیں۔اولیا کے معجزات نہیں ہوسکتے کیونکہ معجزہ کی شرائط میں سے ہے کہ وہ دعوی نبوت کے ساتھ ملا ہوا ہو۔معجزہ فی نفسہ معجزہ نہیں ہوتا بلکہ وہ چونکہ اوصاف کثیرہ پر حاصل ہوتا ہے اس وجہ سے وہ فعل معجزہ بن جاتا ہے،لہٰذا جب ان شرائط میں سے کوئی شرط ختم ہوگی تو وہ کام معجزہ نہ رہے گا اور معجزہ کی شرائط میں سے ایک شرط دعوی نبوت ہے، جبکہ ولی دعوی نبوت نہیں کرتا۔لہٰذا اس سے جو خلاف عادت فعل واقع ہوگا وہ مذکورہ شرائط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے معجزہ نہ ہوگا۔

امام قشیری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''قاضی باقلانی نے جو فرمایا اس پر ہمارا اعتماد ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے، معجزہ کی تمام یا اکثر شرائط کرامت میں پائی جاتی ہیں سوائے دعوی نبوت کے،لہٰذا معجزہ کرامت نہیں ہوسکتا۔

کرامت کی تعریف

کرامت معجزہ کی طرح قطعاً ثابت ہے،حادث ہے،قدیم نہیں ہے اور خلاف عادت معاملہ ہوتی ہے اور ایسے زمانہ میں حاصل ہوتی ہے کہ جب آدمی مکلّف ہو اور اس شخص کی تخصیص وفضیلت کو بیان کرنے کے لیے حاصل ہوتی ہے۔کرامت کبھی اختیاری طور پر اور بطور دعوی حاصل ہوتی اور کبھی اس طرح حاصل نہیں ہوتی ہاں اکثر اوقات کرامت بلا اختیار حاصل ہوتی ہے اور ولی کو اس بات کا حکم نہیں ہوتا کہ وہ مخلوق کو اپنی ذات کی طرف بلائے ،مذکورہ امور میں سے کوئی چیز اگر کسی ایسے شخص سے ظاہر ہو جو اس کا اہل بھی ہو تو یہ بات ممکن ہے۔

کیا ولی کو اپنی ولایت کا علم ہوتا ہے؟

سوال: کیا یہ بات ممکن ہے کہ ولی کو اپنی ولایت کا علم حاصل ہو جائے؟

جواب: اس میں علما کا اختلاف ہے۔

﴿1﴾...... امام ابوبکر فورک رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''یہ بات ممکن نہیں کیونکہ اس طرح ولی کو برے خاتمے کا خوف ختم ہو جائے گا اور اس کے لیے امن ثابت ہو جائے گا۔

﴿2﴾...... ابوعلی دقاق رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''ولی کو اپنی ولایت کا علم ہو یہ بات ممکن ہے۔

(امام نووی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں:) ہمارا بھی اسی قول پر اعتماد ہے اور یہی ہمارا موقف ہے۔ لیکن یہ بات تمام اولیا میں ضروری نہیں لہٰذا ہر ولی کے لیے اپنے ولی کا علم ہونا ضروری نہیں ہے ہاں یہ بات ممکن ہے کہ کچھ اولیا کو اپنی ولایت کا علم ہو جیسا کہ یہ بات ممکن ہے کہ کچھ اولیا کو اپنی ولایت کا علم نہ ہو۔

اگر کسی ولی کو اپنی ولایت کا علم حاصل ہو جائے تو یہ اس کی انفرادی کرامت ہوگی اور کسی ولی کو کوئی کرامت حاصل ہو جائے تو ضروری نہیں کہ بعینہ اسی طرح کی کرامت تمام اولیا کو حاصل ہو بلکہ کسی ولی کو دنیا میں کوئی بھی کرامت ظاہر نہ ہو تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ولی نہیں ہے۔

لیکن انبیا میں معاملہ اس کے برخلاف ہے کہ ہر نبی کے لیے معجزے کا ہونا ضروری ہے کیونکہ انبیا لوگوں کی طرف بھیجے جاتے ہیں اور لوگ ان کے سچے ہونے کے جاننے کے محتاج ہوں گے اور یہ بات معجزہ ہی کے ذریعے پوری ہو سکتی ہے، جبکہ ولی کا حال

اس کے برعکس ہے کیونکہ اس کے ولی ہونے کو جاننا نہ تو اس کے اپنے اوپر لازم ہے اور نہ ہی مخلوق پر لازم ہے۔

دس صحابہ کرام کو سرکار صَلَّی اللہ تَعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جنتی ہونے کی بشارت دی اور انہوں نے اس بات میں سرکار صَلَّی اللہ تَعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تصدیق بھی کی، (اس پتہ چلا کہ ان کو اپنے ولی ہونے کا علم تھا)۔

مرجوح قول: ولی کو اپنی ولایت کا علم ہو جانا ممکن نہیں ہے۔

علت: یہ بات ان کے دلوں سے خوف آخرت کو نکال دے گی۔

رد: ولایت کے علم سے مذکورہ امر کا لازم آنا ضروری نہیں ہے کیونکہ اپنی ولایت کا علم ہو جانے کے باوجود وہ انجام کار تبدیل ہو جانے کا خوف رکھیں گے اور یہ لوگ اپنے دل میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جو ہیبت و تعظیم پاتے ہیں وہ بہت سارے خوف سے افضل واعلیٰ ہے۔

امام قشیری رَحْمَۃُ اللہِ تَعالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''ولی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اپنی کرامت پر مطمئن ہو اور نہ ہی وہ اس کو اپنا کمال سمجھے۔

ہاں بسا اوقات کرامات کے ظہور سے ان کے یقین و بصیرت کو تقویت حاصل ہوتی ہے کیونکہ ان کے لیے یہ بات متحقق ہو جاتی ہے کہ یہ معاملات اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہیں لہٰذا ان کرامات کے ذریعے وہ اپنے عقائد کے صحیح ہونے پر استدلال کرتے ہیں۔

اولیا کی کرامات ان کے انبیا کے معجزات ہوتے ہیں

امام قشیری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”اگر کوئی اعتراض کرے ایسی کرامات کیسے واقع ہوسکتی ہیں جو معنوی طور پر رسولوں کے معجزات سے بھی زائد ہوتی ہیں؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس طرح کی تمام کرامات دراصل نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے معجزات کے ساتھ لاحق ہوں گی کیونکہ جو شخص اسلام میں مخلص نہیں اس سے کرامات واقع نہیں ہوسکتیں تو نبی کے کسی بھی امتی سے جو کرامت صادر ہوگی وہ کرامت اس نبی کے معجزات میں شمار ہوگی کیونکہ اگر وہ نبی سچا نہ ہوتا تو اس کے پیروکار سے کرامت کا صدور نہیں ہوتا۔

سوال: کیا ولی نبی سے افضل ہوسکتا ہے؟

جواب: اس بات پر اجماع ہے کہ ولی کسی بھی نبی کے رتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔

کرامات کی اقسام

(۱)......دعا کا قبول ہو جانا، (۲)......بغیر کسی سبب ظاہری کے فاقہ کے وقت کھانا آجانا، (۳)......پیاس کے وقت پانی مل جانا، (۴)......لمبے سفر کو باآسانی تھوڑے سے وقت میں طے کر لینا، (۵)......دشمن سے نجات مل جانا، (۶)......ہاتفِ غیبی سے کوئی آواز سننا، (۷)......اس کے علاوہ خلاف عادت واقعات۔

امام قشیری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”بہت سارے مقدورات ایسے ہیں جن کے بارے میں آج ہمیں قطعی طور پر معلوم ہے کہ یہ کسی ولی کے لیے بطور کرامت واقع نہیں ہوسکتے، مثلاً: بغیر ماں باپ کے پیدا ہونا،......جامد چیز کا حیوان بن جانا، ......اس طرح کی دیگر بے شمار امثلہ۔

لفظ ولی کے لغوی واصطلاحی معنی

امام قشیری فرماتے ہیں: لفظ "ولی" دو چیزوں کا احتمال رکھتا ہے،

(۱)......وَلِی، فَعِیل کے وزن پر "فاعل" کے معنی میں مبالغہ کے لیے ہے جیسے عَلِیْم بمعنی "عالم" اور قَدِیْر بمعنی "قادر" اس صورت میں معنی ہوگا: ولی وہ ہے جو مسلسل اطاعت گزار و فرمانبردار رہے۔

(۲)..........وَلِی، فَعِیل کے وزن پر "مفعول" کے معنی میں ہے جیسے: قَتِیل بمعنی "مقتول" اور جَرِیْح بمعنی "مجروح" اس صورت میں معنی ہوگا: ولی وہ ہے جس کی حفاظت اور نیکیوں پر استقامت کا ذمہ اللہ عزوجل نے خود لیا ہو، لہذا ایسے شخص کو اللہ عزوجل گناہوں پر قدرت دے کر رسوا نہ فرمائے گا، بلکہ اس کو ہمیشہ نیکیوں پر قدرت کی توفیق عطا فرماتا رہے گا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ۔ (سورۃ الاعراف: ۱۹۶)

ترجمہ کنز الایمان: اور وہ نیکوں کو دوست رکھتا ہے۔

اور فرماتا ہے:

وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِدْرِيْسَ وَذَا الْكِفْلِ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِيْ رَحْمَتِنَا اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ، (الانبیاء ۸۵، ۸۶)

ترجمہ کنز الایمان: اور اسماعیل اور ادریس ذوالکفل کو (یاد کرو) وہ سب صبر والے تھے، اور انہیں ہم نے اپنی رحمت میں داخل کیا بیشک وہ ہمارے قرب خاص کے سزاواروں میں ہیں۔

عبد صالح کا اطلاق

عبد صالح کا اطلاق نبی اور ولی دونوں پر ہوتا ہے۔

اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیْنَ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیْقًا۔ (سورۃ النساء: ٦٩)

ترجمہ کنزالایمان: تو اُسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیا اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔

حدیث شریف: نبی کریم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَالِہٖ وَسَلَّم نے عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے بارے میں فرمایا: ”انه رجل صالح. وہ صالح آدمی ہیں۔

عبد صالح کا اطلاق غیر نبی پر بھی ہوتا ہے اس بات پر کثیر آیات واحادیث موجود ہیں۔

صالح کی تعریف: امام ابو اسحاق زجاج رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اپنی کتاب ”معانی القرآن“ میں اور ابو اسحاق بن قرقول صاحب مطالع الانوار رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”عبد صالح وہ جو حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پورا کرتا ہو۔

سوال: کیا ولی معصوم ہوتا ہے؟

جواب: انبیا قطعاً معصوم ہوتے ہیں، لیکن ولی میں یہ وصف نہیں پایا جاتا، ہاں ولی گناہوں سے محفوظ ہوتا ہے کہ وہ گناہوں پر اصرار نہیں کرتا، اگر ان سے کبھی کوئی غلطی یا لغزش واقع ہو جائے تو یہ ان کے حق میں ممکن ہے۔

حضرت جنید بغدادی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ سے کسی نے عرض کی: کیا عارف زنا کر سکتا ہے؟ آپ نے ... [illegible]

سر مبارک اٹھایا اور فرمایا: اللہ عزَّوَجَلَّ کا حکم پورا ہو کر رہتا ہے۔

سوال: کیا اولیا سے خوف ساقط ہوسکتا ہے؟

جواب: اکابر اولیا کرام پر خوف ہی غالب رہا کرتا تھا ہاں کبھی کبھار خوف ساقط ہو جانا یہ امرِ ممکن ہے۔ حضرت سری سقطی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''اگر کوئی شخص کسی ایسے باغ میں جائے کہ جہاں بہت سارے درخت ہوں اور ہر درخت پر ایک پرندہ بیٹھا ہو جو فصیح زبان کے ساتھ بولے: اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا وَلِیَّ اللہ. اور وہ شخص اس معاملہ کے دھوکہ ہونے کا خوف نہ کرے تو وہ دھوکے میں مبتلا ہو گیا۔

اس کی مثل خوفِ خدا کے اقوال ان بزرگوں کی حکایات میں کثیر ہیں۔

سوال: کیا ولی اللہ عزَّوَجَلَّ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف ہوسکتا ہے؟

جواب: اگر ولی کو مشاہدۂ حق سے محروم کر دیا جائے اور اس سے احساس کی کیفیت چھین لی جائے تو وہ ولایت کے مرتبے سے محروم ہو جاتا ہے۔ جو لوگ مشاہدۂ حق اور اس کے احساس کی کیفیت میں مشغول رہتے ہیں وہ لوگ اللہ عزَّوَجَلَّ کی خفیہ تدبیر سے ہمیشہ ڈرتے رہتے ہیں۔

سوال: ولی پر حالتِ صحو (بیداری، جب عشق وجذب کا غلبہ نہ ہو) میں کس چیز کا غلبہ ہوتا ہے؟

جواب: ولی پر اس حالت میں ان چیزوں کا غلبہ ہوتا ہے (۱)......حقوق العباد کی ادئیگی میں صدق اختیار کرنا، (۲)......تمام احوال میں مخلوق پر شفقت و مہربانی کرنا، (۳)......مخلوق پر رحم کرنا، (۴)......لوگوں کی طرف سے آنے والی تکالیف کو اخلاقِ حسنہ سے برداشت کرنا، (۵)......لوگوں کی گزارش کے بغیر ہی اللہ عزَّوَجَلَّ سے ان پر احسان فرمانے کی دعا کرنا، (۶)......اپنا تمام حوصلہ و ہمت مخلوق کی نجات میں صرف

کر دینا اور ان سے انتقام نہ لینا، (۷)......ان کے اموال کی طرف ہاتھ بڑھانے سے بچنا، (۸)......ان پر اپنا کوئی حق ثابت کرنے سے بچنا، (۹)......ان سے ہر طرح کی لالچ کو ترک کر دینا اور (۱۰) ان کی غیبت و بہتان تراشی نہ کرنا، (۱۱)......ان کے عیوب سے چشم پوشی کرنا، اور (۱۲)......دنیا و آخرت میں ان کا "خصم (مدمقابل)" نہ بننا۔

(امام نووی فرماتے ہیں) اس کا (دنیا و آخرت میں ان کا "خصم" نہ بننے) مطلب یہ ہے کہ وہ دنیا ہی کے اندر اپنے حقوق معاف کر دیتا ہے اور ان سے اپنے حقوق کا مطالبہ نہیں کرتا لہٰذا مخلوق پر اس کا کوئی حق باقی نہیں رہتا جس کا وہ آخرت میں ان سے مطالبہ کرے۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَلَمَنْ صَبَرَ وَ غَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ۔ (الشوری: ۴۳)

ترجمہ کنز الایمان: اور بیشک جس نے صبر کیا اور بخش دیا تو یہ ضرور ہمت کے کام ہیں۔

اور فرمایا:

وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ۔ (آل عمران: ۱۳۴)

ترجمہ کنز الایمان: اور غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے اور نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں۔

ابو ضمضم کا واقعہ

حضرت انس رَضِیَ اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''کیا تم ایسا نہیں کر سکتے کہ ابو ضمضم کی طرح ہو جاؤ؟

صحابہ کرام رَضِیَ اللہ تعالٰی عنہم نے عرض کی: یارسول اللہ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم ابو ضمضم کون تھا؟

فرمایا: یہ ایک ایسا شخص تھا کہ جب صبح کرتا تو کہتا: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ میں نے تیری رضا کی خاطر اپنی جان وعزت کو ہبہ کر دیا۔ لہٰذا اگر کوئی اس کو گالی دیتا تو یہ اسے گالی نہ دیتا اگر کوئی اس پر ظلم کرتا تو یہ اس پر ظلم نہ کرتا جو اس کو مارتا یہ اس کو نہ مارتا۔

امام نووی رَحْمَۃُ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: ''مذکورہ فرمان کا معنٰی یہ ہے کہ وہ اپنے اوپر ہوئے ظلم کا بدلہ نہ لیتا۔ جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا:

فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ۔ (البقرہ: ۱۹۴)	ترجمہ کنزالایمان: تو جو تم پر زیادتی کرے اس پر زیادتی کرو اتنی ہی جتنی اس نے کی اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ ڈر والوں کے ساتھ ہے۔

اولیا کی سب سے بڑی کرامت

امام قشیری رَحْمَۃُ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: ''اولیا کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ وہ اطاعت وفرمانبرداری پر ثابت قدم رہتے ہیں اور معصیت ونافرمانی کے کاموں سے بچے رہتے ہیں۔ نافرمانی کے اندر وہ چیزیں بھی داخل ہیں جو گناہ نہیں مثلاً مکروہ تنزیہی، اور جن خواہشات کو ترک کرنا مستحب ہے ان کو ترک نہ کرنا۔

آپ رَحْمَۃُ اللہ تعَالی عَلَیْہ مزید فرماتے ہیں:

سوال: دنیا میں کسی ولی کو بطورِ کرامت جاگتی آنکھوں سے رب تعالیٰ کا دیدار ہو سکتا ہے؟

جواب: ایسا ممکن نہیں ہے، اس پر اجماع قائم ہے اور یہی قوی ترین قول ہے۔ کثیر علما سے منقول ہے: اس بات پر اجماع منعقد ہے کہ دنیا میں اولیا کو بیداری میں رب تعالیٰ کا دیدار ہونا ممکن نہیں ہے اگرچہ کہ عقلی طور پر اہلِ حق کے نزدیک یہ امر ممکن ہے۔

سوال: کیا معراج کی رات نبی کریم صَلَّی اللہ تعَالی عَلَیْہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے رب تعالیٰ کا دیدار کیا؟

جواب: اس میں صحابہ اور بعد کے علما کا اختلاف ہے، اکثر علما کا موقف یہ ہے کہ سرکار صَلَّی اللہ تعَالی عَلَیْہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے رب تعالیٰ کا دیدار کیا ہے اور یہی حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہ تعَالی عَنْہ کا قول ہے۔

(امام نووی فرماتے ہیں) میں نے اس کی تفصیل شرح مسلم کے شروع میں ذکر کر دی ہے۔

امام قشیری رَحْمَۃُ اللہ تعَالی عَلَیْہ (سوال و جواب کی صورت میں) فرماتے ہیں:

سوال: کیا یہ بات ممکن ہے کہ کوئی شخص ایک زمانے تک ولی رہے لیکن آخری وقت میں اس کی حالت تبدیل ہو جائے؟

جواب: اس میں دو قول ہیں: (۱)......جن کے نزدیک حسنِ موافاۃ ولایت کی شرط ہے ان کے نزدیک آخری وقت میں ولی کی حالت تبدیل نہیں ہو سکتی۔

(۲)......اور جن کے نزدیک اس وقت وہ حقیقتاً مومن ہوگا، ان کے مطابق اس کی حالت کا تبدیل ہو جانا ممکن ہے اور یہ بات بعید نہیں کہ کوئی شخص ایک زمانے تک تو ولی وصدیق رہے اور پھر اس کی حالت تبدیل ہو جائے

(امام نووی رَحْمَۃُ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں) یہی ہمارا مختار مذہب ہے۔

ولی کی ایک کرامت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو مامون ہونا جان لے یعنی یہ جان لے کہ آخری وقت میں اس کی حالت تبدیل نہیں ہو گی اس مسئلہ کی بنا اُس مسئلہ پر ہے کہ ولی کو اپنی ولایت کا علم ہو سکتا ہے یا نہیں۔

اولیا کے مواہب کا بیان

مواہب موہبہ کی جمع ہے، اور اس سے مراد ایسا معاملہ ہے کہ جو عادت کے مخالف نہ ہو لیکن کمیاب اور عادۃً بعید ہو اس کی پہچان بعض لوگوں کو حاصل ہوتی ہے، یہ مواہب اولیا کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اولیا و غیرِ اولیا سب میں پائے جاتے ہیں اس باب میں ہم کچھ کرامات اور کچھ مواہب کا ذکر کریں گے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمان ہے:

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ۔ (ھود:۱۲۰)

ترجمہ کنزالایمان: اور سب کچھ ہم تمہیں رسولوں کی خبریں سناتے ہیں جس سے تمہارا دل ٹھہرائیں۔

اور فرمایا:

أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ۔ (الانعام:۹۰)

ترجمہ کنزالایمان: یہ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی تو تم انہیں کی راہ چلو۔

﴿1﴾ ...... **مومن کا وصف:** حضرت ابوسعید خدری رَضِیَ اللہ تعالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ سرکار صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وَاٰلہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ''مومن اچھی بات سننے سے کبھی سیراب نہ ہو گا حتی کہ وہ جنت میں پہنچ جائے گا۔''

﴿2﴾......**ایک ہزار رکعت اور ایک ہزار تسبیح:** مسلم بن عمرو کا بیان ہے کہ عمر بن ہانی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه ہر دن میں ایک ہزار رکعت ادا کرتے اور ایک ہزار تسبیح پڑھتے۔

﴿3﴾......**حضرت ابو مسلم خولانی کا ایمان افروز واقعہ**

حضرت عطا اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: ''حضرت ابو مسلم خولانی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه کی زوجہ نے ایک دن ان سے عرض کی: آٹا ختم ہو گیا ہے۔

آپ نے فرمایا: تمہارے پاس کچھ ہے؟

عرض کی: ایک درہم ہے جس کے بدلے اون بیچا تھا۔

فرمایا: وہ درہم مجھے دے دو اور ایک تھیلا بھی دے دو۔

آپ درہم اور تھیلا لے کر بازار تشریف لے گئے، آپ ایک شخص کے پاس کھانا خریدنے کے لیے کھڑے ہوئے تو وہاں ایک سائل آ گیا اور اس نے کہا: اے ابو مسلم! مجھ صدقہ دو! آپ وہاں سے چل پڑے اور ایک دوسری دکان پر پہنچے۔

وہ سائل آپ کے پیچھے وہاں بھی آ گیا اور کہا: اے ابو مسلم! مجھ صدقہ دو!

جب اس نے مجبور کیا تو آپ نے اس کو درہم دے دیا اور اور اپنے تھیلے کو لکڑی کے بورے اور مٹی سے بھر لیا۔

آپ گھر پہنچے اور دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ کا دل گھبرایا ہوا تھا کہ زوجہ کو کیا جواب دوں گا۔

جب آپ کی زوجہ نے دروازہ کھولا تو آپ نے تھیلے کو گھر میں رکھا اور وہاں سے چل دیئے۔ آپ کی زوجہ نے تھیلا کھولا تو اس میں عمدہ سفید آٹا موجود تھا، انہوں نے آٹا گوندھ کر اس کی روٹی بنائی۔

جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا تو آپ گھر تشریف لائے اور دروازہ کھٹکھٹایا اس وقت

آپ کا دل گھبرایا ہوا تھا (کہ زوجہ کیا کہے گی)، جب آپ گھر میں آگئے تو آپ کی زوجہ نے آپ کے سامنے دسترخوان اور عمدہ سفید روٹیاں رکھ دیں۔

آپ نے پوچھا: روٹی کہاں سے بنائی؟

زوجہ نے عرض کی: اس آٹے سے جو آپ لائے تھے۔

یہ سن کر آپ کھانا کھانے لگے لیکن آپ کی آنکھوں آنسوں بہہ رہے تھے۔

(امام نووی فرماتے ہیں) یہ حکایت کتنی عمدہ ہے اور اس میں بہت سارے فوائد ہیں۔

حضرت ابو مسلم خولانی کا تعارف

حضرت ابومسلم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا نام عبداللہ بن ثُوَب ہے، آپ کے نام اور ولدیت میں دیگر اقوال بھی ہیں: (۱)......ابن ثواب، (۲)...... ابن اثوب، (۳)......ابن عوف، (۴)......ابن عبداللہ، (۵)......ابن یسلم، (۶)......یعقوب بن عوق یا طوق۔

لیکن درست و مشہور وہی ہے جو ہم نے اوّلاً ذکر کیا۔

آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اہلِ یمن میں سے ہیں، آپ شام کے شہر دمشق کے ایک گاؤں داریا میں سکونت پذیر رہے۔ آپ کا شمار کبار تابعین، عابدین وصلحا اور صاحب کرامت بزرگوں میں ہوتا ہے۔

آپ نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی صحبت کا شرف پانے کے لیے سفر بھی کیا لیکن آپ راستے ہی میں تھے کہ سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا وصالِ ظاہری ہوگیا۔ مدینہ منورہ میں آئے تو آپ کی ملاقات حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق ودیگر صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم سے ہوئی۔

حضرت ابو مسلم خولانی کی چند کرامات

﴿1﴾......پانی پر چلنے لگے

امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کتاب الزہد میں نقل کرتے ہیں: ''ایک مرتبہ حضرت ابو مسلم خولانی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا دریائے دجلہ کے قریب سے گزر ہوا اس وقت دریا کی طغیانی کا یہ عالم تھا کہ اس کا پانی لکڑیاں اٹھا اٹھا کر پھینک رہا تھا، (دریا کی اس قدر طغیانی کے باوجود) آپ اس میں داخل ہوگئے اور اس کے پانی پر چلنے لگے۔ پھر آپ اپنے رفقا کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا: اگر تمہارے سامان میں سے کوئی چیز گم ہوگئی ہے تو (اس کے ملنے کی) اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا کرو۔

ایک روایت میں ہے: ''آپ دجلہ کے کنارے تشریف فرما ہوئے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد کی، اس کی نعمتوں کا تذکرہ کیا اور بنی اسرائیل کے دریا میں چلنے کا ذکر فرمایا، پھر آپ اپنی سواری کو ہانکتے ہوئے دریائے دجلہ میں داخل ہوگئے اور لوگ بھی آپ کے پیچھے پیچھے چلنے لگے حتی کہ سب نے دریائے دجلہ کو عبور کر لیا۔

﴿2﴾......حضرت ابو مسلم اور ایک کوا

آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ جن دنوں ملکِ روم میں تھے، ان دنوں والیٔ روم نے ایک لشکر روانہ کیا اور اس کی واپسی کا ایک وقت مقرر کر دیا، لیکن لشکر اس مقررہ وقت پر واپس نہ آیا تو لشکر کی تاخیر کے سبب آپ فکر مند ہوگئے، ایک دن نہر کے کنارے بیٹھ کر وضو فرما رہے تھے اور اس لشکر کے بارے میں اپنے آپ سے کچھ باتیں کر رہے تھے کہ اچانک ایک کوا آپ کے سامنے والے درخت پر آ بیٹھا اور آپ سے پوچھا: کیا آپ لشکر کے معاملے کی وجہ سے پریشان ہیں؟

آپ نے فرمایا: ہاں۔

اس نے کہا: ''آپ پریشان نہ ہو، لشکر والوں نے غنیمت حاصل کر لی ہے یعنی ان کو فتح ملی ہے اور وہ فلاں دن فلاں وقت آپ کے پاس آ جائیں گے۔

آپ نے اس سے پوچھا: اللہ عزَّوَجَلَّ تم پر رحم فرمائے تم کون ہو؟

اس نے کہا: میں مؤمنوں کے دلوں کو خوش کرنے والا ہوں۔

کچھ دن بعد لشکر اس کے بتائے ہوئے وقت کے مطابق واپس آ گیا۔

﴿3﴾......حضرت ابو مسلم کی دعا

حضرت ابو مسلم خولانی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ ملکِ روم میں اپنے رفقا کے ساتھ بیٹھے گفتگو فرما رہے تھے کہ گفتگو کے دوران آپ کے رفقا نے عرض کی: ''اے ابو مسلم! ہمارا دل گوشت کھانے کی خواہش کر رہا ہے اگر آپ اللہ عزَّوَجَلَّ سے دعا کریں تو ہمیں گوشت مل سکتا ہے۔ (ان کی درخواست پر) آپ نے رب تعالٰی کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھا دیئے اور عرض کی: اے میرے اللہ عزَّوَجَلَّ! تو نے ان کی بات سن لی ہے اور تو ان کے سوال کو پورا کرنے پر قادر ہے۔ اچانک ان حضرات نے ایک لشکر کی آواز سنی اور ایک ہرن بھاگتا ہوا ان کے پاس سے گزرا تو یہ لوگ اس پر جھپٹ پڑے اور اس کو پکڑ لیا۔

﴿4﴾......حضرت ابو مسلم اور قبولیت دعا

حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دور میں جب لوگ قحط میں مبتلا ہو گئے تو لوگ نمازِ استسقاء ادا کرنے کے لیے میدان کی طرف نکلے، جب سب لوگ نماز کی جگہ پر پہنچے تو حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت ابو مسلم خولانی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے فرمایا: لوگوں کو جو معاملہ درپیش آیا ہے آپ اس کو بخوبی جانتے ہیں، لہٰذا

آپ دعا کریں۔

آپ رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ دعا کرنے کے لیے کھڑے ہوگئے اور آپ کے سر پر ایک لمبی ٹوپی تھی آپ نے اس کو اتار کر دعا کے لیے اپنے ہاتھوں کو اٹھا لیا اور عرض کی:

یا اللہ عَزَّوَجَلَّ! یا اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے بارش کا سوال کرتا ہوں، میں تیری بارگاہ میں اپنے گناہوں کے ساتھ حاضر ہوں مجھے رسوا نہ کرنا۔

لوگ ابھی واپس نہ پلٹے تھے کہ بارش برسنا شروع ہوگئی۔ آپ نے ایک بار پھر سے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے اور عرض کی: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ حضرت امیر معاویہ نے مجھے شہرت کی جگہ پر لا کھڑا کیا ہے اگر تیرے یہاں میرے لیے کوئی خیر ہے تو مجھے اپنے پاس بلا لے وہ جمعرات کا دن تھا اور آنے والی جمعرات کو آپ کا انتقال ہوگیا۔

﴿5﴾...... حضرت ابو مسلم اور عنسی کذاب

اسود بن قیس عنسی کذاب نے یمن میں جب نبوت کا دعویٰ کیا تو اس نے آپ رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ کو اپنے پاس بلوایا، اور یہ مکالمہ ہوا۔

عنسی کذاب: کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟

حضرت ابو مسلم خولانی: میں نہیں سنتا۔

عنسی کذاب: کیا تم گواہی دیتے ہو کہ محمد (صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) اللہ کے رسول ہیں؟

حضرت ابو مسلم خولانی: ہاں میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اللہ کے رسول ہیں۔

عنسی کذاب نے بار بار سوال کیا اور آپ نے ہر بار وہی جواب دیا۔

آخر کار اس نے ایک بہت بڑی آگ جلانے کا حکم دیا جب آگ بھڑک اٹھی تو آپ

کواس کے اندر ڈال دیا گیا لیکن آگ نے آپ کو کچھ بھی نقصان نہ پہنچایا۔

اسود بن قیس عنسی کذاب سے کہا گیا: اس کو اس آگ سے نکال لو ورنہ ان کی یہ کرامت دیکھ کر تمھارے متبعین بھی تمھارے خلاف ہو جائیں گے۔

حضرت ابومسلم کی مدینہ منورہ کی حاضری

حضرت ابو مسلم رَحْمَۃُ اللّٰہ تعالٰی علَیْہ مدینہ منورہ اس وقت آئے کہ جب سرکار صَلَّی اللّٰہ تَعالٰی علَیْہِ وَالہٖ وَسَلَّم کا وصال ہو گیا تھا اور حکومت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہ تَعالٰی عنہ خلیفہ تھے آپ اپنی سواری کو ہانک کر مسجدِ نبوی کے دروازے کے پاس لے گئے اور مسجدِ نبوی کے ستونوں میں سے ایک ستون کے پاس کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔

حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہ تَعالٰی عنہ کی نظر جب ان پر پڑی تو ان کے پاس تشریف لے آئے، حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہ تَعالٰی عنہ کو دیکھ کر آپ کھڑے ہو گئے۔

حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہ تَعالٰی عنہ نے پوچھا آپ کون ہیں؟

عرض کی: میں یمن سے آیا ہوں۔

حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہ تَعالٰی عنہ نے فرمایا: شاید آپ وہی ہیں جن کو اسود کذاب نے آگ میں جلانے کی کوشش کی تھی؟

آپ نے عرض کی: وہ تو عبداللہ بن ثوب ہیں۔

حضرت عمر نے فرمایا: میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ آپ وہی ہیں؟

عرض کی: جی ہاں میں وہی ہوں۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہ تَعالٰی عنہ نے ان کو اپنے گلے لگایا اور رونے لگے، پھر ان کو ساتھ لے کر حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہ تَعالٰی عنہ کے پاس تشریف لے آئے اور فرمایا: تمام تعریفیں اللہ عزوجل کے لیے ہیں

جس نے مرنے سے پہلے مجھے امتِ محمدی کے اس شخص کی زیارت کروادی جس کے ساتھ وہ معاملہ ہوا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہوا تھا۔

مذکورہ حکایت میں حضرت ابو مسلم رَحْمَۃُ اللّٰہ تعَالٰی علَیْہ نے فرمایا: **''میں نہیں سنتا۔''** اس کے دو معنی ہیں، (۱)......میں قبول نہیں کرتا، (۲)......یہ قول اپنے ظاہری معنیٰ پر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسود کذاب کے باطل قول سننے سے آپ کی سماعت کو بند فرمادیا تھا۔

(امام نووی فرماتے ہیں) بعض ائمہ نے پہلے احتمال پر اقتصار کیا ہے لیکن میرے نزدیک دوسرا احتمال زیادہ ظاہر ہے۔

وضو کرنے کے وقت اعضا درست ہوجاتے

احمد بن ابو حواری کتاب الزہد میں نقل کرتے ہیں: ''حضرت عبدالواحد بن زید رَحْمَۃُ اللّٰہ تعَالٰی علَیْہ کو فالج ہوگیا تو آپ نے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی: اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! وضو کرنے کے اوقات میں میرے اعضا کو درست فرمادیا کر!

آپ کی دعا قبول ہوئی اور جب بھی وضو کا وقت ہوتا آپ چارپائی سے کھڑے ہوجاتے اور جاکر وضو کرتے جب آپ اپنی چارپائی پر واپس آتے تو فالج لوٹ آتا۔

بیت السباع

ابو نصر سراج کا بیان ہے: ''ہم تستر گئے تو حضرت سہل بن عبداللّٰہ تستری کے گھر میں ہم نے ایک کمرہ دیکھا جس کو لوگ ''بیت السباع (درندوں کا کمرہ)'' کہتے تھے۔

ہم نے لوگوں سے اس کے بارے میں پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ درندے حضرت سہل رَحْمَۃُ اللّٰہ تعَالٰی علَیْہ کے پاس آتے تھے تو آپ ان کو اس کمرہ میں داخل کردیتے تھے اور ان کی مہمان نوازی کرتے، ان کو گوشت کھلاتے پھر ان کو چھوڑ دیتے، اہلِ تستر کا

مذکورہ حکایت کے درست ہونے پر اتفاق ہے۔

دل کی بات جان لی

حمزہ بن عبداللہ کا بیان ہے: ''میں حضرت ابوالخیر تیناتی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے پاس حاضر ہوا، میں نے دل میں سوچا کہ آپ کو سلام کرکے واپس آجاؤں گا اور آپ کے پاس کھانا نہیں کھاؤں گا۔ آپ سے ملاقات کرکے جب میں واپس آنے لگا اور تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ آپ میرے پیچھے پیچھے تشریف لے آئے، اس وقت آپ نے کھانے کا ایک برتن اٹھا رکھا تھا اور مجھ سے فرمایا: یہ کھا لو! تم دل میں کیا ہوا عہد پورا کر چکے۔

آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی کئی کرامات مشہور ہیں۔

شیر ہم سے ڈرتے ہیں

ابراہیم رقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا بیان ہے: ''میں سلام کرنے کی غرض سے حضرت ابو الخیر رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا، آپ نے نمازِ مغرب پڑھائی تو اس میں سورہ فاتحہ کی درست انداز میں قراءت نہ کی، میں نے اپنے دل میں کہا: ضاعت سفری، (میرا سفر ضائع ہو گیا)۔

نماز سے فارغ ہو کر میں طہارت کی غرض سے نکلا تو کچھ درندے میرے پیچھے پڑ گئے، میں حضرت ابوالخیر رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے پاس واپس پلٹ آیا اور ان سے عرض کی: شیر میرا پیچھا کر رہا ہے۔

آپ باہر تشریف لے آئے اور شیر کو ڈانٹتے ہوئے فرمایا: کیا میں نے تمہیں منع نہیں کیا تھا کہ میرے مہمانوں کو نہ ستایا کرو؟

آپ کا ارشاد سن کر شیر وہاں سے چلا گیا اور میں طہارت حاصل کر کے واپس آیا تو آپ

نے مجھ سے فرمایا: تم ظاہر کو درست کرنے میں مصروف ہو اور شیر سے ڈرتے ہو جبکہ ہم دلوں کو درست کرنے میں مصروف ہیں جس کی وجہ سے شیر ہم سے ڈرتے ہیں۔

وہم کا ازالہ

امام نووی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''جو لوگ نام کے فقیہ بنتے ہیں حالانکہ فقہ نام کی ان کے پاس کوئی چیز نہیں ہوتی وہ مذکورہ حکایت سے یہ وہم کرتے ہیں کہ حضرت ابوالخیر رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی نماز فاسد تھی کیونکہ آپ نے تو سورہ فاتحہ بھی درست طریقے سے نہیں پڑھی تھی۔ جو شخص مذکورہ وہم کرے تو یہ اس کی جہالت وا ور بہت بڑی جسارت ہے، رب تعالٰی کے اولیا کے متعلق عقل مند آدمی بدگمانی نہیں کر سکتا کیونکہ عقل مند آدمی جب اولیا کے معاملات کو نہ سمجھ پائے تو وہ ان لوگوں سے سمجھنے کی کوشش کرتا ہے جو ان معاملات کی حقیقت کا ادراک رکھتے ہوں۔

مذکورہ معاملہ کی طرح کا کوئی معاملہ آپ دیکھیں جس کے بارے میں کوئی جاہل گمان کرے کہ وہ شریعت کے مخالف ہے تو یاد رکھو! وہ شریعت کے مخالف نہ ہوگا بلکہ اولیا کے اقوال کی تو تاویل کرنا واجب ہے۔

حضرت ابوالخیر رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے مذکورہ معاملہ کے تین جوابات ہیں:

(۱)......آپ کی نماز بالاتفاق فاسد نہ تھی۔

(۲)......آپ مغلوب الحال تھے اس وجہ سے آپ کی زبان میں کچھ خلل واقع ہوا لہذا آپ کی نماز بالاتفاق درست ہوئی۔

(۳)......اگر کوئی عذر نہ بھی ہو تب بھی یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ خاص سورہ فاتحہ کی قراءت امام ابوحنیفہ اور دیگر علما کے نزدیک فرض نہیں ہے اور ان پر یہ لازم بھی نہ تھا کہ

اس مذہب کی رعایت کریں جو خاص سورہ فاتحہ کی قرات کو واجب قرار دیتے ہیں،
(لہذا ہوسکتا ہے کہ آپ نے امام ابوحنیفہ کے مذہب پرعمل کیا ہو)۔

عمدہ و منفرد حکایات کا بیان

(امام نووی رَحْمَۃُ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں): اس باب میں، مَیں نے بعض اولیا کی کرامات کو جمع کیا ہے اور ہر ایک سے میں نے ایک مطلب نکالا ہے تا کہ اس کو سمجھنے اور اس کے بارے میں گفتگو کرنے میں آسانی ہو مزید وہ بات پڑھنے والے کے دل میں اچھی طرح قرار پکڑ جائے۔

یہ بات اگرچہ ابوابِ زہد میں سے نہیں ہے لیکن جب دل اچاٹ ہو جائے تو اس طرح کی باتوں سے دل راحت پاتا ہے اور زاہد اس کے علاوہ دیگر کئی ایسی باتوں کا محتاج ہوتا ہے کہ جن کا زہد سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اور نہ ہی ان کو زُہد کے متعلق سمجھا جاتا ہے اور بسا اوقات زاہد اس کے علاوہ اس طرح کی گفتگو میں بھی مبتلا ہو جاتے ہیں جو ان کو حرام کی طرف لے جاتی ہے مثلاً غیبت وغیرہ۔

لہذا زاہد جب ان باتوں کو چھوڑ کر اس طرح کی باتوں میں مشغول ہوگا جس طرح کی باتیں میں یہاں ذکر کر رہا ہوں تو ان کا دل بھی ان کو پسند کرے گا اور وہ گناہوں بھری گفتگو سے بھی محفوظ رہیں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ میری ذکر کردہ حکایات دیگر کئی فوائد پر مشتمل جن سے آخرت کے طلب گار خوب نفع حاصل کر سکتے ہیں اور میں اللہ تعالٰی سے توفیق ملنے کا سوال کرتا ہوں۔

﴿1﴾ ...... چالیس ہزار شرکاء مجلس

امام ابوحاتم رازی رَحْمَۃُ اللہ تعالٰی علیہ (جو ائمہ حدیث میں سے ایک ہیں) فرماتے ہیں:

''میں بغداد میں حضرت سلیمان حرب رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا، لوگوں نے آپ کی مجلس کے حاضرین کا اندازہ لگایا تو وہ تقریباً چالیس ہزار تھے، آپ کی محفل خلیفہ مامون کے محل کے قریب تھی اور آپ کے لیے منبر کی طرح کی ایک جگہ بنائی گئی تھی جس پر آپ تشریف فرما تھے۔ اس وقت مامون اپنے محل کے اوپر بیٹھا ہوا تھا اور اس نے اپنے محل کا دروازہ کھول رکھا تھا، مامون اس وقت ایک پردہ لٹکا کر اس کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا اور حضرت سلیمان بن حرب جو لکھواتے یہ لکھتے جاتا۔

امام ابو حاتم مزید فرماتے ہیں: آپ سے جس بھی حدیث کے بارے میں پوچھا گیا آپ اس حدیث کو اس شخص سے روایت کرتے جس نے اس حدیث کو اپنے شیخ سے سنا ہوتا۔

﴿2﴾......دس ہزار شرکاء مجلس

ابو سعید سمعانی کا بیان ہے: ''قاضی ابو عبد اللّٰہ محاملی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ کی مجلس میں دس ہزار افراد حاضر ہوا کرتے تھے۔

﴿3﴾......پانچ سو درہم کے کپڑے

حافظ زین الدین کا بیان ہے: ''شیخ شہاب الدین سہروردی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ نے دمشق میں وعظ فرمایا اور اعز بن ابراہیم بن محمد نے قرآنِ پاک کی تلاوت کی، ان کی تلاوت سن کر شیخ شہاب الدین رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ کو وجد آ گیا اور آپ نے ستر کے علاوہ اپنے کپڑے اتار دیے، (وہ کپڑے لوگوں نے لے لیے) جمال الدین رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ نے لوگوں سے حضرت شیخ رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ کے وہ کپڑے پانچ سو درہم کے عوض تبرکاً خرید لیے۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنے اوقات کو ضائع نہ فرماتے اور نماز، تلاوت وذکر میں خود کو مشغول رہا کرتے۔

(امام نووی فرماتے ہیں) ہمارے شیخ نے آپ سے خرقہ پہنا اور ایک مدت تک بغداد میں آپ کے آستانے پر آپ کی صحبت سے فیضیاب ہوتے رہے۔

﴿4﴾...... جو خدمت کرتا ہے اس کی خدمت کی جاتی ہے

شیخ فقیہ محمد برسی کا بیان ہے: ''ہم ایک گروہ کی صورت میں جن میں مفتی بھی تھے، حافظ عبد الغنی کی زیارت سے فیض یاب ہو رہے، جب آپ نے اپنا پاؤں منبر کی سیڑھی پر رکھا تو میں نے اپنے دل میں کہا: کس چیز کے سبب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کو یہ فضیلت عطا فرمائی ہے؟ آپ میری جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے دانش مند! جو خدمت کرتا ہے اس کی خدمت کی جاتی ہے، جو خدمت کرتا ہے اس کی خدمت کی جاتی ہے، جو خدمت کرتا ہے اس کی خدمت کی جاتی ہے۔ یہ سن کر میں نے عرض کی: میں اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ایمان لایا۔

﴿5﴾...... کتاب ''اَلْمُھَذَّب'' کا رتبہ

حضرت شیخ کمال الدین سلار رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ ایک فقیہ سے روایت کرتے ہیں: ''ایک مرتبہ میں ''اَلْمُھَذَّب'' کو سر کے نیچے رکھ کر سو گیا، نیند مجھے احتلام ہو گیا تو خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ''اَلْمُھَذَّب'' کے مصنف شیخ ابو اسحاق رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ مجھے اپنے پاؤں سے ہٹاتے ہوئے فرما رہے ہیں: کھڑے ہو جاؤ! کیا تمہارے لیے اتنی بات کافی نہیں کہ تو نے میری کتاب ''اَلْمُھَذَّب'' سر کے نیچے رکھی ہوئی ہے اور تو جنبی (بے غسلا) ہو گیا ہے۔

﴿6﴾ ...... کتاب ”نہایۃ المطلب“ کا رتبہ

ایک فقیہ کا بیان ہے: ”میں ”نِھَایَۃُ الْمَطْلَب“ کی کتابت کر رہا تھا اور میری یہ عادت تھی کہ میں ہر رات ایک مقررہ مقدار میں اس کتاب کے صفحات لکھا کرتا۔ ایک رات میں اس کی کتابت میں مصروف تھا اس دوران میں نے چراغ کو دیکھا تو اس میں تیل بہت ہی تھوڑا بچا ہوا تھا کہ اس تیل میں مقررہ مقدار کے مطابق صفحات کی کتابت کی امید نہ تھی، بہر حال میں کتابت میں مصروف ہو گیا اور تیل کی کمی کو بھول گیا (کافی دیر بعد) میں نے لکھے ہوئے صفحات کی گنتی کی، میں صفحات گننے سے فارغ ہوا تو اب مجھے خیال آیا کہ تیل تو بہت کم تھا اور جیسے ہی میں نے چراغ کی جانب دیکھا وہ بجھ گیا۔

نجم الدین کردی شافعی کا وصال 566 ہجری میں ہوا اور وہ غالبًا شعبان کا مہینہ تھا، آپ مدرسہ رواحیہ جو کہ دمشق میں واقع ہے اس کے فقیہ تھے۔

اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! دمشق سے ہر بُرے ارادے والے کو دور فرما اور اس کو ہمیشہ دار الاسلام رکھ!

اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! مسلمانوں اور ان کے تمام شہروں کو شریروں سے محفوظ فرما!

﴿7﴾ ...... موت کی حقیقت

حضرت نجم الدین رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے وصال کے چند دن بعد جمعہ کی رات میں نے خواب میں ان کی زیارت کی چونکہ مجھے یہ بات معلوم تھی کہ آپ کا وصال ہو چکا ہے اس لیے میں نے بعدِ سلام عرض کی: اے نجم الدین! کیا آپ زندہ ہو کر تشریف لائے ہیں؟ اور میں نے ان سے عرض کی: امام غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ”احیاء العلوم“ کے باب الموت میں ذکر فرمایا: موت ایک بہت بڑا معاملہ ہے اور موت کے بعد ہمارے پاس کوئی شخص نہیں آیا جو ہمیں موت کی حقیقت کے بارے میں بتائے

کیونکہ موت کی حقیقت تو وہی بتا سکتا ہے جو اس کا ذائقہ چکھ لے۔

پھر میں نے ان سے کہا: مجھے موت کی حقیقت کے بارے میں خبر دیں۔ اس پر انہوں نے فرمایا: یہ اگرچہ مشکل معاملہ ہے لیکن ایک لمحے کے لیے ہوتا پھر ختم ہو جاتا ہے۔

میں نے ان سے عرض کی: موت کے بعد آپ کا کیا حال ہے؟

آپ نے فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے یہاں خیرِ کثیر ہے۔ گویا ان کا مطلب یہ تھا کہ ان کی حالت اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل و کرم سے اچھی ہے۔

﴿8﴾...... منکر نکیر کے سوالات

جب شمس الدین محمد نووی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْه کا وصال ہوا تو میں نے ان کے ایصالِ ثواب کے لیے ایک قرآن پاک کا ختم کیا، ایک دن خواب میں مجھے ان کی زیارت ہوئی تو میں نے استفسار کیا: اے شمس الدین! آپ کا کیا حال ہے؟ کیا آپ جنّت میں ہیں؟

انہوں نے فرمایا: جنت میں تو قیامت کے بعد ہی داخلہ ہوگا۔

میں نے کہا: آپ نے سچ فرمایا قیامت سے پہلے تو انبیا و شہداء کے علاوہ کوئی بھی جنت میں داخل نہیں ہو سکتا ان کے علاوہ دیگر لوگ کسی اور جگہ پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے کہ شریعت کا حکم ہے۔

پھر میں نے ان سے استفسار کیا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ منکر نکیر کے سوالات کے وقت روح جسم کی طرف لوٹا دی جاتی ہے، (لیکن سوال یہ ہے کہ) روح جسم کی طرف قبر میں رکھنے کے بعد پلٹتی ہے یا جنازہ چارپائی پر رکھنے کے بعد؟

آپ نے فرمایا: قبر میں رکھنے کے بعد۔

اے اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھ پر، ہمارے والدین ومشائخ پر، جن سے ہمیں نفع ملا ان پر، جن سے ہمیں تکالیف پہنچیں ان پر اور سارے مسلمانوں پر اپنی رحمت نازل فرما۔

﴿9﴾......اختلافی مسائل میں بحث کرنے کا انجام

میں نے اپنے ایک رفیق شمس الدین کو فرماتے ہوئے سنا: ''چند روز قبل دو اماموں کے درمیان کلام ہوا (انہوں نے یہ نہ بتایا کہ وہ دو کون تھے اور میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ ان کا نام ذکر کروں) ان کے درمیان اس بات پر بحث ہوئی کہ کیا قرآن اور مصاحف سینوں میں حلول کیے ہوئے ہیں جیسا کہ ہمارے اصحاب کا مؤقف ہے اور صحائف میں جو الفاظ مکتوب ہیں یہ کلام قدیم نہیں ہے بلکہ یہ اس پر دال ہیں پھر ان دونوں نے امام الحرمین سے اس مسئلہ کے بارے میں رہنمائی حاصل کی تاکہ وہ جو فرمائیں اس کے بارے میں غور وفکر کریں پھر وہ دونوں وہاں سے چلے گئے۔

اس رات میں نے خواب میں دیکھا کہ سمندر کے اندر کوئی شے ہے اور تمام لوگ اس کو حاصل کرنے کی کوشش میں ہیں۔ علما اس کو گھیرے ہوئے اس کو دیکھ رہے ہیں، وہ دور سے اس کو دیکھ رہے ہیں لیکن ان کو یہ نہیں معلوم کہ یہ کیا ہے اور نہ ہی وہ اس کو حاصل کر پا رہے ہیں۔

پھر میں نے امام الحرمین کو دیکھا کہ آپ اپنے کپڑوں کو سمیٹتے ہوئے آگے بڑھے اور تقریباً پندرہ گز تک پانی میں داخل ہو گئے، آپ نے مزید آگے بڑھنے کی کوشش کی مگر اس سے زیادہ آگے نہ جا سکے لہٰذا آپ اسی جگہ پر رک گئے۔

آپ کے علاوہ دیگر علما سمندر کو گھیرے دور سے اس شے کو کھڑے دیکھ رہے تھے۔ ان علما کے پیچھے بہت سے وہ علما کھڑے تھے جو علم منطق، ہیئت اور علم اصولِ دین وغیرہ

میں مشغول رہا کرتے تھے۔ان کے پیچھے کچھ ایسے لوگ کھڑے تھے جو دین میں کمزور، نماز کے تارک اور بد مذہبی میں مبتلا تھے اور میں ان سب کو جانتا تھا اور ان آخری قسم کے لوگوں کے پیچھے کچھ کتے کھڑے تھے جو ان سب پر پیشاب کررہے تھے۔ان میں سے ایک شخص کو میں نے پہچان لیا اس کا مشغلہ اختلافی مسائل میں بحث کرنا تھا، میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ میں اس کا نام بتاؤں اس وقت وہ شخص نشے کی حالت میں تھا۔

﴿10﴾...... **پانچ ہزار افراد کی توبہ:** امام سمعانی نے انساب میں ذکر کیا: ابو یعقوب اسحاق بن شمشاد زاہد کرامی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ بہت ہی اچھا وعظ فرماتے تھے۔آپ کے دستِ مبارک پر پانچ ہزار اہلِ کبائر اور مجوسی مردوں وعورتوں نے اسلام قبول کیا۔

﴿11﴾...... **ایک لاکھ احادیث کی سماعت:** ابو العباس یحیی بن عباس کا بیان ہے کہ ہم نے امام قواریری رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ سے ایک لاکھ احادیث سننے کی سعادت حاصل کی ہے، امام قواریری سے مراد عبد اللّٰہ بن عمر بن میسر رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ ہیں۔

﴿12﴾...... **ستر دنوں میں مکمل قرآن حفظ:** ابو عبد اللہ محمد بن ابراہیم بن خلکان اسلی شافعی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ کا بیان ہے: ''میں نے ایک ایسی عورت کو دیکھا جس نے ستر دنوں میں مکمل قرآن حفظ کرلیا۔

﴿13﴾...... **کتاب ''التنبیہ'' چار ماہ میں حفظ کرلی:** قاضی اسلام کمال الدین سلام رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ نے کتاب ''التنبیہ'' کو چار مہینوں میں حفظ کرلیا۔

﴿14﴾...... **امام غزالی کی کتب:** امام غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ کی لکھی کتب کو ان کی عمر پر تقسیم کیا گیا تو ہر دن کے چار اجزا بنے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے۔

﴾15﴿......**امام اشعری کی کتب:** امام شافعی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ، امام اشعری رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ کی تصانیف بھی کثیر ہیں، امام ابنِ عساکر رَحْمَۃُ اللّٰہ تعالٰی عَلَیْہ کے مطابق امام اشعری رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ کی کتابوں کی تعداد تین سو ہے۔

﴾16﴿......**90 جلدیں اور 700 اجزاء کی کتابت:** شیخ عبدالعظیم رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ کا بیان ہے: ''میں نے اپنے ہاتھ سے 90 جلدیں اور سات سو جزء علمِ حدیث کے متعلق لکھے۔

﴾17﴿......**شیخ عبدالعظیم کے معمولات:** ہمارے (امام نووی) کے شیخ فرماتے ہیں: ''شیخ عبدالعظیم رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ سے بڑھ کر مشغول میں نے نہ تو کوئی دیکھا ہے اور نہ ہی کوئی سنا ہے کیونکہ آپ رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ رات دن مصروف رہا کرتے تھے۔ میں قاہرہ میں ان کے مدرسہ کے پڑوس میں 12 سال تک رہا، اس عرصہ میں میں نے جب بھی رات کی جس بھی گھڑی میں بیدار ہوا اور آپ رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ کے گھر کی جانب توجہ کی تو آپ کے گھر میں چراغ کی روشنی پائی حتی کہ کھانا کھاتے وقت بھی آپ کے پاس کوئی کتاب ہوتی جس کے مطالعہ میں آپ مشغول ہوتے۔ آپ کی تحقیق، عمدہ ابحاث اور مہارت کے بارے میں جو ذکر کیا گیا میں اس کو بیان کرنے سے قاصر ہوں، آپ اپنے مدرسہ سے نمازِ جمعہ کے علاوہ کسی بھی کام کے لیے نہ نکلتے بلکہ ہر وقت علمی مصروفیات میں مصروف رہتے۔

﴾18﴿**ایک قلم سے متعدد کتب کی کتابت:** شیخ ضیاء الدین رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ کا

بیان ہے: ''میں نے ایک قلم سے بخاری کو سات جلدوں میں لکھا لیکن قلم کو میں چھیل لیا کرتا تھا اور اسی قلم سے میں نے بخاری شریف کے بعد اور بھی کئی کتابیں تحریر کیں۔

﴿19﴾ **طواف میں بارہ ہزار قرآن پاک کا ختم:** ابوسعید سمعانی کتاب الانساب میں لکھتے ہیں: ''ابوبکر محمد بن علی کتانی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ نے طواف کرتے ہوئے بارہ ہزار قرآنِ پاک ختم کئے۔ آپ کا وصال 322 ہجری میں ہوا۔

عز الدین ابو حفص عمر بن اسد ابو غالب اربلی شافعی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہ کا ارشاد ہے: ''جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کا اطاعت گزار ہے وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرنے والا ہے۔